مذہب اہلسنت کا ترجمان یعنی مسلک اعلیٰحضرت کا نقیب و پاسبان

کتابی سلسلہ

پیغام رضا ممبئی

❖ عوام مسلمین کو جام نور، کا پڑھنا جائز نہیں ۔۔۔ محدث کبیر علامہ ضیا المصطفےٰ قادری

❖ جام نور، ملت کا ترجمان نہیں بلکہ صلح کلیت کا ترجمان ہے
اور نیاز فتح پوری کی راہ پر چل رہا ہے۔
شہزادہ امین شریعت، مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی

❖ جام نور، کو جام نور کہتے ہوئے شرم آتی ہے یہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیحضرت
کے خلاف زمین تیار کر رہا ہے ۔۔۔ مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی۔

❖ جام نور، اہلسنت کا ترجمان نہیں ۔۔۔ مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی

❖ جام نور، کی موجودہ روش سے میں مطمئن نہیں ہوں یہ رضا مخالف تحریک
چلا رہا ہے۔ میں اپنے سابقہ بیان سے رجوع کرتا ہوں۔۔۔
مولانا توصیف رضا بریلوی

❖ جام نور، کی فکر رئیس القلم کی فکر سے میل نہیں کھاتی اسے اپنی پالیسی
پر نظر ثانی کرنے کی سخت ضرورت ہے۔
مولانا سید اولاد رسول قدسی مصباحی

❖ جماعتی مفادات کو جو چوٹ جام نور سے پہنچ رہی ہے اس کی تلافی برسوں میں
نہیں ہو سکتی۔ قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا مصباحی

❖ جام نور، جماعتی اتحاد کے لیے خطرات پیدا کر رہا ہے اسے لگام دینے کی سخت
ضرورت ہے۔۔۔ مولانا محمد رفیق مصباحی، امریکہ

❖ جام نور، کے مطالعے سے عام آدمی کو بچنا چاہیے اس لیے کہ اس کے مطالعے سے
[illegible] ۔۔۔ مفتی شمشاد حسین رضوی

میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے جو اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔۔۔ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں
❖
دین اسلام و مذہب اسلام کا سچا خلاصہ
مسلک اعلیحضرت ہے۔۔۔ شیر بیشۂ اہلسنت مولانا مفتی حشمت علی خان
❖
میں مسلک اہلسنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے
مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی
❖
اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کا مسلک بالکل حق اور
جو ان کے طریقے پر ہے وہی ٹھیک ہے۔۔۔ ملک العلماء مفتی مولانا ظفر الدین بہاری
❖
فقیر کا اور فقیر کے آباؤ اجداد کا وہی مسلک ہے جو مسلک
اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ہے۔۔۔ ابو البرکات مولانا مفتی سید احمد قادری
❖
اعلیٰ حضرت کے مسلک و تحقیقات میں کس کا زہرہ ہے
جو جرأت لب کشائی کر سکے۔۔۔ مفتی اعظم دہلی، مفتی مولانا مظہر اللہ نقشبندی
❖
وہ میرا مرید نہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہے۔۔۔ مولانا مفتی احمد سعید کاظمی
❖
مذہب حقہ اہل سنت جس کا معیار اس زمانے میں حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب
فاضل بریلوی کی تصانیف ہیں۔۔۔ مولانا سید شاہ مصباح الحسن چشتی
❖
میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے
تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں۔۔۔ احسن العلماء مولانا مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن
❖
مسلک اعلیٰ حضرت واقعۃً مسلک اہلسنت و جماعت کا دوسرا نام ہے
تاج الاسلام مولانا مفتی اختر خان ازہری
❖
سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی و جماعتی شناخت
کے لئے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ
نہیں ہے۔۔۔ رئیس القلم مولانا ارشد القادری

مدیر اعلیٰ: محمد رحمت اللہ صدیقی

تفسیر روح البیان کا اردو ترجمہ

جس کا ہدیہ ۴۵۰۰ ہے وہ صرف ۱۵۰۰ روپے میں

تفسیر روح البیان کا اردو ترجمہ



گیارہویں صدی ہجری کے مشہور عالم و فاضل حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی حنفی ترکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر موسوم بہ روح البیان مستند تفاسیر کا خلاصہ کتب احادیث وفقہ کے معتبر حوالوں سے مزین ہے۔ اس کا اردو ترجمہ شیخ التفسیر مولانا محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی نے فرمایا ہے۔ پورے (۳۰) پارے ۱۵ رجلدوں اور تقریباً ساڑھے تیرہ ہزار (۱۳۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

تفسیر روح البیان کے لئے ۱۵۰۰ روپے کا ڈرافٹ پہلے روانہ فرمادیں اور بریلی شریف سے اپنا سیٹ حاصل کرلیں یا ممبئی سے روانہ کر دیا جائے گا۔

کنز الایمان کے ۱۰۰ رسال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" اپنے تلمیذ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی کی گذارش پر الیس کو ۱۳۳۰ھ میں املا کروایا تھا جس کو ۱۴۳۰ھ میں ۱۰۰ رسال مکمل ہو جائیں گے۔

رضا اکیڈمی برادران اہل سنت سے گذارش کرتی ہے کہ کنز الایمان کے صد سالہ جشن کو شاندار طریقے سے منایا جائے اور ہر مکان، ہر مسجد، ہر مدرسہ، ہر کالج، ہر اسکول اور ہر لائبریری میں اس کو پہنچایا جائے۔ لاکھوں کی تعداد میں اس کو شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے۔ جو بیہودہ ترجمہ قرآن چاہے وہ کسی بھی مترجم کا ہو "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" دے کر بیہودہ ترجمہ قرآن اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کا جن لوگوں نے ترجمہ کیا (جیسے ہندی، سندھی، انگریزی، ڈچ، پنجابی وغیرہ میں) ان کی ہمت افزائی کی جائے۔

"کنز الایمان" نام سے جتنے مدارس، مساجد، اسکول، رسائل وغیرہ ہیں ان کی فہرست شائع کی جائے اور ان کی امداد و اعانت کی جائے۔ "کنز الایمان" نام سے کانفرنسیں کی جائیں۔

"کنز الایمان" پر سیمینار، سمپوزیم وغیرہ کیے جائیں۔ "کنز الایمان" پر جن کا مقالہ بہت دلچسپ ہو، ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ تمام سنی اخبار و رسائل، میگزین، ماہنامے "کنز الایمان" نمبر یا خصوصی شمارہ شائع کریں اور برادران اہل سنت ان کی اشاعت میں بھرپور اور مالی تعاون کریں تاکہ نمبرات شمارے ضخیم ہوں اور بڑی تعداد میں شائع ہو سکیں۔ رضا اکیڈمی نے ایک لاکھ "کنز الایمان" شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ ہم سے یہ خدمت لے۔ رضا اکیڈمی عرس نوری و رضوی کے موقعہ پر "کنز الایمان شریف" صرف ۷۵ روپے میں ہدیہ کرے گی جو کہ مارکیٹ میں ۱۵۰ روپے ہدیہ میں دستیاب ہے۔

(المعلن امیر مفتی اعظم محمد سعید نوری بانی رضا اکیڈمی)

انتساب

حضرت علامہ بدر القادری مصباحی صاحب نیدر لینڈ

کی

دینی ، ملی اور شعری خدمات کے نام

نـــــام : محمد بدر عالم، قلمی نام: بدر القادری، تخلص، بدرؔ

ولــادت : ۲۵/ اکتوبر ۱۹۵۰ء

جائے ولادت : محلہ جمال پورہ، گھوسی، ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

ولــدیــت : حافظ محمد رمضان بن شیخ محمد اسحاق مرحوم

ابتدائی تعلیم : اپنے گاؤں گھوسی میں مختلف اساتذہ سے

فـراغـت : جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے ۱۹۶۹ء میں

مشاہیر اساتذہ : حضور حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری قدس سرہ

حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی قدس سرہ

بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی

حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمہ، مبارک پور

حضرت مولانا قاری یحییٰ علیہ الرحمہ مبارک پور

بیعت و خلافت : تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

شادی : ۱۹۷۴ء میں جناب علیم الدین بن صوفی علی رضا مرحوم کی صاحبزادی سے

مصروفیات : درس و تدریس، مقالہ نویسی، شعر و شاعری اور دعوت و تبلیغ

تحـریـکـات : ۱۹۷۶ء میں، مبارک پور سے ماہنامہ اشرفیہ جاری کیا اور ہالینڈ روانگی تک اس کے مدیر رہے اور اس کے فروغ کی جدو جہد جاری رکھی۔
گھوسی میں مدرسہ رضویہ بدر العلوم قائم کیا، ہالینڈ میں کئی تحریکات کی بنیادیں رکھیں۔

حج بیت اللہ : ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۵ء، اور ۱۹۹۰ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اسفـــار : ۱۹۸۲ء میں طرابلس کی عالمی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۸۳ء میں، مالٹا کی کانفرنس میں شریک ہوئے۔ دوسری بار ۱۹۸۶ء میں طرابلس کی عالمی کانفرنس میں پھر مدعو کئے گئے۔ ۱۹۹۰ء میں پھر مالٹا کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ بھی دنیا کے بیشتر ممالک کا سفر ابتک جاری ہے۔ یورپ میں اسلامی اقدار کے فروغ میں آپ نے نمایاں رول ادا کیا ہے۔

تصانیـــف : نظم و نثر میں تصانیف کی تعداد تین درجن سے زائد ہے۔ نثر میں مشہور تصانیف یورپ اور اسلام، اسلام اور خیمی مذہب، جادہ و منزل، اسلام اور امن عالم، بزم اولیا۔

نظم میں ابتک ایک درجن سے زائد شعری مجموعے زیور اشاعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ جن میں الرحیل، حریم شوق، قم باذن اللہ، باب جبرئیل، نشید روح، جمیل الشیم، حرف نیاز کو کافی شہرت ملی ہے۔ علمی دنیا میں علامہ بدر القادری کی حیثیت مسلم ہے۔ یورپ میں رہ کے بھی انہوں نے اپنی شخصیت کو بامعنی بنائے رکھا۔ وہ اپنے دل میں ایک نہ جھکنے والا عزم رکھتے ہیں۔ علم، تقویٰ اور بردباری کی شعاعیں آپ کی پیشانی سے پھوٹتی رہتی ہیں۔ دلوں کو مسخر کرنے کی بھی آپ میں پوری صلاحیت موجود ہے۔ آپ کی تصانیف سے تحقیقی شعور جھانکتا رہتا ہے۔ آپ کی شاعری میں ڈاکٹر اقبال کی فکر کو محسوس پیکر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ کی بلند و بالا شخصیت کو سمجھنے کے لئے "مولانا بدر القادری مصباحی حیات اور کارنامے" کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ کتاب بڑے سائز میں ۶۲۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

- میں، سیداولادرسول قدسی کے غزلیہ مجموعہ رفتہ رفتہ کو حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کا تازہ بلکہ تر وتازہ ایڈیشن سمجھتا ہوں۔ [یوسف ناظم]
- سیداولادرسول قدسی دورِ جدید کے ایسے شاعر ہیں جن کی شناخت شاعروں کی بھیڑ میں آسانی سے ہو سکتی ہے۔ [علقمہ شبلی]
- سیداولادرسول قدسی کا غزلیہ مجموعہ۔ رفتہ رفتہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ [شمس الرحمن فاروقی]
- سیداولادرسول قدسی نعت اور غزل کے بہت بڑے شاعر ہیں۔ ان کے یہاں شریعت اور شعریت دونوں کا حسن پایا جاتا ہے۔ [سیدہ عابدہ رحمت]
- سیداولادرسول قدسی نے جدید احساسات وخیالات سے اپنی شعر گوئی کا کینوس تیار کیا ہے۔ [علامہ بدر القادری]
- سیداولادرسول قدسی کی نعت گوئی میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ اظہار ملتا ہے۔ [ڈاکٹر طلحہ رضوی برق]
- سیداولادرسول قدسی جدید تعلیم سے بہرہ ور ہیں، انگریزی زبان وادب کے فاضل ہیں اور بفضلہ تعالیٰ علم دین کے عالم ہیں۔ ان دونوں علوم کے امتزاج نے ان کی نعت گوئی کو دوآتشہ بنادیا ہے۔ [سید محمد اشرف]
- سیداولادرسول قدسی کو حمد، نعت کا الہام ہوتا رہتا ہے۔ ان کی شخصیت کی جو مقناطیسی قوت ہے وہ انھیں اپنے مداحین میں مرکز کیے رہتی ہے۔ [افتخار امام صدیقی]
- سیداولادرسول قدسی کی شاعری کی اگر صرف ایک بڑی خصوصیت کا ذکر کیا جائے تو ان کا تاریخی شعور ہے۔ [ڈاکٹر خواجہ اکرام]

علامہ سید اولاد رسول قدسی کی حیات، خاندانی پس منظر، افکار و نظریات اور شعری خدمات پر ایک دستاویزی کتاب

قدسی شخص اور شاعر

ترتیب

محمد رحمت اللہ صدیقی

ضخامت: ۶۰۰ صفحات ☆ قیمت: ۲۵۰ روپئے

ملنے کے پتے:

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ ممبئی، سیدہ عابدہ رحمت نیو مہاڈا بلڈنگ ۹۰/روم نمبر ۵۰۷/ پی، ایم، جی، پی کالونی مانخورد ممبئی ۴۳۔ فون نمبر: 022-20354077

امام احمد رضا قادری، برکاتی کے افکار و نظریات پر ایک تحقیقی پیش کش

پیغام رضا

خصوصی شمارہ

ترتیب

محمد رحمت اللہ صدیقی

ضخامت: ۴۰۰ صفحات ☆ قیمت: ۱۲۰ روپئے ☆ طباعت وکتابت انتہائی جاذب نظر

ملنے کا پتہ:

سیدہ عابدہ رحمت، نیو مہاڈا بلڈنگ ۹۰/روم نمبر ۵۰۷/ پی۔ ایم۔ جی۔ پی کالونی مانخورد ممبئی۔ ۴۰۰۰۴۳

سرپرست : امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف
نائب : مصباح ملت حضرت علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی ۔ کیلی فورنیا، امریکہ

کتابی سلسلہ
پیغامِ رضا
ممبئی

جلد:۱ ☆ شمارہ:۱
ربیع الآخر تا جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ
مطابق
اپریل تا جون ۲۰۰۸ء

مدیر اعلیٰ
محمد رحمت اللہ صدیقی

مدیران
محمد ادریس رضوی ایم۔اے
محمد جہانگیر حسن مصباحی

قیمت : فی شمارہ: ۲۵/ روپے
سالانہ ممبری فیس : ۱۰۰/روپے
بیرونی ممالک سے : ۲۰/امریکی ڈالر

اس شمارے کا فرمان

حضرت علامہ سید شاہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: ''ایک مرتبہ ملتان میں حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور اس دوران داڑھی کی حد شرع ایک مشت کے واجب ہونے سے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے فتوے کا ذکر آیا کہ جو شخص داڑھی ایک مشت سے کم کرواتا ہے وہ فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتوے پر فقیر نے انوار العلوم کے بعض اساتذہ کی تنقید کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتوے پر تنقید ہم سے برداشت نہیں ہوگی، یہ مدرسہ ان کے نظریات حقہ کا علم بردار ہے۔ ہم کیا ہیں؟ اعلیٰ حضرت ہیں، سب کچھ انہیں کا صدقہ ہے، ہم انہیں کے ریزہ خوار ہیں، ہم انہیں کے نام لیوا ہیں۔ جو شخص اعلیٰ حضرت کے نظریات و تحقیقات شریفہ سے متفق نہیں، ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے، ہمارے مدرسہ میں ایسے شخص کی کوئی گنجائش نہیں۔''

رابطے کا پتہ :
پیغام رضا، پلاٹ نمبر ۵۰۔ روم ۴ (اے)
سائیں بابا نگر، بیگن واڑی، شیواجی نگر۔۲
گونڈی ممبئی ۴۳
فون نمبر: 022-20354077

Plot. No. 50, R. No, 4-A,
Sai Baba Nagar Began Wadi
Shivaji Nagar-2, Govandi,
Mumbai- 43

اس شمارے میں

نعت پاک	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی	۵
اپنی بات	محمد رحمت اللہ صدیقی	۷
پیغامات	• مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی • مولانا قمر الحسن قمر بستوی • ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم • ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق • مولانا سید سراج اظہر • مولانا بدر القادری مصباحی • مولانا شبیہ القادری • مولانا ظفر قادری حامدی • محبوب مینا شاہ • الحاج محمد سعید نوری • مولانا مفتی ولی محمد • مولانا محمد مختار اشرف اشرفی • اکبر علی فاروقی	۱۴ تا ۲۸
گوہر فرمودات	علماء و مشائخ	۲۹
تنقیحات	مولانا مفتی اختر حسین علیمی	۳۱
رضویات		
مسلک اعلیٰ حضرت زندہ و پائندہ باد	سید شاہ آل رسول حسین میاں نظمی	۴۷
مسلک امام احمد رضا	بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی	۵۳
مسلک اعلیٰ حضرت یوں!	مولانا مفتی عاشق الرحمٰن حبیبی	۵۹
توضیح مسلک اعلیٰ حضرت	مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی	۶۴
مسلک اعلیٰ حضرت چیلنج اور تقاضے	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	۶۷
میری جانشینی کا حق اسی کو ہوگا!	مولانا مفتی سید اولاد رسول قدسی	۷۴
مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کیوں؟	مولانا محمد ادریس رضوی	۸۴
مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک نظر	مولانا مفتی محمد مظہر حسن رضوی	۹۰
مسلک اعلیٰ حضرت اور کچھ جدید فکری زاویے	مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی	۹۶
حضرت احسن العلماء اور مسلکِ اعلیٰ حضرت	محمد رحمت اللہ صدیقی	۱۰۸
مسلک اعلیٰ حضرت کی آفاقیت	مولانا محمد قمر الزماں مصباحی	۱۲۶
جماعتی شناخت کے لئے	مولانا محمد رفیق احمد مصباحی	۱۳۰
مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟	مولانا محمد عامر رضا مشاہدی	۱۳۳
شخصیات		
ایک مظلوم عبقری	مولانا قمر الحسن قمر بستوی	۱۳۸
امام احمد رضا: اصلاح معاشرہ اور کامیابی کی تدبیریں	ایم جے ایک القادری	۱۴۰
تعاقبات		
جام نور، کی پانچ سالہ صحافتی خدمات کا عمومی جائزہ	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۱۴۳
ایسا مشورہ ہی کیوں دیں کہ صفائی دینے کی ضرورت پڑے	انیس عالم سیوانی	۱۴۸
مقصود ہے...	محمد رحمت اللہ صدیقی	۱۵۲
یہ سنیت اور رضویت کی تصدیق ہے یا تردید؟	محمد سراج الدین شریفی	۱۷۹
مکتوبات		
• ڈاکٹر لائق علی رضوی • مولانا محمد اشرف چشتی • مولانا ملک الظفر سہسرامی • مولانا مجاہد حسین رضوی • مولانا محمد علی اشرف • محمد خالد رضا • محمد نعیم فردوسی • مولانا محمد صابر القادری • محمد امین اختر امین • مولانا فیضان رضا سبحانی • سید شاہ خورشید انور شمسی		۱۸۲ تا ۱۹۰
منظومات	• سید اولاد رسول قدسی • افتخار امام صدیقی • مولانا عبد التواب حبیبی • سید محمد ہاشمی	۱۹۱
تنقیدات		
	• مولانا محمد ادریس رضوی • وصیل خان • اسد رضا • مولانا مفتی ولی محمد	۱۹۶

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذر امید عفو گر نہ سنیں
روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

محمد رحمت اللہ صدیقی

چپ رہنا ہے جاں سوز تو کہنا مشکل

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس گھر میں کوئی نگراں نہیں ہوتا وہ گھر منارکی کا شکار ہو جاتا ہے، جس خاندان کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا وہ خاندان بکھر جاتا ہے اور جس جماعت میں کوئی قائد نہیں ہوتا اس جماعت کی سلامتی ہر وقت خطرات کے زد پہ ہوتی ہے۔ ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا اس کی اجتماعیت کو زیر و زبر کر دیتا ہے اور مخالف کیمپ کے ایک چھوٹے سے پتھر سے اس کی پیشانی خون آلود ہو جاتی ہے۔ جماعت اہلسنت جو حق و صداقت کی مقدس تعبیر ہے اور جس کا رشتہ ماضی کی تمام تر روایات سے پورے طور پر مربوط ہے آج شدید بحران سے دوچار ہے۔ ہر آنے والا دن اس کی پریشانی میں اضافہ کر جاتا ہے اور اس کے دامن تقدس پہ سوالیہ نشان لگا جاتا ہے۔ اصلاحی سرگرمیاں محدود ہوتی جارہی ہیں اور اختلاف کا دائرہ پھیلتا جارہا ہے۔ جو لوگ جماعت کے ساتھ وفاداری کا صاف ستھرا جذبہ رکھتے ہیں انہیں مشکوک سمجھا جارہا ہے اور جن کی زبان و قلم سے روز فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کی بڑے پیانے پر پذیرائی ہو رہی ہے۔ انہیں نمایاں حیثیت دی جارہی ہے اور ان کے سروں پر بزرگی کا تاج سجایا جارہا ہے۔ ان مناظر کو دیکھ کر انصاف پسند افراد کی پلکیں بھیگ رہی ہیں لیکن آنکھوں سے چھلکتے ہوئے اشکوں کے موتیوں کو دیکھ کر بھی صاحبان جبہ و دستار اپنی روش کو بدلنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

ہمیں نئے چراغوں کا ایسا اجالا نہیں چاہیے جو ہمارے پورے وجود کو تاریکیوں کے سمندر میں ڈبو دے اور ہمیں اپنے تقدس مآب اسلاف کی ڈگر سے اتنا دور پھینک دے جہاں سے واپسی کا تصور دشوار سے دشوار تر ہو جائے۔ ہمیں انہیں شاہراہوں کی ضرورت ہے جن پر ماضی کی مہریں لگی ہوئی ہیں، وہی ذرے ہمارے لیے رشک آفتاب و ماہتاب ہیں جن ذروں نے ہمارے اسلاف کے چاندنی جیسے شفاف قدموں میں عقیدت کے پھول پیش کیے ہیں۔ رت بدلتے ہیں، بدلتے رہیں گے، ہم بدلتے رتوں کی اقتدا نہیں کریں گے۔ ہر

زمانے میں ہمارا ایک جداگانہ تشخص رہا ہے۔ ہم نے اپنے تشخص کو کبھی مٹنے نہیں دیا ہے، ہم نے تشخص کے تحفظ کے لیے درجنوں کربلا کا سامنا کیا ہے۔ ہم اتنے غیور ہیں کہ ہم نے دوسروں سے کبھی اجالوں کی بھیک نہیں مانگی ہے۔ محلوں کی چمک دمک سے ہم کبھی مرعوب نہیں ہوئے ہیں، ہمیں اپنا بوسیدہ کمبل عزیز ہے۔ ہم جدید ایجادات و تحقیقات کے مخالف نہیں ہیں، ہم جدید چیلنجوں سے نظریں بھی نہیں چراتے لیکن جو اجالا ہمارے گھروں کو تاریک کر دے، جو تحریر ہمیں اپنی پاکیزہ روایتوں سے دور کر دے اور جس تحقیق سے اسلاف بیزاری کا دھواں اٹھتا ہو اس تحقیق کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہم ہر تحقیق کو قرآن و حدیث، روایات صحابہ اور اقوال صالحین کے پیمانے پر تولیں گے جو تحقیق اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہوگی ہم اس کا پر جوش انداز میں استقبال کریں گے اور جو تحقیق آئین قرآن سے متصادم ہوگی اسے حقارت کے ساتھ رد کر دیں گے۔

جماعت اہلسنت ان دنوں تقسیم در تقسیم کا شکار ہے۔ اکثر خانقاہوں نے اپنا ایک جداگانہ پلیٹ فارم بنالیا ہے۔ درس گاہوں کا مزاج بدلتا جارہا ہے۔ ہر بڑی درس گاہ اپنی مرکزیت کے لیے کوشاں ہے، مرکز اور مرکزی شخصیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بنارہی ہے۔ جو شخصیتیں اپنے سینوں میں مذہب و مسلک کی خدمت کا بے غبار جذبہ رکھتی ہیں انہیں گوشہ نشینی عزیز ہے، نااہل افراد خود کو منوانے کی جوڑ توڑ میں مصروف ہیں، مشورے دے رہے ہیں، اپنی نادر تحقیقات سے مسائل پیدا کر رہے ہیں، اسلاف کی پگڑیاں اچھال رہے ہیں، صلح کلیت اور آزاد خیالی کو ہوا دے رہے ہیں۔ جو لوگ اپنے دلوں میں بہت دنوں سے فتنوں کو چھپائے بیٹھے تھے اپنے بعض بڑوں کا اشارہ پاکر کمین گاہوں سے نکل پڑے ہیں۔ جو افراد قریب قریب پچاس سال سے بظاہر جماعتی دھارے سے کٹے ہوئے تھے وہ انتقامی جذبے سے سرشار ہو کر سامنے آگئے ہیں اور اپنی زبان و قلم سے زہر اگل رہے ہیں۔ اگر ان بے اعتدالیوں کے خلاف دفاعی آواز کسی طرف سے بلند ہوتی ہے تو اسے دبانے کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کیے جارہے ہیں۔ عوامی اضطراب پہ کوئی توجہ دینے والا نظر نہیں آتا۔ مسلک بیزار ذہنوں کو مسلک پرستی کی سندیں تفویض کی جارہی ہیں اور مسلک نوازوں کی اصلاحی کوششوں کا قاتل بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ ہمارے بعض علماء و مشائخ، اہل زبان و قلم اور ادیب و صحافی حقائق کو جانے بغیر بیمار ذہنوں کی حمایت پر آمادہ ہیں۔ اگر وہ تائید و حمایت سے پہلے حقائق کا جائزہ لے لیتے تو ان کا دامن جانب داری کے الزام سے بچ جاتا اور عوام و خواص شدید الجھنوں سے دوچار نہ ہوتے۔ فتنوں کی پرورش کرنے والا کون ہے؟ آنے والا وقت سب کچھ بتادے گا۔ سچائی ہزار پردوں کا سینہ چیر کر باہر آجاتی ہے، حق کو دبانے کے لیے ساری باطل قوتیں متحد ہیں پھر بھی حق زندہ ہے اور انشاء اللہ تا قرب قیامت زندہ رہے گا۔

تحریکیں اپنے اعلیٰ مقاصد کی بنیاد پر زندہ رہتی ہیں۔ اگر کسی تحریک سے دینی و ملی قدروں کو فروغ مل رہا ہے تو کوئی بھی صحیح الدماغ شخص اس تحریک کے خلاف محاذ کھولنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔ نام و نمود اور مال و زر سب چند روزہ چاندنی ہے۔ ایک مومن کی سب سے قیمتی دولت رضائے الٰہی ہے، رضائے الٰہی سے غفلت دارین میں روسیاہی کا باعث ہے۔ ارباب فکر و نظر اور مصلحین قوم و ملت آخر اس پہلو پر غور کیوں نہیں کرتے کہ ایک استفتا دیکھ کر مستفتی کے لیے تین شمارے مختص کر دیئے گئے۔ مسلسل تین ماہ تک اس کے خلاف زبان و قلم کو ہر طرح کی آزادی دے دی گئی اور ایک منظم، مستحکم اور پڑھی لکھی ٹیم کو دوسری مصروفیات سے ہٹا کر اس غیر سنگین مسئلے پر لگا دیا گیا، اور اسے شعلہ ہی نہیں بلکہ آتش فشاں بنا دیا گیا۔ ملک سے باہر بھی دعوت نامے بھیجے گئے، فون اور ای میل کے ذریعے ذہنوں کو ہموار کیا گیا۔ جن سے حمایت کی امید نہیں تھی ان کو غلط خبریں فراہم کی گئیں۔ جو تحریریں حمایت و مخالفت پر مشتمل تھیں ان سے حمایت والے حصے کو لے لیا گیا اور مخالفت والے حصے کو کوڑے دان میں ڈال دیا گیا۔ اپنے دامن پر پھیلے ہوئے داغ کو چھپانے کے لیے ہر وہ طریقہ اپنایا گیا جس کی سی گریڈ کے آدمی سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

استفتا صرف مقالے کے مطالعے کا ردِّعمل نہیں تھا بلکہ جام نور کی اعلیٰ قیادت سے پہلے گفتگو کی گئی۔ اس کے نظریات کو واضح طور پر سمجھ لینے کے بعد جماعت کی درجنوں اہم شخصیات کو بھی اس نازک صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ میں نے علمی، اصولی اور سنجیدہ انداز میں جواب دینے پر اصرار کیا پھر استفتا کی ترتیب عمل میں آئی، استفتا دارالافتا کو بھیجا گیا۔ چونکہ اسلام میں دارالافتاء کو شرعی عدالت کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی مسئلے کو سمجھنے کے لیے دارالافتا سے رابطہ استوار کرنے کو دنیا کا کوئی بھی سالم الحواس شخص جرم اور فتنے سے تعبیر نہیں کرسکتا۔ فتنہ تو اس وقت ہوتا جب بغیر کسی گفت وشنید کے پوسٹر چھاپ کر یا کوئی کتاب ترتیب دے کر پورے ملک میں پھیلا دی جاتی۔ مفتیان کرام کو صرف سوالات ہی نہیں بھیجے گئے بلکہ سوالات کے ساتھ متنازع مقالہ کی زیراکس کاپی بھی منسلک کردی گئی تھی۔ تاکہ مفتیان کرام مقالہ پڑھنے کے بعد سوالات کو مقالہ کے مندرجات کی روشنی میں دیکھیں پھر جواب دیں۔ مستفتی کو صرف اور صرف شریعت کا مفاد عزیز تھا۔ اگر مقالہ کے مندرجات سے سوالات کی نفی ہوتی تو کسی بھی مفتی کا قلم جواب دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اور بات جہاں سے اٹھی تھی وہیں ختم ہوجاتی لیکن استفتا کو اتنا پھیلایا گیا کہ ساری دنیا اس سے واقف ہوگئی۔ اپنے تو اپنے غیر کی میز پر بھی اسے پہنچا دیا گیا اور انہیں بھی غیر ضروری مواد فراہم کردیا گیا۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت جام نور کا ترجیحی منصوبہ ہے اور وہ اپنے منصوبے پر اب بھی اٹل ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو سمجھنا چاہتا ہے تو جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء جنوری، فروری ۲۰۰۸ء کے شمارے کا سنجیدہ ماحول میں مطالعہ کرجائے، سب کچھ آفتاب کی طرح عیاں ہوجائے گا۔ جنوری، فروری ۲۰۰۸ء کے شمارے میں جو خطوط شامل اشاعت ہیں اس میں اس چیز کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ بعض خطوط سے مسلک اعلیٰ حضرت کی بھرپور تائید ہوتی ہے اور بعض خطوط سے مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ انداز منصوبے کے مطابق اپنایا گیا ہے۔ مستقبل میں پھر جب یہ مسئلہ اٹھے گا تو زیادہ تر خطوط مخالفت میں قبول کیے جائیں گے۔ اس وقت عوام کو یہ بتایا جائے گا کہ ملک کی اکثریت مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالف ہے۔ اس لیے اس کا بولنا، لکھنا اور نعرہ لگانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

ابتدا میں جام نور نے لفظ بریلوی، کی شدت سے مخالفت کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے رد میں لفظ بریلوی کو بطور دلیل پیش کیا اور عوام کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی کہ تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے مخالف ہیں اور وہ بھی اس لفظ کو پسند نہیں کرتے۔ اگر جام نور کی نیت درست ہوتی تو وہ تاج الشریعہ سے ملاقات کرکے اس لفظ کے حوالے سے ان کا مقصد جان لیتا۔ دلی اور بریلی میں زمینی فاصلہ کوئی زیادہ نہیں ہے۔ پھر یہ کہ جدید ایجادات نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر آج کا انسان لمحوں میں پوری دنیا کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ اگر بریلی شریف جانے میں دشواری تھی تو فون سے ان سے رابطہ کرلیا جاتا۔ لیکن بغیر ان سے پوچھے ہوئے پوری دنیا میں ایک غلط پیغام عام کردیا گیا اور اس کے بھیانک نتائج پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا۔ مگر جب استفتا عام ہوا تو جام نور کو اپنا وجود خطرے میں نظر آنے لگا اور اس نے مسلک اعلیٰ حضرت کی قصیدہ خوانی شروع کردی، قصیدہ خوانی پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور دیکھئے کب تک جاری رہتی ہے۔ اگر قصیدہ خوانی میں صداقت ہوتی تو تعارف سواد اعظم کا اعلان نہ کرکے مسلک اعلیٰ حضرت نمبر کا اعلان کیا جاتا۔ تعارف سواد اعظم، کی اشاعت کا مقصد بھی اہل نظر پر ظاہر ہے۔

استفتا کی اشاعت سے جام نور کے تین مقاصد تھے۔ اول یہ کہ مفتیانِ کرام کو اتنا خوف زدہ کردیا جائے کہ ان میں جواب دینے کی جرأت نہ ہوسکے۔ دوم یہ کہ مستفتی کو اتنا بدنام کردیا جائے کہ مستقبل میں جام نور کی مخالفت کے لیے کوئی کمر ہمت نہ باندھ سکے، سوم

یہ کہ عوام وخواص کی پوری ہمدردی جام نور کو مل جائے۔ لیکن یہاں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسے ایک مقصد میں بھی کامیابی نہ مل سکی بلکہ پورے ملک میں شدید بیزاری کی لہر تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ مفتیانِ کرام کے جو جوابات موصول ہوئے ہیں وہ توقع سے زیادہ حوصلہ افزا ہیں۔ فتاویٰ کی اشاعت کے بعد بیزاری میں مزید شدت آئے گی۔ بہت سارے شہروں میں علمائے کرام ومفتیان عظام نے عوام سے جام نور کے مطالعے سے اس وقت تک بچنے کی اپیل کی ہے جب تک کہ وہ توبہ ورجوع نامہ شائع نہیں کر دیتا۔ جام نور کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذیشان صاحب کے مقالہ اور اب تک کی تمام قابل اعتراض تحریروں سے اپنی برأت کا نیک نیتی کے ساتھ اعلان کر دے۔ جب بھی تاریخی تسلسل کو چھیڑ چھاڑ کرنے کی ذہنیت ابھری ہے تو اس کے ساتھ ہی دفاع کے لیے بھی مردان کارمیدان میں آئے ہیں اور فتح وظفر کا سہرا اہل حق ہی کے سر باندھا گیا ہے۔ داغی آم بلا قیمت بھی لینے کے لیے بہت کم ہی لوگ تیار ہوتے ہیں۔ انجکشن اور دوا کے ذریعے بھی داغی آم کو صحت مند نہیں بنایا جاسکتا۔ کولڈ اسٹور یا فریجر میں رکھ دیں تو ممکن ہے جوں کا توں رہے لیکن جب بھی فریجر سے نکالا جائے گا تو وہ داغ زدہ ہی نکلے گا۔ تاریخ کو صحیح تناظر میں پیش کرنا مورخ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ مگر تاریخ کی ایک اہم کڑی کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جانا کبھی اہل علم کا شیوہ نہیں رہا۔

خوشتر صاحب کا کہنا ہے کہ جام نور، اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور اکابر بیزار نہیں ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ میرا اذعان بولتا ہے کہ جام نور، کی تحریک جماعت کے حق میں سم قاتل ہے۔ اس کے بکثرت شواہد موجود ہیں۔ جام نور نے عوامی معتقدات پہ جو نمک پاشی کی ہے اب تک کی جماعتی تاریخ اس کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ اس نے جماعتی ماحول کو اتنا زہر آلود کر دیا ہے کہ اس زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لیے برسوں کا عرصہ درکار ہوگا۔ اس نے زخموں کی جو فصل اگائی ہے اس کی چبھن سالہا سال تک محسوس کی جائے گی۔ جام نور اگر مسلک اعلیٰ حضرت کا انکار کر دیتا تو اس سے صرف اتنا فرق پڑتا کہ منکرین مسلک اعلیٰ حضرت کی صف میں ایک تحریک کا اضافہ ہو جاتا، لیکن اس نے انکار کے ساتھ یہ الزام لگا کر کہ مسلک اعلیٰ حضرت غیروں کا دیا ہوا لفظ ہے ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں افراد کو بے یقینی کے صحرا میں ڈھکیل دیا ہے۔ ذیشان صاحب کا بیان ملاحظہ کریں:

> ’’مسلک اہلسنت وجماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا اور ہمارے خطبا نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کر دی۔‘‘

مذکورہ بیان کو مشورہ بھی نہیں کہا جاسکتا، میں سمجھتا ہوں کہ اسے مشورے کا نام دینا شدید قسم کی نادانی ہوگی جب کہ اکابر کے فرامین سے ذیشان صاحب کے بیان کی بڑے پیمانے پر نفی ہوتی ہے۔ مذکورہ بیان میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ ساری دنیا کے اہل علم، عروض داں اور قوافی داں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں پھر بھی تاویل کی کوئی راہ نہیں نکال سکتے۔ نہ جانے ہمارے بعض اہل زبان وقلم نے کون سی عینک لگا کر اس کا مطالعہ کیا کہ اس میں انہیں کوئی قابل گرفت بات نظر نہ آئی اور وہ جام نور کی تائید میں بیان پہ بیان دیئے جارہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مقالہ کے حرف حرف سے مسلک بیزاری، اسلاف دشمنی اور آزاد خیالی کا لہو ٹپکتا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور لفظ بریلوی، کے حوالے سے ذیشان صاحب کا یہ کہنا کہ ’’ممکن ہے ہمارے اکابر علماء نے اپنے وقت میں قرین مصلحت انہی الفاظ کے استعمال کو سمجھتا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وقتی جذباتیت کے اثر میں انہوں نے ایسا کر دیا ہو‘‘ کیا اس پیراگراف سے اکابر کی عظمتیں لہولہان نہیں ہوتیں۔ پانچ دس افراد پر مشتمل اکابر کی جماعت نے ایسا کیا ہوتا تو ہم جذباتیت کا نام دے کر نظر انداز کر سکتے تھے لیکن پورے ایک عہد پر جذباتیت کا الزام لگا دینا کیا عدل وانصاف کی کوکھ میں خنجر گھونپنے کے مترادف نہیں ہے؟ اس آزاد خیالی کی چلمن سے جو طوفان جھانک رہا ہے اس کے تصور ہی سے جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اب جب بھی کسی آزاد خیال

کے سر پر کسی حقیقت سے انکار کا بھوت سوار ہوگا بہت آسانی کے ساتھ یہ کہہ دے گا کہ ہمارے اکابر نے وقتی جذباتیت سے مغلوب ہوکر ایسا کہہ دیا تھا۔ اس لیے ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم حالات اور مصالح سے آنکھیں موند کر ان کے فرمان کو اپنے اوپر واجب و لازم کرلیں۔ ممکن ہے کل یہ بھی کہہ دیا جائے کہ ہمارے اکابر نے توحید و رسالت سے الجھنے والوں پر جو حکم شرعی نافذ کیا ہے اس میں بھی جذباتیت کارفرما ہے۔ آزاد خیالی کے اس پھیلتے ہوئے شعلوں پر اگر روک نہ لگائی گئی تو جماعتی اقدار و روایات کو مزید تماشہ بننے سے کوئی روک نہیں سکتا:

یہ موسمِ بے زاری رہے گا کب تک؟ یہ شوقِ شرر باری رہے گا کب تک؟
کب تک یوں رہیگا یہاں رقصِ ابلیس؟ یہ دورِ سیہ کاری رہے گا کب تک؟

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی صاحب کا انٹرویو، اسی آزاد خیالی اور اسلاف بیزاری کا ایک اہم اشاریہ ہے۔ شررؔ صاحب نے کتنی آسانی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ جب ہم نے ظفر ادیبی صاحب سے دیوبند کے عناصر اربعہ کے کفر کے تعلق سے بات کی اور کہا کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو ظفر ادیبی صاحب نے کہا کہ علامہ فضل خیر آبادی نے بھی شاہ اسماعیل دہلوی کے کفر کے تعلق سے یہی فرمایا ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے شاہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر سکوت کیوں فرمایا؟ شررؔ صاحب کے اس بیان سے جام نور کے منصوبے کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ پھر بھی ہمارے کرم فرما جناب خوشتر صاحب کہتے ہیں کہ جام نور، میں اعلیٰ حضرت پہ تنقیدی پیراگراف نہیں ہوتے۔

شررؔ صاحب نے کتنی آسانی کے ساتھ اعلیٰ حضرت اور حسام الحرمین، کی تصدیق کرنے والے عرب و عجم کے سیکڑوں مشاہیر علماء و مشائخ کو عوامی نگاہوں میں مشکوک بنا دیا، عوام دلائل و براہین کو نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ہاں اور نا کی اہمیت ہوتی ہے۔ شررؔ صاحب اور جام نور، کی اتنی بھیانک جسارت پہ ہمارے اکابر اب تک مہر بلب ہیں۔ ہماری جماعت کے بزرگ ترین عالم دین اور اشرفیہ مبارک پور کے شیخ جامعہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کی جانب غلط فہمی میں ایک کتاب کا تائیدی تبصرہ منسوب ہوگیا تو آپ نے بروقت اس تائیدی تبصرے سے اپنی برأت کا اعلان فرما دیا جب کہ میری سمجھ کے مطابق اس سے جماعت اہلسنّت کسی خسارے کی زد میں نہیں آرہی تھی لیکن ایک ایسی تحریر جس سے خود حضور حافظ ملت کا دامن تقدس داغدار ہو رہا ہے اس پہ اپنے ردِ عمل کا انہوں نے اب تک اظہار و اعلان نہیں فرمایا پھر یہ کہ شررؔ صاحب نے اپنے انٹرویو، میں آپ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے۔

جب دنیا کے کسی حصے سے شررؔ صاحب کی جسارت پہ کوئی ردِ عمل سامنے نہیں آیا تو خوشتر صاحب نے محسوس کرلیا کہ سمندر موج سے خالی ہو چکا ہے۔ اب وہی آواز معتبر سمجھی جائے گی جو جام نور کے پلیٹ فارم سے بلند ہوگی۔ پھر کیا تھا؟ شررؔ صاحب کے انکشافات کو رنگ و روغن فراہم کرنے کے لیے ذیشان صاحب جبہ و دستار سجا کر اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور بیان دیا کہ ''اعلیٰ حضرت یا مفتی اعظم ہند سے فروعی مسائل میں اختلاف کو ناقابل معافی جرم قرار دینا'' دعوت و تبلیغ کی راہ میں شدید رکاوٹ ہے۔ اور اس سے جماعت کا دائرہ روز بروز سمٹتا جا رہا ہے۔ اس لیے اہل علم و فن کو قدامت پرستی کے حصار سے باہر آنا ہوگا۔ قدیم روایتوں کی زنجیروں کو توڑنا ہوگا۔ رائج سکے اپنی افادیت کھو چکے ہیں۔ عوام و خواص میں تبدیلی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لیے غیروں سے رسم و راہ بنانے کی آزادی دے دی جائے تا کہ جماعت کا دائرہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیل جائے۔ پھر ہمیں آزاد فضاؤں میں سانس لینے پر کسی کی تنقید کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

افسوس اس بات پہ ہے کہ ہمارے بعض بڑے حضرات بھی جام نور، کی زبان استعمال کرنے لگے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر کبھی بریلوی،

کبھی مسلک اعلیٰ حضرت، کبھی فاضل بریلوی، کبھی مفتی اعظم کا مفتی اعظم ہونا اور کبھی مفتی اعظم کا مجدد ہونا، جیسے الفاظ زیر بحث لانے کی کوشش فروغ پارہی ہے۔ ہم اپنے بڑوں کی نیت پر کسی قسم کا شک نہیں کر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کی نیت پر خیر کا پہلو غالب ہو لیکن توجہ طلب یہ پہلو ہے کہ ان بحثوں سے جماعت کو فائدہ ہو رہا ہے یا نقصان؟ ہم عوامی اضطراب دیکھتے رہتے ہیں۔ لہٰذا خدارا ان بحثوں کو نہ چھیڑا جائے جس سے جماعت پشیمانی سے دوچار ہو۔ اکابر اختلافی مسائل کے تصفیے کے لیے ٹھوس اقدامات کریں، ورنہ مزید تباہیوں کے امکانات کو روکا نہیں جاسکتا۔ یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ جام نور کی پیش قدمیوں کا سلسلہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ اگر ہمارے بعض بڑوں کی مکمل پشت پناہی اسے حاصل نہ ہوتی۔ ہماری باتوں کو کوئی منفی رنگ نہ دیا جائے۔ ہم اپنے بڑوں کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں ہیں۔

ہم نے جام نور کی تضاد بیانی، تاریخ گری اور مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف محاذ آرائی پر مشتمل طویل اداریہ لکھا تھا۔ بعض مخلص احباب نے مشورہ دیا کہ اتنا طویل اداریہ عام قارئین کے لیے بوجھ ثابت ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ اس کے مطالعے کے بعد بعض اس سے اہم مقالات کے مطالعے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا نہ کرسکیں۔ اس لیے اسے کوئی عنوان دے کر مقالات کی صف میں ڈال دیا جائے اور دو چند صفحات میں پیغام رضا، کا مقصد اشاعت، حالات اور تقاضے بیان کردیئے جائیں تاکہ قارئین کے دل میں دوسرے مقالات کے مطالعے کا جذبہ محفوظ رہ سکے۔ احباب کا یہ مشورہ ہمیں بھلا معلوم ہوا۔ اب اداریہ ''مقصود ہے اس بزم میں اصلاح مفاسد'' کے عنوان سے اندر ملاحظہ کریں۔

اب تک پیغام رضا، سال نامے کی شکل میں اشاعت پذیر ہوتا رہا ہے۔ اس کی اشاعت کا مقصد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے افکار ونظریات اور ان کی بے پناہ دینی، ملی اور علمی خدمات کو عمومی انداز کے ساتھ دوسرے اکابر علمائے اہلسنت کی حیات وخدمات کو بڑے پیمانے پر اجاگر کرنا ہے۔ ادھر کچھ برسوں سے بعض جماعتی رسائل نے اعلیٰ حضرت، کی ذات اور ان کی خدمات کو ہدف تنقید بنانا شروع کیا۔ ان رسائل کی ہمنوائی میں کچھ چہرے بھی نمودار ہوئے اور انہوں نے بھی اپنی غیر موثر تحقیق کا سرنامہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات کو بنایا۔ اہل انصاف ودیانت کا سکوت مسلسل ان کے حوصلے کو توانائی فراہم کرتا رہا اور اس حوالے سے وہ کچھ زیادہ ہی جری ہوگئے۔ اہل علم وفن کا ایک بڑا طبقہ اس نازک صورت حال سے شدید اذیت کا شکار تھا۔ جوابی کارروائی کا جذبہ ان کے اندر انگڑائیاں لے رہا تھا لیکن ان کی تحقیقات کو جگہ دینے کے لیے کوئی جماعتی رسالہ تیار نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ پیغام رضا، کو سہ ماہی کردیا جائے تاکہ اٹھتے ہوئے طوفانوں کا بروقت سر کچلا جاسکے، اگر عوامی اعتماد وتعاون حاصل رہا تو ممکن ہے کہ اس کی شکل ماہانہ صورت اختیار کرلے۔ ہر چند کہ یہ کام انتہائی دقت طلب ہے پھر بھی حوصلہ جوان ہے اور جب حوصلے جوان ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی بھی معاون بن جاتی ہے پھر آدمی کے لیے بڑے سے بڑا کام بھی کوئی مشکل نہیں رہ جاتا۔

پیغام رضا، کے اس شمارے میں دو درجن سے زائد ملک وبیرون ملک کی اہم شخصیات کے مقالات، تاثرات وپیغامات شامل ہیں۔ گوہر فرمودات کے عنوان سے مسلک اعلیٰ حضرت پہ علماء ومشائخ کے تائیدی کلمات کو جگہ دی گئی ہے۔ باب تنقیحات میں حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب علیمی اور دوسرے مفتیان کرام کے مسلک اعلیٰ حضرت اور جام نور کی مسلکی روایات سے انحرافی کوششوں پر تحقیقی اور معلوماتی فتاوے شامل ہیں۔ ان فتاوں پر ملک کی تین درجن سے زائد اہم شخصیات نے مہر تصدیق ثبت کی ہیں۔ باب رضویات میں بھی ملک کی اہم شخصیات کو جگہ دی گئی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ نازش برکاتیت حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ، ماہ ہفت لسان حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن قادری حبیبی، حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی پاکستانی، حضرت

مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری ممبئی، حضرت مولانا مفتی سید اولاد رسول قدسی مصباحی، حضرت مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی بدایوں شریف اور حضرت مولانا رفیق احمد مصباحی، امریکہ، بزم تعاقبات میں حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد ادارۂ شرعیہ پٹنہ، حضرت مولانا انیس عالم سیوانی، مولانا سراج الدین شریفی اور راقم الحروف نے شرکت کی ہے۔ اول الذکر دونوں شخصیات کے مقالات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیغامات کا باب بھی بڑا دلچسپ ہے۔ یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس شمارے کا ہر باب قارئین کے ذوق کا آئینہ دار ہے۔ پھر بھی اصل فیصلہ قارئین کو کرنا ہے۔ اللہ کی رحمت شامل حال رہی تو ہم قارئین کی بزم میں بہتر سے بہتر سوغات لے کر حاضر ہوتے رہیں گے۔

پیغام رضا، کی یہ حسین اور پر کیف محفل سجانے، سنوارنے اور نکھارنے میں یوں تو بہت ساری اہم شخصیات احباب اور متعلقین کی کوششیں شامل ہیں۔ ان سب کا نام بنام شکریہ تو یہاں بہت مشکل ہے لیکن کچھ ایسے نمایاں چہرے ہیں جو ہماری نگاہوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہیں ہوتے۔ مصباح ملت حضرت مولانا سید اولاد رسول قدسی، حضرت مولانا منصور علی خاں ممبئی، حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، قاضی شریعت حضرت مفتی اشرف رضا قادری، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی رودولوی، حضرت مفتی اختر حسین علیمی، حضرت مولانا انوار احمد امجدی، حضرت مولانا قمر الزماں مصباحی، حضرت ڈاکٹر امجد رضا امجد، حضرت الحاج سعید نوری رضا اکیڈمی ممبئی، حضرت مولانا صابر القادری، ناظر نعمان صدیقی اور میری شریک حیات سیدہ عابدہ رحمت ان کرم فرماؤں نے قدم قدم پر ہمارے حوصلوں کو توانائی فراہم کی ہے۔ رب کائنات دارین میں انہیں سرخ روئی سے ہمکنار کرے، آمین۔ اس دو رباعی کے ساتھ آپ سے رخصت چاہتا ہوں:

تاریک ہے شب نور سحر دے مولا　　بے خانماں لوگوں کو بھی گھر دے مولا
جو دن کی سپیدی میں نہ دیکھیں کچھ بھی　　ان کور نگاہوں کو نظر دے مولا
گم راہ کو ہے راہ بری کا دعویٰ　　ہے سنگ کو بھی شیشہ گری کا دعویٰ
اب اہل نظر خیر منائیں اپنی　　کم بیں کو بھی ہے دیدہ وری کا دعویٰ

پیغامات

حضرت مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب صدیقی

دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ مرتبہ ذیشان مصباحی شائع شدہ جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء سے آپ نے صرف مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی جو اہل سنت و جماعت کا علامتی نشان ہے مضمون نگار کے بے جا دست اندازی کے تعلق سے آپ نے استفسار فرمایا ہے جبکہ مسلک اعلیٰحضرت سے بہت زیادہ خطرناک منصوبے اس مضمون میں شامل ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے اسے زیر سوال کیوں نہیں درج کیا۔ میرا خیال ہے کہ جلد بازی یا قلت تامل سے آپ نے کام لیا ہے۔ وہ منصوبے جو مسلک اعلیٰ حضرت کے استعمال سے کہیں زیادہ جماعت کے حق میں سم قاتل ہیں وہ ہے اعلیٰحضرت یا مفتی اعظم ہند کے فروعی مسائل میں اختلاف کو نا قابل معافی جرم تصور کرنے والا عنوان اس تحریک کے پیٹ کا کینسر ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے فتوے کے خلاف فتوے قبول کرنے کے عام ذہن تیار کیے جائیں پھر یک بیک ان کے اصولی احکام پر شب خون مارا جائے اس طرح ظفرادیبی، پھلواروی، فرنگی محلی اور بعض رامپوری مولویوں کی ٹولیاں جو ہم سے روٹھی ہوئی ہیں مان جائیں پھر ان کے تعلقدار دیو بندی، وہابی سے ملنے جلنے کی راہ ہموار ہو جائے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے حصار میں رہ کر بد مذہبوں کے دستر خوان و نذرانے کو جلوۂ دست دھن بنانا آسان کام نہیں ہے لوگوں کی تھوتھو سے سارا جسم آلودہ ہو جائیگا۔

باین وجہ مسئلہ دعوت وتبلیغ کی راہوں کے مسدود ہونے کا نہیں ہے بلکہ شکم پروری کی راہوں کو ہموار کرنا ہے۔

چنانچہ اگلے کئی سالوں سے اسی ناپاک ڈگر پر لیجانے والی تحریریں جام نور، دہلی و ماہ نور، میں پڑھنے کو مل رہی ہیں جیسے ماہ نور، کے حقوق انسانی نمبر میں شرر صاحب مصباحی فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں لوگ غیروں سے علیحدہ رہنے، ان کے ساتھ رسم و راہ کو کیوں منع کرتے ہیں حالانکہ ابی ابن منافق کے جنازہ کی نماز حضور اکرم نے پڑھائی وغیرہ وغیرہ (مفہوم مضمون) اسی طرح ایک مرتبہ مولانا اسید الحق بدایونی صاحب کے مضمون میں یہ پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ تہتر فرقوں میں بہتر (۷۲) کو دوزخی فرمایا گیا، اس سے مراد دخول ہے یا خلود

اور صرف دخول پر قلم بے بہارنے جزم کیا۔ اسی طرح جام نور، کی حیرانی کا ذکر کرتے ہوئے بعض معتبر حضرات نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت متن کیوں ہیں ان کے دور کے علماء حاشیے پر کیوں نظر آتے ہیں۔ یہ سب مقدمات و مبادیات اسی پھلواروی وظفرادیبی کے نظریہ عدم تکفیر کے فروغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے شیوۂ آبرو کو پیوند خاک کرنے کے لئے تیار کیے ہیں۔ خوشتر نورانی ایڈیٹر جام نور، اور انکے دوستوں کی عقل ماری گئی ہے جو لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے لیے القاب وخطاب اعلیٰحضرت کو لکھنے والوں کے لئے وقت طلب ہیں۔ استغفر اللہ، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار القاب وخطابات واسماء سے نوازا کیئے یہ اہتمام حضور رحمۃ للعلمین کی طرف رجوع کی علامت ہے یا حضور اکرم کی ذات اقدس کو وقت طلب بناتا ہے۔ خوشتر نورانی کو قرآن شریف کی تلاوت کی توفیق ملی ہوتی تو ذالك فضل الله يوتى من يشاء آیۃ بتاتی کہ اعلیٰحضرت متن کیوں ہیں، باقی حضرات حاشیے کیوں، میرے ذہن میں برسوں سے ایک خلجان ہے نورانی صاحب دور کردیں تو میں جانوں وہ یہ کہ شیخ الدلائل حضرات عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے کونے کونے سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں علماء آتے ہیں سب جوتے چٹخاتے چلے جاتے ہیں، کوئی پوچھتا نہیں ہے مگر مولانا احمد رضا صاحب جب تشریف لاتے ہیں تو ان دونوں مقامات کے علماء کی عید ہوجاتی ہے۔ سب ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا کی اس پزیرائی کا راز آج تک نہ سمجھ سکا۔ مولانا اسیدالحق صاحب بہتر فرقے جوجہنمی ہیں ان کے خلود دخول کے تعلق سے آپ پریشان نہ ہوں سورۂ اخلاص کا وظیفہ پڑھئے سینے پر دم کیجئے دل کھل جائیگا۔ پھر بھی آپ کی معلومات کے لئے میں بتادوں کہ جس فرقہ کے اقوال حد کفر تک پہونچے ہیں وہ یقیناً خلود فی النار ہیں جیسے دیوبندی کے طواغیت اربعہ اور اس کے متعلقین اور جس فرقہ کے اقوال حد کفر تک نہیں پہونچے تو وہ دخول کے مستحق ہیں جیسے خارجی، معتزلہ، نبراس جوشرح عقائد کی شرح ہے دیکھ لیں اور آئندہ ایسے مضمون لکھنے سے پرہیز کریں جس سے عوام یا عام لوگوں میں تذبذب کے خیالات پیدا ہوں۔

شرر صاحب آپ کی ذات بے حد چرچے کا سبب بنتی جارہی ہے۔ آپ ذاتی طور سے جہاں کہیں جی چاہے منہ، ماریے اس سے کسی کو غرض نہیں مگر سنیت اور مصاحبت کا لیبل لگا کر شعار سنیت اور ذریعۂ حلاوت ایمان کے خلاف قلم فرسائی کرکے ناعاقبت اندیش مت ہوں۔ ابی ابن منافق والی روایت قرآن سے اور حضور اکرم کی بہت ساری حدیثوں سے منسوخ ہوچکی ہے۔ یہود ونصاریٰ، کفار ومشرکین کے سرداروں کے ساتھ رواداری شرعاً منع نہیں ہے مگر مرتدین حکم سے مستثنیٰ ہیں وہ زیرسیف میں اسکا حکم تمام کفار سے سخت تر ہے ان سے مصافحہ، معانقہ حتی کہ ادنیٰ مجالست تک حرام وگناہ ہے، فتاویٰ امجدیہ، بہار شریعت دیکھ لیں ہوسکتا ہے ظفرادیبی کی شاگردی کا زہر اتر جائے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی بیش بہا انجکشن آپ کو دے رہے ہیں دیکھئے کب آپ کو شفا ملتی ہے۔

(۱) مولانا رحمت اللہ صاحب مسلک اعلیٰحضرت کے تعلق سے آپ کی خدمت میں شاہکار علم وفن، آبروئے اہل قلم، ماہر ہفت لسان مفتی عاشق الرحمٰن صاحب کا ایک رسالہ مسلک اعلیٰ حضرت یوں؟ بھیج رہا ہوں۔ جو بہت جامع ہے۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کے لئے کلک حبیب ہے۔ اسکو شائع کردیں۔

(۲) اعلیٰ حضرت اور سیدنا مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہما کی تحقیقات علمیہ چاہے وہ ادنیٰ مسئلہ ہو اس پر چل کر مرنا سرخروئی کا باعث اور عین سعادت ہے، اکابر کا شیوہ ہے۔ حلاوت ایمان کا ذریعہ ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت کا تذکرۂ جمیل سبحان اللہ حتی یاتی الیقین کی منزل تک غازۂ ایمان ہے، علامت اہل سنت ہے، حضرت علامہ عباس مالکی مکی علیہ الرحمہ کا ارشاد مبارک اس پر شاہد عدل ہے۔ علامہ قادر بخش علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کے ذکر کو خوش عقیدہ و بدعقیدہ کے مابین امتیاز بتایا اسکے خلاف ردعمل ظاہر کرنے والے مستند مفتی ہو ہی نہیں سکتے۔

حضرت مولانا محمد قمر الحسن قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

گرامی قدر حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی مدظلہ العالی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی جو جون ۲۰۰۷ء کے دوسرے ہفتے میں بمبئی میں ہوئی۔ نام شنیدہ۔ کاردیدہ تھا مگر بالمشافہ ملاقات نہ تھی، وہ اپنی ڈھیر ساری کاوشوں کے ساتھ راقم السطور کے پاس تشریف لائے۔ یہ ان کی کرم فرمائی تھی۔ تعارف وتعریف کے بعد انھوں نے اپنی متعدد فکری کاوشوں کے گراں قدر نمونے دکھائے۔ میں کبھی ان کو دیکھتا اور کبھی ان کی خداداد صلاحیت کو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بعض درشاہوار اپنی شعاعوں کو پنہاں رکھتے ہیں مگر ان کی قیمت کا اندازہ وہ جوہری ہی کرسکتا ہے جس کی نگاہ محک و معیار پر ہوتی ہے۔ بلاتمثیل مولانا موصوف میرے نزدیک اسی طرح ہیں۔ کم گو، متحمل مزاج، سنجیدہ مگر علم وفہم کا رسوخ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا محسوس ہوا۔ عالمانہ وقار کے ساتھ سخن فہمی اور سخن سنجی کا بڑا جاذب ذوق رکھتے ہیں۔

پیغام رضا، سالانہ مجلہ مارچ ۲۰۰۷ء کی دو کاپی عنایت کی۔ امام اہلسنت کی نیاز مندی سطر سطر سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اور قدیم و جدید فکری ہم آہنگی سے یہ مجلہ مرصع نظر آیا۔ آج کے اس دور میں اگر امام اہلسنت کی نیاز مندی کا کوئی حصہ کسی دردمند دل کو مل جائے تو اسے عنایت خداوندی کا خاص حصہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اس جدید دور میں بھی امام اہلسنت کی ذات مسلک اہلسنت کے لئے مرکزیت کا وہی درجہ رکھتی ہے جس طرح ماضی میں ہمارے اکابر حق و باطل میں جوہر ممائز کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب اپنی فکر کے صائب دھارے کو اسی سمت لے جارہے ہیں جس طرف کامرانیاں آئینہ بن کر جھلکتی ہیں۔

''پیغام رضا'' کی ان دو کاپیوں سے یقینی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصوف ایک نہ تھکنے والا عزم راسخ رکھتے ہیں۔ اور ''پیغام رضا'' دنیائے سنیت کی وہ آواز ہے جس میں نغمۂ صداقت مضراب حقیقت پر ہمہ دم سنا جاسکتا ہے۔ رب کریم اپنے محبوب کے صدقے حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی کو مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ اور پردۂ غیب سے ان کی مدد فرمائے۔ آمین۔ محمد قمر الحسن عفی عنہ

ہوسٹن امریکہ


ڈسٹری بیوٹر
نیشنلس رایل ٹچ
Distributors
National's Royal Touch®
InamullaKhan
HimmatKhan
انعام اللہ خان، ہمت خان
سی، سی فیبرکس، سرپلس لاٹ، کٹ پیسیز
C.C. Fabrics,
Surplus Lot,
Cutpieces
دکان ومکان کی آرائش وزیبائش کے لئے، ہول سیل ریٹ میں رابطہ کیجئے۔
پولی نووا انڈسٹریز
لمیٹیڈ
POLYNOVA
INDUSTRIES LTD
نیشنلس رایل ٹچ گروپ سہ ماہی پیغام رضا کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔
Office & Godown
Maqsood Estate, Godown No.
1&2, C.S.T. Road, Near Kurla Bus Depot,
Kurla (w) Mumbai-400070
Telephone
25033118
25035096
Telefax
25033118

Department of Islamic Studies

JAMIA HAMDARD
(HAMDARD UNIVERSITY)
(Established on 10.5.1989 under Section 3 of the UGC Act, 1956)
Hamdard Nagar, New Delhi-110062 (India)

Phone : (O) 2605 9688
Ext. 5884, 5385
Res. : (R) 2606 8941
Mobile 9868283039
Fax : 91-11-26051663
E-mail : gyanjum92@yahoo.co.in
gyanjum@jamiahamdard.ac.in

DR. G. Y. ANJUM
HEAD

پیغام

ہندوستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں اور ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کے اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے کی بھرپور آزادی ہے۔ مذہب اسلام کے پیروکار متعدد خیموں میں بٹے ہوئے ہیں سنی اور شیعہ جماعتیں تو عہد صحابہ سے ہی موجود ہیں۔ خیر القرون کا دور ختم ہوتے ہی اسلام کو لوگوں نے مزید مختلف خانوں میں بانٹ کر رکھ دیا رافضی، خوارج، چکڑالوی، قادیانی اور عہد حاضر کے وہابی، دیوبندی اور غیر مقلدین کی طرح بے شمار فرقوں نے جنم لیا جنہوں نے کسی خارجی دباؤ یا لالچ کی بنیاد پر اسلامی شریعت کو اپنی طبیعت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں یہ فرقے بسا اوقات باہم دست و گریباں بھی ہوئے لیکن اصل اسلام کیا ہے اس کا عملی نمونہ صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے والہانہ محبت کر کے پیش کیا جس کے باعث ان کی زندگی حدیث نبوی اصحابی کالنجوم بایهم اقتديتم اهتديتم کے مطابق دنیا کے مسلمانوں کے لئے مینارۂ ہدایت بنی، تابعین و تبع تابعین نے جس پرسختی سے عمل کیا اسی عقیدہ وعمل اور فکر ونظریہ کی نمائندگی اس دور میں علمائے اہل سنت و جماعت کر رہے ہیں۔

یہ اسلام مختلف نشیب وفراز سے گزرتا ہوا ہم تک پہنچا کبھی یزیدی فتنہ نے اس کی اصل شکل کو مسخ کیا تو کبھی سبائیوں نے اس کا رنگ دھندھلا کیا، کبھی قادیانت نے اس کے نقش ونگار کو پھیکا کیا تو کبھی وہابیت اور غیر مقلدیت نے اس کے مسلمہ اصولوں کے ساتھ کھلواڑ کیا، ایک زمانہ تو وہ آ گیا نبی کو مردہ ماننا صرف نہیں بلکہ مٹی میں مل جانا، نبی کو مجبور محض ماننا، نبی کے علم کو شیطان کے علم سے کمتر جاننا ضروریات دین سے سمجھا گیا اور اسلام کے پیروکاروں کو یہ بتایا گیا اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا اور یہ بھی اسلامی عقیدہ بتایا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب بالواسطہ کل ہوگا یا بعض کل تو عقلاً محال ہے اور اگر بعض ہے تو ایسا علم ہر صبی (بچے) مجنوں (پاگل) حیوانات بہائم (چوپایوں) کو بھی حاصل ہے اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی کیا تخصیص ہے؟ نبیٔ رحمت کی رحمۃ اللعالمینی پر بھی قینچی چلائی گئی اور یہ کہا گیا کہ وہ عالمین کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں اور مسلمانوں میں وہ لوگ جو مکلّف بہ اسلام ہیں صرف ان کے لئے رحمت ہیں۔ الغرض ان باطل نظریات نے انیسویں صدی میں اسلام کا چہرہ بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس صراط مستقیم پر بدعقیدگی کی ایسی دبیز چادر

Res. : Flat No. 401, RZ-2541/28, Tughlaqabad Extn., New Delhi-110019

ڈالدی گئی تھی کہ اصل اسلام کا راستہ کیا ہے لوگ تقریباً بھول گئے تھے۔ خدا بھلا کرے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری کا جنھوں نے جہد مسلسل سے اس راہ حق سے بدعقیدگی کی دبیز چادر کو نہ صرف ہٹایا بلکہ باطل عقائد ونظریات کی تردید اور بیخ کنی کرکے اس صراط مستقیم کو امت مسلمہ کے استعمال کے قابل بنایا ان کی اسی مجاہدانہ کارکردگی کی بنیاد پر انہیں امام اہل سنت اور ان کے اس کارنامے کو ان کے لقب کی مناسبت سے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے تعبیر کیا گیا ٹھیک اسی طرح جس طرح موجودہ زمانے میں اگر کوئی پرانی غیر استعمال سڑک کو کوئی قومی لیڈر اپنے فنڈ سے صاف ستھرا کرا کے استعمال کے قابل بنادے اور پھر اس پر اپنے نام کو بورڈ لگادے۔ ٹھیک یہی حال مسلک اعلیٰ حضرت کا ہے۔ جو دراصل صحابہ کرام، اولیائے عظام اور علمائے ذوی الاحترام کا مسلک ہے۔ جس کی تجدید امام اہل سنت مولانا احمد رضا قادری نے کی اور بعد کے لوگوں نے اسے ''**مسلک اعلیٰ حضرت**'' کا نام دیا۔

موجودہ زمانہ میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی مسلک ارباب حق کی پہچان ہے۔ ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کو اسی تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ میں مبارکباد دیتا ہوں **پیغام رضا** کے مدیر مولانا رحمت اللہ صدیقی کو جنھوں نے وقت کی نزاکت اور ضرورت محسوس کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے پیغام رضا کا ایک ضخیم نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا اور میں ان معاونین کو بھی مبارکباد دیتا ہوں جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے، قلمے ان کی معاونت اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجھے امید ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے جو بدگمانیاں ارباب حق میں راہ پاگئی ہیں زود اثر دواؤں کی طرح یہ نمبر ان پر اثر انداز ہوگا اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطاہرین



(پروفیسر غلام یحییٰ انجم)
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی
ہمدرد نگر نئی دہلی ۶۲

ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق

آخری آسمانی کتاب قرآن حکیم میں اللہ جل شانہ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ شیطانِ ملعون بنی نوع کا کھلا دشمن ہے۔ تو اے ایمان والو! شیطان کی پیروی اور اتباع سے بچو۔ وہ تم میں حلول کر جاتا ہے اور اپنے وساوس خبیثہ سے تمہیں گمراہ کرتا ہے، راہ حق سے ہٹا دیتا ہے۔

امت مسلمہ اس امتحان سے ہمہ وقت دوچار ہے، بہ ہر زمان و بہ ہر مکاں۔ دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو انفرادی و اجتماعی، قومی و ملی، ملکی و سیاسی طور پر تباہ و برباد کرنے کی ایک عالمی سازش رچی اور اس کا سلسلہ ہمارے ماضی، حال اور مستقبل پر محیط نظر آتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ترکیہ کو تہ و بالا کر دیا۔ سلطانِ ترکی کو حرمین شریف کی خدمات صحیحہ سے محروم کر دیا گیا۔ عقائد قرآنیہ اور ایمان وایقان میں بحران پیدا کر کے بطلان کی صورتیں نکالیں اور وہ سب کلمۂ توحید کے نام پر۔ جزیرۃ العرب کو حضور آقا نے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے تناظر میں بلا کر رکھ دیا۔ اہل اللہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، عاشقانِ رسول کا قتل عام کیا۔ اس طرح نمودِ قرنِ شیطان کی پیشن گوئی صادق آئی۔

اس عظیم فتنے اور تہلکہ خیز زلزلے کا شدید اثر برصغیر ہند پر بھی پڑا اور ہندوستان کے قلب دہلی کو ''کتاب التوحید'' کی ترجمانی میں نجدیت اور وہابیت کا مرکز بنا دیا گیا، یہاں سے ذریاتِ شیاطین کفریہ عقائد وضلالت کا پرچم لیے غول درغول نکلنے لگے اور تا حال یہی حال ہے۔

اللہ کے نیک بندوں نے اپنے اپنے علاقوں میں دفاعی کوششیں شروع کیں۔ اس کے توڑ اور تردید کے لیے زندگیاں وقف کر دیں، ابتلا و آزمائش کے کڑے وقت سے گزرے۔ عقائد حقہ سوادِ اعظم اور سنتِ رسول اللہ کی روشنی کے لیے چراغ پر چراغ روشن کرتے رہے، دلوں کا خون جلاتے رہے۔ نور و ظلمت کی اس کشاکش میں **جاء الحق و زهق الباطل** کا نشانِ صداقت بلند ہی رہا کہ قولہ تعالیٰ **ان الباطل كان زهوقا.**

فدایانِ حق اور جاں دادگانِ سنت و جماعت کی زبانیں یہ کہتے نہ تھکیں کہ ع

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

چودھویں صدی ہجری میں حق و باطل کے اس عرصۂ کارزار کا مجاہد قرطاس وقلم، مصباح الظلم، صاحب علم، مستند عرب وعجم صاحب قلعۂ مضبوط و مستحکم اُس نابغۂ روزگار و عاشقِ رسول مختار کو قرار دیا گیا جس کا نام نامی واسم گرامی امام احمد رضا فاضل بریلوی ہے۔ آپ نے جس مذہب، جس مشرب، جس مسلک کا دفاع کیا، استحفاظ کیا، اشاعت کی۔ وہ وہی مذہب ومسلکِ اہل سنت ہے جو غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا تھا، جو خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی کا تھا، جو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ فردوسی کا تھا، جو سیدنا مخدومنا حضرت ابوالعلاء احراری اکبرآبادی کا تھا، جو سیدّنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمہم اللہ اجمعین کا تھا۔

کون ہے؟ جو ان اساطین دین وملت وتصوف وطریقت وشریعت محمدی کے معتقد ومقلد، مجدد ومعتمد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مذہب ومشرب اور مسلک پر انگشت نمائی کر سکے۔ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم الشان مشن یعنی تحفظ عقاید اہل سنت و جماعت کو آگے بڑھانے اور اسے فروغ دینے والے ہر صغیر و کبیر کو میرا سلام عقیدت۔ ہند و پاک میں ایسے باصلاحیت خوش نصیبوں کی کمی نہیں جو پیام اعلیٰ حضرت، پیغامِ اعلیٰ حضرت، معارفِ اعلیٰ حضرت بلکہ جہانِ اعلیٰ حضرت کا پرچمِ اخضرِ نورانی بلند کیے ہمالیائی بلندیوں کو شرم وخجالت سے پانی پانی کر رہے ہیں۔

مجاہدین اسلام میں ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے رات کی تاریکی میں، خود کو چھپا کر مال غنیمت میں حاصل تاج شاہی تک بیت المال کے حوالے کر دیا اور تاریخ آج کا مرد مجاہد کا نام بھی بتانے سے قاصر ہے۔ حقانیت وسنیت کے اس مشن کو بے لوثی کے ساتھ، حرصِ نام ونمود سے پاک رہ کر آگے بڑھانے میں جو اللہ کے نیک بندے تن من اور دھن سے لگے ہوئے ہیں وہ باعث فخر و قابل صد تحسین ہیں۔ تاریخ کے صفحات ان کے روشن نام اپنے سینوں پر ثبت رکھیں گے۔ بروز حساب انہیں آقائے نامدار صاحب اختیار سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی، انشاء اللہ القدیر العزیز۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

کمترین، طلحہ رضوی برق عفی عنہ

۱۲ر فروری ۲۰۰۸ء

سراج ملت حضرت مولانا حافظ و قاری سید سراج اظہر صاحب

سلام مسنون نیک دعائیں

مولانا رحمت اللہ صاحب .... ہماری دو تین پیڑھی اسی مسلک کی عامل و ناشر رہی ہے۔ ہم اپنے اہل مذہب اہلسنّت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے ہم پابند ہیں۔ عقیدت کو بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہی پہ کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور اسی سے رشتۂ مودت جوڑتے ہیں جس کی عادات واطوار سے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے وفاداری کا اظہار ہوتا ہے۔ دور حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت اہل حق کی علامت و پہچان ہے جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت، کی مخالفت پر آمادۂ عمل ہیں اور جو کھلے عام یادر پردہ مخالفین کے عمل سے خوش ہیں در حقیقت ان کا دل حلاوت ایمان سے خالی ہے۔

اسلاف کے بنے بنائے راستے سے ہٹ جانا یہ بہت بڑی کم نصیبی ہے۔ ہمارے اکابر نے دیکھا کہ ایمان وعقیدے کی سلامتی مسلک اعلیٰ حضرت ہی میں دائر ہے، اسی لیے انہوں نے اس پہ عمل کیا اور عمل کی دعوت دی۔ اب ہماری مذہبی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے عمل اور دعوت کو آگے بڑھاتے رہیں اور دنیا کو بتاتے رہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے حصار میں آجاؤ عشق وایمان کے ڈاکوؤں کے حملے سے بچ جاؤ گے۔

مسلک اعلیٰ حضرت، کے تعلق سے ہم کسی کے مشورے کے محتاج نہیں اگر ہرایرے غیرے کے مشورے کے قبول کرنے کا سلسلہ چل پڑا تو جماعت ایک تماشہ بن کر رہ جائے گی۔ جماعت کے حق میں مشورہ دینا یہ کام ہمارے اکابر علماء و مشائخ کا ہے۔ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا یہی وجہ ہے کہ مفتیِ اعظم ہند کانفرنس منعقدہ ۱۳/۱۴/ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۳/۲۴/ جنوری ۲۰۰۸ء میں کثیر علماء و مشائخ کی موجودگی میں ہم نے تین تجویزیں رکھی تھیں (۱) ہم سب اپنے اکابر واسلاف کی پیروی کرتے ہوئے ”حسام الحرمین“ کی تائید وتوثیق کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور اسلاف دشمن طاقتوں سے دوری بنائے رکھیں گے۔ (۲) جولوگ مسلک اعلیٰ حضرت، سے اتفاق نہیں کرتے وہ صلح کل ہیں ان کے اقوال وافعال کی ہم شدت سے مخالفت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ جام نور، کا مدیر اعلیٰ خوشتر نورانی جب تک اپنی حرکات قبیحہ سے تائب نہیں ہوتا اسوقت تک جام نور، کا بائیکاٹ جاری رہے گا۔ اور اس کی صلح کلیت سے عوام کو آگاہ کرتے رہیں گے۔ (۳) حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہی، مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اعلیٰ حضرت تا حیات مسلک امام اعظم کی ترویج فرماتے رہے اگر ان کی ولادت نہ ہوتی تو برصغیر ہندو پاک کے مسلمان امام اعظم کی عظمتوں سے واقف نہ ہوتے۔ ہماری ان تجویزوں کی علماء وعوام نے بھرپور انداز میں حمایت کی۔

پیغام رضا، کی خصوصی اشاعت ہمارے لیے نیک شگون ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنی مذکورہ بالا تجویزوں کو اپنے دوسرے علماء و مشائخ اور عوام تک پہنچا رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اس کے اچھے اثرات بھی ظاہر ہوں گے۔ ہماری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

بانی وسربراہ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی

حضرت مولانا بدر القادری مصباحی، نیدر لینڈ

جانثار مسلک اعلیٰ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب ہدیۂ خلوص جاوداں

یہ جان کر بے حد مسرت ہو رہی ہے کہ آپ عروس البلاد شہر ممبئی سے سہ ماہی مجلّہ بنام ''پیغام رضا'' نکالنے جا رہے ہیں۔آپ کی ہمت مردانہ کو سلام کہ آپ نے دینی ادب کے ذخیرے میں ایک خوشگوار خواب دیکھا ہے۔خدا کرے جلد از جلد اس کی حسین تعبیر ایوان علم و ادب کو چکا چوند کردے۔مگر یاد رکھیں کہ یہ وہ جادہ ہے جو عزم و استقامت کا متقاضی ہے۔صرف پھولوں کے حسن پر ہی پھول نہ جائیں بلکہ کانٹوں کی چبھن میں بھی لذت محسوس کریں۔ یہ اس لئے کہ اس میدان کے مرد میدان کو حوصلہ افزائی کم حوصلہ شکنی سے زیادہ پالا پڑتا ہے۔ایسے میں تحسین ہو چاہے تنقید دونوں کو اپنے منشور کا رفیق سمجھیں۔ تحسین کی گلپاشی اور تنقید کی سنگ باری سے اپنی لگن کو مہمیز کرتے رہیں۔نشان منزل آئینہ بنتی رہے گی۔ ہاں رسالے کا موقف اتنا روشن ہو کہ یہی روشنی رسالے کی علامت بن جائے۔منفی رویے سے ہٹ کر ہمیشہ مثبت رویے کی شاہراہ پر چلیں۔اور اگر کبھی منفی رویے کو اپنانا ناگزیر ہی ہو جائے تو لہجے کی شگفتگی اور پیشکش کی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔اگر یہ رنگ و آہنگ برت لیا گیا تو رسالہ صرف اپنوں کی بھیڑ میں گم ہو کر نہیں رہ جائے گا بلکہ غیروں کی دہلیز پر بھی دستک دے گا۔ظاہر ہے ایسا معیار بنانا اور پانا کارے دارد کے مترادف ضرور ہے مگر ممکن ہے ممتنع نہیں۔آج دینی ادب کے افق پر مسلک بیزار نظریہ کی کالی گھٹا چھا جانے کے موڈ میں ہے۔کاش آپ کی یہ کوشش ایسوں کے لئے دوائے دل اور دوائے درد ثابت ہو۔اور دینی ادب کے آفاق رضویاتی بدر و ہلال سے جگمگا اٹھیں۔اس عظیم ترین کامیابی سے سرخرو ہونے کے لئے اصحاب جوہر ٹیم کی ضرورت ہمیشہ مدنظر رہے۔ یہ فضا لالہ زار رہے گی تو قبولیت کا گلشن سدا بہار رہے گا۔اپنے یہاں اس کی بڑی کمی ہے حالانکہ اس کمی کی بھر پائی رسالے کی توسیع کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔اس کمی کی وجہ سے دو ہی چار قدم چلنے کے بعد گلے شکوے کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔لوگ دوسروں کو توہدف بناتے ہیں خود اپنی کمزوریوں پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔احباب ادارہ سے سلام عرض ہے۔خط کی طوالت کے لئے معذرت۔نیک تمناؤں کے ساتھ۔

معمار ملت حضرت مولانا شبیہ القادری

عزیز القدر، مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے پاکیزہ عزائم کی واقفیت سے خوشی ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ غیب سے آپ کی تائید فرمائے۔ جو کام آپ کر رہے ہیں۔ میری عمر اسی میں گزری ہے اور ابھی بھی کام جاری ہے اور انشاء اللہ تا حیات جاری رہے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اہلسنت کے مرکزی شہروں میں سیوان کا بھی نام آتا ہے۔ جماعتی نقطۂ نگاہ سے سیوان کی روشن تاریخ ہے۔ اگر اسے ترتیب کے مراحل سے گزارا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں کے باشندے فطرتاً مذہب پرست اور علماء نواز واقع ہوئے ہیں۔ اکابرین اہلسنت کا ہمیشہ یہاں آنا جانا رہا ہے۔ یہاں کے لوگوں کی آنکھیں علماء کے لیے ہمیشہ فرش راہ رہا کرتی ہیں۔ پہلے تو مدارس و مساجد کی تعداد بہت کم تھی لیکن علماء کے قدموں کی برکتوں سے اب پورے سارن میں مدارس و مساجد کا ایک جال سا بچھ گیا ہے اور بحمدہ تعالیٰ مشربی اختلافات کے باوجود سارے ادارے مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند ہیں۔ افراد اہلسنت جلسوں اور کانفرنسوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کا پرشور نعرہ بھی لگاتے ہیں اور اس کے عملی مظاہر بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جماعتی امتیاز کیلیے اس وقت مسلک اعلیٰ حضرت سے موزوں لفظ کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ جو لوگ اس کے خلاف زبان وقلم کا بیجا استعمال کر رہے ہیں وہ تاریک راہوں کے مسافر ہیں۔ بصورت دیگر ان کے پس پشت جماعت مخالف قوت کام کر رہی ہے۔

ہماری زندگی کا غالب حصہ سیوان میں گزرا ہے۔ ہم نے مستقل یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اب ہمیں لوگ پوکھریروی نہیں بلکہ سیوانی سمجھتے ہیں اور اس سے ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وطن کی مٹی کی خوشبو کا مقام جداگانہ ہے۔ ہماری جائے ولادت، پوکھریرا کا بھی مذہبی اور مسلکی اعتبار سے منفرد مقام ہے۔ ہمارے وطن میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں اذان کے بعد ان کے کان نغمات رضا سے آشنا ہوتے ہیں اور وہ جب شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں تو مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے ہیں۔ ہمارے بچوں کی رگوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت خون بن کر دوڑتی رہتی ہے۔ ابھی حال ہی میں علاقے کے بدعقیدوں نے اعلیٰ حضرت کی عظمت شان سے الجھنے کی کوشش کی تو ہمارے بچوں نے سر دھڑ کی بازی لگادی اور بدعقیدوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ ہمیں ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو جماعتی اتحاد کے نام پر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں جرأت کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ اعلیٰ حضرت سے الگ ہو کر جماعتی اتحاد کا کوئی نعرہ موثر نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت کے خلاف اس سے پہلے بھی تحریک چلائی گئی ہے لیکن محرکین کو ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جس ادارے اور خانوادے نے اعلیٰ حضرت کی مخالفت کی ہے تاریخ میں اس کا نام ونشان تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا۔ اعلیٰ حضرت کے قدموں میں سعادتیں سمٹی ہوئی ہیں جو ان سے وابستہ ہوتا ہے اس پر نوازشات الٰہی کے باب کھل جاتے ہیں اور دنیا اسے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے لگتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات، ان کے علمی کارنامے اور ان کے عشق رسول ﷺ کی خوشبو پھیلتی جائے گی اور حقیقت پسند طبیعتیں ان کے قرب کی لذتوں سے آشنا ہوتی رہیں گی۔ اعلیٰ حضرت تاریخ کی ایک مضبوط کڑی ہیں جو اس کڑی کو توڑنے کی کوشش کرے گا وہ خود ٹوٹ جائے گا۔

اعلیٰ حضرت پہ کام کرنے والے بہت ہیں، ان پہ پوری دنیا میں کام ہو رہا ہے کام کرنے والوں میں اہل علم زیادہ ہیں۔ روایتی علم والے تو دو چار قدم چل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کی تالیفات وتصنیفات کو سمجھنے کے لیے ہر وقت ''المنجد'' جیسے لغت کی ضرورت درپیش رہتی ہے، ان کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' پوری ادبی دنیا کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ہماری پرخلوص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کی نیت میں خلوص ہوگا تو کامیابی آپ کا قدم قدم پر استقبال کرے گی۔ دعا ہے کہ رب کائنات ہمیں، ہماری آنے والی نسلوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ودائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

حضرت مولانا الحاج ظفر قادری حامدی

برادر عزیز مولانا رحمت اللہ صدیقی .... طالب خیر بعافیت ہے

آپ کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محبت ہے اور یہی محبت آپ کو بے چین کیے رہتی ہے۔ آپ اپنی کوشش جاری رکھیں انشاء اللہ منزلیں قدموں میں سمٹ آئیں گی۔ یہ حقیقت ہے کہ کشیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے زبانیں لمبی ہوتی جارہی ہیں اور قلم کی جرأتیں بڑھ رہی ہیں۔ ماضی قریب کی تاریخ بتاتی ہے کہ فرسٹ کلاس کے لوگ بھی مذہب و مسلک کے حوالے سے کوئی رائے دینے سے پہلے سو بار سوچتے تھے، آپس میں مشورے کرتے تھے۔ لیکن اب تیسرے درجے کے لوگ بھی جو جی میں آتا ہے بولتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لکھتے ہیں۔ اس میں تربیت اور ماحول کا دخل ہے۔ پہلے بچوں کو بڑوں کے ادب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انھیں عمل کے میدان سے گزارا جاتا تھا لیکن اب سب کچھ گورنمنٹ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ انھیں جو ماحول مل رہا ہے اس میں فریب کاریوں کا غلبہ ہے۔ کسی فرد واحد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ذاتی رائے کا پوری جماعت کو پابند بنائے، اپنی آزاد خیالی کو اتحاد کا نام دے اور مالی منفعت کی خاطر با عظمت شخصیات کے دامن تقدس پر دھول جھونکنے کی کوشش کرے۔

مسلک اعلیٰ حضرت حق کا آئینہ ہے۔ اس میں چہروں کے خد و خال نمایاں ہو جاتے ہیں اس لیے جو حضرات مذہبی اور مسلکی حد بندیوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں انھیں یہ لفظ ڈستا رہتا ہے۔ ان کی ہر بزم میں میر بزم رہنے کی خواہش پوری نہیں ہوتی انھیں ہرایرے، غیرے کی اقتدار کا جواز نہیں ملتا۔

ہماری ستر سالہ جماعتی تاریخ مسلک اعلیٰ حضرت کی خوشبو میں بسی ہوئی ہے۔ ہمارے اکابر علماء و مشائخ خود بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند رہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس کا پابند رکھا۔ حضرت صدر الافاضل سے لے کر تاج الاسلام حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحبان تک فکر و خیال میں پوری یکسانیت نظر آتی ہے۔ ثانی الذکر ہر دو شخصیت بعض فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود مسلک اعلیٰ حضرت کے معاملے میں باہم متحد ہیں۔ جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کو غیروں کی عطا و بخشش قرار دے رہے ہیں وہ لوگ اپنی ذہنی آوارگی کو تسکین دینا چاہتے ہیں اگر اس آزاد خیال پر روک نہیں لگائی گئی تو حالات انتہائی خطرناک ہو جائیں گے جماعت اہلسنت پہلے ہی سے شدید بحران کا شکار رہے اسے مزید بحران سے دوچار نہ کیا جائے۔

عوامی فکر مسلک اعلیٰ حضرت سے پوری طرح مانوس ہے اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے الجھنے کی کوشش کی گئی تو جماعتی قدروں سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ علماء بیزاری کی لہر میں شدت آجائے گی اور لوگ دوسرے خیموں کی طرف دیکھنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے وقت کے تقاضے کو سمجھا جائے اور جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں ان کی نکیل کس دی جائے۔ آپ کے دل میں مسلک اعلیٰ حضرت کا درد ہے۔ آپ نے اپنے خط میں جن خدشات کا اظہار کیا ہے وہ سو فیصدی درست ہیں۔ اللہ نے چاہا تو کامیابی آپ کا مقدر ہے۔ میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں رب کائنات پیغام رضا، کے مسلک اعلیٰ حضرت نمبر کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محبوب المشائخ حضرت محبوب مینا شاہ

عزیز القدر مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی .... السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب موصول ہوا حالات وکوائف معلوم ہوئے۔ جواب میں تاخیر ہوئی ہے۔ معذرت کا طالب ہوں۔

یہ کہنا کہ جب اعلیٰ حضرت اور انکا مسلک نہیں تھا تو اس وقت مسلک اہلسنّت کی کیا پہچان تھی؟ اسکا سیدھا سادھا جواب یہ ہیکہ کوئی پہچان نہیں تھی اسلئے تو دیو بندی، وہابی سنی بن بن کر سنیوں کو لوٹا، بد مذہب بنایا اور ظفر ادیبی اور پھلواروی جیسے لوگوں نے سنیوں کو مذبذب اور صلح کلی بنایا، مگر جب اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہ کی تحریکِ ناموس رسالت کے پرچم تلے لوگ جمع ہوئے تو سنیوں کو اطمینان کی سانس نصیب ہوئی بکثرت سنی... دیو بندی وہابی مذبذب صلح کلی ہونے سے بچے۔ اعلیٰ حضرت ہی نے شاتمان رسول وشاتمانِ اولیاء کی بدصورتی کو ''حسام الحرمین'' کے آئینہ میں دکھایا، جب سنی چونکے ان گستاخوں سے ہوشیار ہوئے اور اعلیٰ حضرت کا احسان مانتے ہوئے تمام سنی خواہ گروہ اولیاء کے ہوں یا علماء کے گروہ سے یا کہ عوام اہل سنت سب نے اپنی حقانیت کی شناخت اعلیٰ حضرت کے مسلک کو قرار دیا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حق کی شناخت کے لئے کوئی کلمہ موضع کرلینا یہ خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے، چنانچہ مکۃ المکرمہ میں اسلام لانے والوں کو مومن ومسلم کہا جاتا تھا مگر حضور جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کچھ منافقین ظاہر ہوئے جو اپنے کو مومن ومسلم کہتے تھے حالانکہ حضورﷺ کی عداوت قلبی کی وجہ سے خدا کے نزدیک وہ کافر تھے تو حضور اکرم نے ان سے فرق وامتیاز کے لئے صحابہ سے فرمایا وما انا علیہ و اصحابی کہ جس طور طریقے پر میں ہوں اور تم ہو اس پر چلنے والے اصل مسلمان ہیں اگر میری یہ تحقیق غلط ہے تو علماء، ہم صوفیاء کو بتائیں کہ وما انا علیہ و اصحابی حدیث مسجد نبوی سے منافقین کو نکالنے کے بعد کی ہے یا پہلے کی۔ اس حقیقت کو سمجھ لیں گے تو مسلک اعلیٰ حضرت کی وضع آپ کو سمجھ میں آجائے گی کہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

فقط: دعاؤں کا طالب

محبوب مینا

۸/ ذیعقدہ ۱۴۲۸ھ

سربراہ اعلیٰ جامعہ مینائیہ، گونڈہ، یوپی

مولانا مفتی ولی محمد رضوی

محب محترم، مرد مجاہد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب صدیقی صاحب قبلہ زید مجدہ وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ المولیٰ و برکاتہ
بعد سلام وسنت و رحمت خیریت طرفین نیک مطلوب گرامی نامہ بطرز سوال نامہ موصول ہوا۔ حالات معلوم ہوئے۔ ذی شان مصباحی کی کارستانیوں کا بھی علم ہوا ان کا اور ان کے دوستوں کا طریقہ ہے کہ نئے نئے فتنوں کو ابھارا جائے اور کام کرنے والوں کی راہ میں رخنے ڈالے جائیں۔ اس طرح شہرت ومقبولیت کا سورج، ہمارے گرد گھومتا رہے گا۔ ایسے حضرات کو بزرگوں نے کبھی منہ نہیں لگایا ہے۔ بزرگوں کے وقار سے الجھنا عاقبت کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جب ایسے لوگوں کو سزا دینا چاہتا ہے تو انھیں اپنے دوستوں سے الجھا دیتا ہے۔ آدمی تباہی کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ یعنی رب اس سے احساس سود وزیاں بھی چھین لیتا ہے۔ آپ قدرت کا تماشا دیکھتے رہئے۔

ان کی داستان قصۂ پارینہ چند روز میں ہوجائے گی۔ ایسے وقت میں باہمت حضرات کو بڑے صبر وتحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کی تحریر سے بردبار مخلص حضرات کو میں سمجھتا ہوں کہ قطعی بے چین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں جہاں ان کی تحریرات میں ذرا سا اصلاح کا پہلو نظر آئے وہ لے لیں اور ان علوم پر کام کیا جائے جو ملک وملت کے مفاد میں ہو۔ ان سب کا آپ سچ پوچھیں تو یہی جواب ہے جس سے عوام کو بھی زیادہ فائدہ ہوگا اور سنجیدہ حضرات کی فکری پیاس بھی بجھے گی جواب در جواب کے طور پر الجھ گئے تو آپ جیسے حضرات کو ٹھوس بنیادوں پر امام اہل سنت کی عظیم، بے مثال اور نادر روزگار شخصیت پر کام کرنے میں سستی آجائے گی۔ یہ اصل کام کرنے والوں کے کام میں روڑا ڈالنے کی بھی گندی حرکت ہوسکتی ہے۔ بلند عزائم و حوصلہ مندانہ طور پر مسلسل کام کرنا ہی ان سب کا جواب ہے آپ جیسے سچے مرد میداں کے لئے میرا دلی، خیر خواہانہ مشورہ ہے آپ خود جو بہتر سمجھیں وہ کریں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں نام ونمود سے بچائے اور اعلیٰ حضرت کے علمی مقام کو اجاگر کرنے کی خدمت میں لگائے رکھے اور نفس وشیطان کے فتنہ وفساد سے بھی بچائے حضور سیدی وسندی احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ایسے لوگوں کو کیڑے سے تعبیر کیا ہے۔ مولیٰ ہمیں سنیت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اور اپنے دوستوں کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق بخشے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں لگائے رکھے۔ آمین۔

سنی تبلیغی جماعت، باسنی ناگور (راجستھان)

عالی جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک و مشرب اتنا واضح اور صاف ہے کہ ان کے بدترین مخالف کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات ہمارے لیے قیمتی سرمایہ ہے اور اس سرمائے کی حفاظت ہماری مذہبی ذمہ داری ہے۔ ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا؟ اعلیٰ حضرت کے زمانے کی تمام قد آور شخصیات نے انھیں اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا، ان سے سند اجازت و خلافت اور سند حدیث کے متمنی ہوئے اور جن کو یہ چیزیں حاصل ہوگئیں وہ اپنے مقدر پہ تا حیات نازاں رہے۔ جن شخصیات کو اعلیٰ حضرت سے نسبت و تعلق رہا آج بھی ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے یہاں دنیا نام کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ ان کا پورا وجود، دین کی محبت میں شرابور تھا۔ انہوں نے اپنے لیے کبھی نہیں سوچا، انھیں ہر وقت مسلمانوں کی فکر رہا کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی ساری دولت فروغ عشق رسالت میں صرف کر دیا۔ اگر ان کا اشارہ ہو جاتا تو اہل دول ان کے قدموں میں ہیرے جواہرات کا ڈھیر لگا دیتے، لیکن ان کی غیرت عشق نے اس پہلو پر انھیں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ انہوں نے اپنی ہر حاجت اپنے آقا و مولیٰ کی بارگاہ سے وابستہ کر رکھی تھی۔ ان کے دل کی آواز سماعت کیجئے۔

کروں مدحِ اہلِ دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پہ کام کرنا بہت بڑی سعادت مندی ہے، اسی لیے میری زندگی کی بھی ترجیحات یہی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے وابستگی عزت، شہرت اور ایمانی دولت سب ساتھ لاتی ہے۔ یقیناً آپ خوش نصیب ہیں کہ پیغام رضا، کے ذریعے اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کی اشاعت میں بہت دنوں سے مصروف ہیں۔ علمی حلقوں میں پیغام رضا، کو ایک معتبر آواز کی حیثیت حاصل ہے۔ اہل عقیدت شوق سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور اہل علم و فن حوالے کے لئے اسے اپنی الماریوں کی زینت بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتک کی ساری فائلیں رضا اکیڈمی، کی لائبریری میں موجود ہیں۔ مارچ ۲۰۰۷ء کا شمارہ بھی وقت کی ایک معتبر آواز کی شکل میں سامنے آیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس کی مقبولیت میں اضافہ کرے۔ آمین۔

میری نیک تمنائیں آپ سے وابستہ ہیں۔ اپنے احباب اور متعلقین سے سلام پیش کریں۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا تم کروڑوں درود

اسیر مفتی اعظم ہند
محمد سعید نوری
۳ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بانی و سربراہ رضا اکیڈمی کمیٹی

مولانا محمد مختار اشرفی

محترم المقام مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی .... السلام علیکم ورحمتہ

طالب خیر بخیر ہے۔

ہندستان میں جماعت اہلسنّت کا ستارہ ہمیشہ عروج پر رہا۔ جب مسلم حکومت زوال پذیر ہوئی تو فتنوں کو سراٹھانے کا موقع ملا۔ سامراجی۔ طاقتیں ملک میں پہلے ہی داخل ہو چکی تھیں انھیں بدامنی سے خصوصی دلچسپی تھی تاکہ عوام کی حکومت سے دوری میں اضافہ ہوتا رہے۔ مذہبی اصولوں سے بھی الجھنے کا ذہن بنایا جارہا تھا۔ جب اقتدار مکمل طور پر سامراجیت کے زیر اثر آگیا تو اس نے مسلمانوں کو باہم دست وگریباں کرنے کی خاطر کئی باطل جماعتوں کو تیار کیا اور ان کو اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ افراد بڑھتے رہے اور ان کی کوششوں سے اختلاف کے سائے گہرے ہوتے رہے۔ حالات روز بروز بگڑتے جارہے تھے اور مسلمانوں کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ ایسے حالات میں مسلمان کسی کی ناخدائی کی شدت سے ضرورت محسوس کررہے تھے۔ دعا ومناجات کا سلسلہ جاری تھا۔ رحمت الٰہی متوجہ ہوئی۔ امام احمد رضا ناخدائے ملت بن کر شہر بریلی میں جلوہ گر ہوئے۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دینی قدروں کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا اور اسلام مخالف طاقتوں کا تعاقب کیا۔ امام احمد رضا نے اپنی پوری زندگی قومی وملی وقار کی بحالی کے لئے وقف کردی۔ وہ نہ ہوتے تو نہ جانے قوم وملت کا کیا ہوتا؟ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ انہوں نے جو سرمایۂ فکر چھوڑا ہے اسے آگے بڑھائیں اور اس کی عظمت کا دنیا کو احساس دلائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ان کے مقام ومرتبہ سے الجھنے کا ذہن بنایا جارہا ہے۔ اور حیرت اس بات پہ ہے کہ یہ سب کچھ اصلاح کے نام پہ کیا جارہا ہے۔

جماعت اہل سنت میں اصلاح کا عمل ہمیشہ جاری رہا ہے، اصلاحی عمل سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور آگے بڑھنے کی راہیں کشادہ ہوتی ہی لیکن وہ اصلاح کس کام کی جو تاریکیوں میں اضافہ کردے؟ دعوت وتبلیغ کی راہیں نہ پہلے محدود تھیں نہ آج محدود ہیں۔ جب آنکھوں پہ تعصب کی عینک ہوتی ہے تو خیر میں بھی شر کے کیڑے رینگتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس ذات کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ میں گزری آج اسی کی ذات کو دعوت وتبلیغ کی راہوں کا پتھر سمجھا جارہا ہے۔ جس نے قوم کو آبرومندانہ زندگی گزارنے کا شعور بخشا اسی سے قوم کو دور رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں کسی شاعر نے کتنی سچی بات کہی ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھدیا خردؔ کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مجھے امید ہے کہ پیغام رضا، کی اشاعت روشن امکانات کا اشاریہ ہوگا۔ آپ خود کو تنہا کبھی نہ سمجھیں آپ کے ساتھ جماعت بھی ہے اور حق پسندوں کی جمعیت بھی۔ احباب و پرسان حال سے سلام پیش کریں۔

بارگاہ رضا ونوری کا ادنیٰ سوالی

محمد مختار اشرف

اکبر علی فاروقی

چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل رائے پور

گرامی قدر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب

سلام مسنون!

محب مخلص مولانا محمد قمر الزماں صاحب مصباحی کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ عروس البلاد ممبئی سے سالنامہ پیغام رضا، نکال رہے ہیں۔ رضا و رضویات کے حوالے سے آپ کا یہ کارنامہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے۔ کچھ بیمار ذہنوں نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے لفظ کو غیر محمود اور جذباتیت سے تعبیر کیا ہے ان کے لئے یہ نمبر تازیانۂ عبرت ثابت ہوگا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی عبقری شخصیت ہماری دینی عظمتوں کی پہچان، ملی درد و سوز کی علامت اور معیار سنیت ہے۔ آپ نے بروقت یہ نمبر نکال کر بیمار فکروں کا اچھا تعاقب کیا ہے۔

دعاء ہے کہ خدائے لم، یزل غیب سے آپ کی مدد فرمائے۔

اکبر علی فاروقی

گوھر فرمودات

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے یاالٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد

سید العلماء مفتی آل مصطفی قادری برکاتی، مارہرہ شریف

''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

حضور سید شاہ علی حسین اشرفی میاں

دین اسلام و مذہب اسلام کا سچا خلاصہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے۔ یہی وہ مجمع البحار ہے جس پر آج حنفیت وشافعیت، مالکیت وحنبلیت، قادریت، وچشتیت، سہروردیت ونقشبندیت، مجددیت وبرکاتیت وغیرھم سب سمندروں کا سنگم ہے۔

شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خاں

میں مسلک اہلسنّت پر زندہ رہا اور مسلک اہلسنّت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ الحمد اللہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد اللہ آخری وقت اسی مسلک پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی

بشیر مجھ سے مصافحہ کرلو اب میں جانے والا ہوں اور میری تمہارے لئے دعا ہے۔ دیکھ تمہارے والد فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا حضرت مولانا عبداللہ قادری رضوی اور میں عمر بھر اعلیٰ حضرت بریلی شریف والے کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے۔ تم بھی اسی (مسلک اعلی حضرت) پر قائم رہنا۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

امام العلماء مولانا امام الدین کوٹلوی

مذہب حقہ اہل سنت جس کا معیار اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصانیف ہیں۔ یہی مسلک میرے قبلہ عالم کا تھا اور یہی مسلک حضرات پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا اور اسی کا میں پابند ہوں۔''

سید شاہ مصباح الحسن مودودی پھپھوند شریف

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: ''ایک مرتبہ ملتان میں حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور اس دوران داڑھی کی حد شرع ایک مشت کے واجب ہونے سے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے فتوے کا ذکر آیا کہ جو شخص داڑھی ایک مشت سے کم کرواتا ہے وہ فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی،

واجب الاعادہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتوے پر فقیر نے انوار العلوم کے بعض اساتذہ کی تنقید کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتوے پر تنقید، ہم سے برداشت نہیں ہوگی، یہ مدرسہ ان کے نظریات حقہ کا علم بردار ہے۔ ہم کیا ہیں؟ اعلیٰ حضرت ہیں، سب کچھ انہیں کا صدقہ ہے، ہم انہیں کے ریزہ خوار ہیں، ہم انہیں کے نام لیوا ہیں۔ جو شخص اعلیٰ حضرت کے نظریات وتحقیقات شریفہ سے متفق نہیں، ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے، ہمارے مدرسہ میں ایسے شخص کی کوئی گنجائش نہیں۔''

حضرت علامہ سید شاہ احمد سعید الکاظمی الامروہوی

مسلک اعلیٰ حضرت واقعتاً مسلک اہلسنت و جماعت کا دوسرا نام ہے اور مذہب حق واہل حق کی پہچان ہے۔''

تاج الاسلام مفتی اختر رضا خاں ازھری بریلی شریف

''مسلک اعلیحضرت درحقیقت مسلک حنفی ہے اور حقانیت کی پہنچان ہے۔

حضرت مفتی تحسین رضاخاں بریلی شریف

''مسلک اعلیحضرت فی الواقع مذہب اہل سنت و جماعت کی تنقیح ہے اور مذہب حق کی واضح تصویر ہے۔''

حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی بریلی شریف

''مسلک اعلیحضرت حقیقت میں سواد اعظم اہلسنت کے اس طریقۂ مرضیہ اور متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے۔''

حضرت مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی راجستھان

''امام احمد رضا بریلوی کی ذات گرامی تو بڑی چیز، ان کے شہر کی طرف نسبت منسوب کر کے اہل ایمان اور اس کی عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔''

شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں کچھوچھہ شریف

''دور حاضر میں اگر مسلک اہلسنت و جماعت کے ساتھ تشریح کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت بھی ہو تو فتنہ وفریب یکسر ختم ہو جائے گا۔''

حضرت مولانا مفتی محمد میاں قاضیٔ شہر دھلی

''مسلک اعلیٰ حضرت سلف صالحین کے مسلک کے عین مطابق ہے اور اس کو علمائے حق کی تائید حاصل ہے۔''

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد دھلی

''سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی و جماعتی شناخت کے لیے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔''

رئیس القلم علامہ ارشد القادری

''اس میں شک نہیں کہ فاضل بریلوی ایک مصلح قوم، داعیِ حق اور اسلامی اقدار کے محافظ ونگہبان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں صحیح اسلامی شناخت کی تمثیل کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت، کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے۔

شہزادۂ رئیس القلم ڈاکٹر غلام زرقانی، امریکہ

تنقیحات

مولانا مفتی اختر حسین علیمی

ماہنامہ جام نور، دہلی میں جب ذیشان صاحب کا مقالہ ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ اشاعت پذیر ہوا تو اس کے مندرجات سے ہمیں سخت تشویش ہوئی۔ اس لیے کہ اس کی تائید وحمایت کرنے والوں میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے وابستہ تین چہرے تھے جس میں نمایاں چہرہ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کا تھا۔ ہم نے سچائی جاننے کے لیے نعمانی صاحب سے فون پر رابطہ کیا تو انہوں نے تائید سے صاف انکار کردیا۔ ہم نے ان سے گزارش کی کہ آپ جام نور، میں تردیدی بیان دیں تو وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے۔ پھر ہم نے خوشتر صاحب سے فون پہ گفتگو کی تا کہ اس سلسلے میں ان کا نظریہ معلوم کیا جاسکے۔ موصوف کی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ اصطلاح سرے سے غلط ہے۔ ہم نے ان کو بتایا کہ پیغام رضا ۲۰۰۷ء میں مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مشاہیر علماء ومشائخ اور مفتیان کرام کی بکثرت آراء اکٹھا کردی گئی ہیں کیا ان آراء سے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا اظہار نہیں ہوتا تو خوشتر صاحب نے برجستہ فرمایا کہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں اس سے زیادہ آراء اکٹھا کرسکتا ہوں۔ اب ہم نے اس سلسلے میں دارالافتاء سے رجوع کرنا مناسب سمجھا۔ اس لیے کہ یہی ایک ایسا ادارہ ہے جس سے صحیح جواب مل سکتا ہے۔ ہم نے 7 رسوالات پر مشتمل ایک استفتاء تیار کیا اور ملک کے تمام مرکزی دارالافتاء کو بھیج دیا۔ استفتاء بھیجنے کا سلسلہ رمضان المبارک میں شروع ہوا۔ چونکہ رمضان المبارک میں دارالافتاء کی کاروائی بھی غالباً بند رہتی ہے۔ اس لیے جواب آنے کا سلسلہ کافی تاخیر سے شروع ہوا۔ جن اداروں سے بھی استفتاء کا جواب آیا ان میں جام نور، کے نظریے کی شدت سے تردید کی گئی ہے، مسلک اعلیٰ حضرت کو شعار سنیت قرار دیا گیا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی کسی بھی صورت میں مخالفت کرنے والے کو جماعت اہلسنّت کا بدخواہ بتایا گیا ہے۔ اب تک جو جوابات موصول ہوئے ان میں حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی کا جواب کافی مدلل، مبرہن اور مفصل ہے۔ ممبئی کی سرزمین پر مخصوص علماء، ومفتیان کرام کی ایک میٹنگ ہوئی۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب مزید کسی کے جواب کا انتظار نہ کیا جائے۔ پھر ملک کی دوسری اکابر

شخصیات سے بھی اس حوالے سے تبادلۂ خیال ہوا تو قریب قریب سب نے یہی مشورہ دیا کہ مزید جواب کا انتظار نہ کیا جائے۔ حضرت علامہ سید شاہد علی صاحب مدظلہ رام پور نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب علیمی کا فتویٰ دیکھا ہے۔ انہوں نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ اس لیے اب اسی فتویٰ پر ملک کے اکابر علماء و مفتیان کرام کی تصدیقات لی جائیں۔ حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب کے فتوے کو ملک کے ہر حصے میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک دو سو کے قریب علماء و مشائخ اور مفتیان کرام نے اس نورانی فتویٰ کی تائید و تصدیق کر دی ہے اور مزید تصدیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء اور مفتیان کرام کے اسماء ملاحظہ کریں۔

تاج الاسلام حضرت مولانا مفتی، اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف، حضرت مولانا مفتی سید شاہ شاہد علی صاحب، رام پور، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب گھوسی، شہزادۂ سید العلماء حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، حضرت مولانا سید شاہ حسینی میاں صاحب دارالعلوم امجدیہ ناگ پور، حضرت مولانا مفتی سید اولاد رسول قدسیؔ، حضرت مولانا مفتی شبیر حسن رضوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی، فیض آباد، حضرت مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب رضوی صدر المدرسین دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، حضرت مولانا محمد عیسیٰ رضوی، استاذ تنویر الاسلام، امرڈوبھا، حضرت مولانا محسن نظامی، حضرت مولانا محمد اعجاز احمد ادروی، شیخ الحدیث دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلا، حضرت مولانا مفتی عزیر احمد صاحب رضوی استاذ و مفتی دارالعلوم تنویر الاسلام بسڈیلا، حضرت مولانا قمر عالم صاحب اشرفی شیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب ممبئی، سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب ممبئی، حضرت مولانا توکل حسین حشمتی، شیخ الحدیث سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی، قاضی شریعت مہاراشٹر، حضرت مولانا مفتی اشرف رضا قادری، نبیرۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمود اختر رضوی صدر مفتی رضوی امجدی دارالافتاء، ممبئی، حضرت مولانا مفتی محبوب رضا روشن القادری، شیخ الحدیث دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی، حضرت مولانا مفتی بہاء المصطفیٰ امجدی، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، حضرت مولانا مفتی شیر محمد رضوی دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان، حضرت مولانا مفتی زبیر مصباحی برکاتی دارالعلوم ضیاء القرآن ممبئی، حضرت مولانا مفتی عطاء محمد صاحب مصباحی جامعہ غوثیہ اترولہ، بلرام پور، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی ردولی شریف، حضرت مولانا مفتی نعیم اختر سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی، حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمانی خطیب و امام مینارہ مسجد ممبئی، حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القاری، حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد ادارۂ شرعیہ پٹنہ، حضرت مولانا مفتی سید شاکر علی سیفی دارالعلوم محبوب سبحانی ممبئی، حضرت مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی گونڈہ، حضرت مولانا مفتی نفیس اختر مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا مفتی سلطان رضا نوری، بہرائچ شریف، حضرت مولانا تاج محمد صاحب بغدادی، حضرت مولانا قادر ولی صاحب، آندھرا پردیش۔

مندرجہ ذیل فتویٰ میں جام نور، کی قابل اعتراض عبارتوں پر بھی حکم شرعی لگایا گیا ہے۔ قارئین فتویٰ کے مطالعہ سے اپنے ایمان و عقیدے کو جلا بخشیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ سے متعلق کہ

دہلی سے ایک رسالہ نکلتا ہے جس میں وقفے وقفے سے کبھی مسلمات اہلسنّت پر کبھی معمولات اہلسنّت پر کبھی بریلویت اور مسلک

اعلیٰحضرت پر اور کبھی خود اعلیٰ حضرت پر تنقیدی مضامین یا پیراگراف ہوتے ہیں اس سوال نامے کے ساتھ ماہ اکتوبر ۲۰۰۷ء شمارہ میں شامل مضمون ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟'' کی مکمل زیراکس کاپی حاضر ہے۔ اس مضمون سے جو چند خدشات ابھر کے سامنے آرہے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مسلک اعلیٰحضرت بولنا، لکھنا، اس کا نعرہ لگوانا اور مسلک اعلیٰحضرت پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں۔

(۲) ''مسلک اہلسنّت وجماعت کو وہابیہ نے اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰحضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی'' ایسا کہنے والے، لکھنے والے، اور ایسی تحریک چلانے والے کیلئے حکم شرع کیا ہے؟

(۳) ہندو پاک کے مختلف بلاد وامصار میں جو سیکڑوں ادارے مسلک اعلیٰ حضرت کے ضابطے کے تحت چل رہے ہیں ان اداروں کا مسلک اعلیٰحضرت کا پابند ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۴) آج بھی بہت ساری مساجد اور بہت سارے مدارس میں مسلک اعلیٰحضرت کا بورڈ آویزاں ہے، اراکین مساجد ومدارس کے لئے اس طرح کا بورڈ لگوانا شارع علیہ السلام کی شریعت کی روشنی میں کیسا ہے؟

(۵) مسلک اعلیٰحضرت کو جو غلط اصطلاح قرار دے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۶) ہمارے اکابرین، مثلاً حضور اشرفی میاں، حضور صدر الافاضل، علامہ عبدالعلیم میرٹھی، صدرالشریعہ، شیر بیشۂ اہلسنّت، حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء، پاسبان ملت، علامہ ارشد القادری نے مسلک اعلیٰحضرت پر عمل کیا اور بالالتزام نعرہ لگوایا اور اس پر اپنے مریدین ومعتقدین کو سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین کی۔ ان اکابر کا ایسا کرنا درست تھا یا نہیں۔ اور آج اگر کوئی اسے غلط کہہ رہا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

بعض مساجد میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ سنی مسجد ہے۔ دیوبندیہ، وہابیہ اس سے یہ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اپنے آپ کو قسمیہ سنی کہہ کر مصلی امامت پر بیٹھ جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا کر مسجد پر قابض ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں افراد اہلسنّت امتیاز کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال کرتے ہیں تو ان کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۷) جو فرد یا جو رسالہ مندرجہ بالا خیالات کی اشاعت کرے ان افراد سے عوام اہلسنّت کا وابستہ رہنا اور ان رسائل کا پڑھنا کیسا ہے؟

نوٹ: چونکہ عوام وخواص میں اضطراب ہے لہذا جلد جواب سے ممنون فرمائیں۔

المستفتی:

محمد رحمت اللہ صدیقی (مانخورد ممبئی)

اللهم هداية الحق و الصواب باسمه تعالىٰ و تقدس

الجواب بعون الملك الوهاب

(۱) کسی شی کا اسم اور نام اس شی کے لئے علامت وپہچان اور سبب امتیاز ہوا کرتا ہے علامہ قاضی ناصرالدین بیضاوی قدس سرہ لفظ اسم کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں و اشتقاقه من السمو لانه رفعة للمسمى وشعارله (انوار التنزيل واسرار التاويل ص ٤) یعنی لفظ اسم سمو سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اسم اپنے مسمی کی رفعت وبلندی کا سبب اور اس کیلئے علامت وپہچان ہوتا ہے اسی حکمت ومصلحت کے پیش نظر اشخاص وافراد اور تحریکات ومذاہب الگ الگ ناموں سے موسوم ہوتے ہیں۔ دنیا میں مختلف ادیان ومذاہب اور افکار ونظریات کے ماننے والے پائے جاتے ہیں ان سب سے منفرد وممتاز کرنے کے لئے اللہ جل مجدہ نے مذہب اسلام کے ماننے والوں کا نام ''مسلمان'' رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورة الحج، ۷۸) یعنی

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس آیت کریمہ کے تحت علامہ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں ای اللـه سماکم بهذا الاسم الاکرم (تفسیر نسفی ۱۰۳/۳) یعنی اللہ نے تمہارا یہ مبارک ومکرم نام رکھا ہے۔ایسے مبارک ومحترم نام کے بعد دین حق کے متبعین کو کسی اور نام کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

مگر اہل علم پر یہ حقیقت مثل آفتاب واضح ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے عہد مبارک میں جب مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے کچھ لوگوں نے اسلامی عقائد ومسلمات کے خلاف نئے عقائد ونظریات کو پیش کیا تو اہل حق اور مذہب اسلام کے سچے متبعین نے ان نام نہاد مسلمانوں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لئے اپنا نام اہلسنّت و جماعت رکھا،اپنے کو اہلسنّت و جماعت سے مشہور کیا اور باطل عقائد ونظریات کے حامل اس طبقہ کو "معتزلہ" کا نام دیا چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے و معظم خلافیاته مع الفرق الاسلامیة خصوصا المعتزلة لانهم اول فرقة اسسوا قواعد الخلاف لماورد به ظاهر السنة وجری علیه جماعة الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین فی باب العقائد (۲۶)

فرقہ معتزلہ کا رد وابطال بے شمار جلیل القدر علماء دین اور ائمہ شرع متین نے فرمایا مگر ان میں سب سے زیادہ تردید حضرت سیدنا ابو الحسن اشعری اور حضرت سیدنا ابومنصور ماتریدی علیہم الرحمہ نے فرمائی اور اس تردید وابطال کے سلسلہ میں خود ان دونوں بزرگوں کے مابین چند فروعی معتقدات میں اختلاف رونما ہوگیا تو حضرت ابوالحسن اشعری کے متبعین اشاعرہ اور حضرت ابومنصور ماتریدی کے متبعین ماتریدیہ کے نام سے مشہور ہوئے حاشیہ شرح عقائد میں ہے اهل السنة والجماعة اه وهم الاشاعرة وهذا هو المشهور فی دیار خراسان و العراق، و الشام،و اماکن الاقطار وفی دیار ماوراء النهر،اهل السنة والجماعة هم الماتریدیة اصحاب ابی منصور الماتریدی اه (ص۶)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں خود اہلسنّت میں دو گروہ ہیں، ماترید یہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابومنصور ماتریدی رضی الله عنه کے متبع ہوئے اور اشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمه الله تعالیٰ کے تابع ہیں یہ دونوں جماعتیں اہلسنّت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں، آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے (بہار شریعت ح ا ص ۵۳) پھر جب ائمہ مجتہدین نے اجتہاد واستنباط کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو ائمہ اربعہ رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین کے متبعین ان کے اسمائے گرامی کی طرف منسوب ہوکر حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کہلائے اور جب ایک عرصہ کے بعد ان ائمہ کرام پر طعن وتشنیع کرنے اور ان کے اجتہادات کا انکار کرنے والے بنام اہل حدیث پیدا ہوئے تو اہلسنّت و جماعت کیلئے مقلدین اور اس گمراہ فرقہ کے لئے غیر مقلدین کی اصطلاح رائج ہوئی جیسا کہ ارباب علم ودانش پر مکمل واضح ہے۔

حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی دام ظله العالی تحریر فرماتے ہیں، یہ شروع سے ہوتا آیا ہے کہ باطل نے جب جب حق میں آمیزش کی کوشش کی ہے تو حق کو باطل سے ممتاز کرنے کے لئے کسی شخص، یا اشخاص یا اعمال کو حق کی علامت قرار دیا گیا اور مسلک ومذہب کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے یہ طریقہ ابتدا سے آج تک جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

(مجلہ پیغام رضا ص ۱۴۱، مارچ ۲۰۰۷ء)

اس تفصیل سے چند امور واضح ومنکشف ہوئے، اول یہ کہ نام علامت وپہچان اور امتیاز کے لئے ہوتا ہے دوم یہ کہ علامت وپہچان میں تغیر وتبدل ہوجاتا ہے، سوم یہ کہ مذہب اسلام کے ماننے والوں کا اصل قرآنی نام مسلمان ہے مگر جب کچھ نام نہاد مسلمانوں نے بنام اسلام باطل عقائد پھیلانا شروع کیا تو ان کا الگ نام ہوا اور سچے مسلمانوں کا بھی بطور امتیاز اہلسنّت و جماعت نام رکھا گیا۔ چہارم یہ کہ کسی فرقہ، جماعت، مذہب اور تحریک وغیرہ سے ممتاز کرنے کے لئے کسی عام لفظ کا استعمال درست ہے جیسا کہ لفظ اہل سنت و جماعت

کا استعمال ہوتا ہے اور کسی شخصیت کے نام، لقب، خطاب وغیرہ کی جانب انتساب کرتے ہوئے خاص لفظ کا استعمال بھی جائز و درست ہے جیسا کہ اشعری اور ماتریدی، یونہی، حنفی مالکی، شافعی، حنبلی کا استعمال ہوتا ہے۔

ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں برصغیر کی مذہبی حالت کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس دور میں وہابی، دیوبندی، ندوی اور تبلیغی فرقے وجود میں آئے اور بڑی عیاری سے اپنے کفری عقائد کو مسلمانوں میں پھیلانا شروع کردیا اور مذہب حق اہلسنّت و جماعت کا لبادہ اوڑھ کر اپنے باطل افکار و نظریات کی اشاعت میں لگ گئے اس صورت حال کو دیکھ کر ہزاروں علمائے اہلسنّت و جماعت نے ان کا تعاقب کیا، ان کے باطل معتقدات کا رد و ابطال فرمایا مگر ان علمائے کرام میں سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت امام اہلسنّت امام احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شدت سے ان باطل فرقوں کا رد فرمایا اور مذہب حق اہلسنّت و جماعت کے عقائد و معمولات کو کتاب و سنت کے دلائل سے مبرھن کیا اور ہزاروں صفحات پر مشتمل کتب و رسائل تصنیف فرما کر اولیائے کرام اور سلف صالحین کے عقائد حقہ اور معمولات صادقہ کی حفاظت و صیانت فرمائی جیسا کہ آپ کی مبارک تصانیف مثلاً حسام الحرمین، فتاوی الحرمین، الدولۃ المکیہ، الکوکبۃ الشہابیہ، سبحن السبوح، تمہید ایمان، النھی الاکید، ازالۃ العار، الامن والعلی، تجلی الیقین، سلطنت المصطفی، خالص الاعتقاد، الصمصام، رد الرفضہ، الجراز الدیانی، نفی الفئ، الزبدۃ الزکیہ، شمائم العنبر، الحجۃ الموتمنہ، دوام العیش، الفضل الموھبی اور فتاوی رضویہ وغیرہ اس پر شاہد عدل ہیں۔اس لئے عالم اسلام کے جلیل القدر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے مذہب اہلسنّت و جماعت کو آپ کی جانب منسوب کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر فرمایا اور نام نہاد اہلسنّت یعنی وہابی دیوبندی وغیرہ باطل فرقوں سے امتیاز کے لئے اسے رائج کیا جواب عرف عام میں مسلک اہلسنّت کا ہم معنی ہے لہذا اس کا بولنا لکھنا، اس کا نعرہ لگوانا بلاشبہ جائز و درست ہے اور چونکہ یہ لفظ مذہب اہلسنّت و جماعت کے معنی میں ہے اس لئے مسلک اعلیٰحضرت پر عمل کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔محقق عصر حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں الحاصل اعلیٰ حضرت کا لفظ سنیت کی شناخت ہے، پہچان ہے، عرف عام میں اہلسنّت کا مترادف ہے، اس لئے مسلک اعلیٰحضرت کا معنی ہے مسلک اہلسنّت جس کا اطلاق بلاشبہ جائز ہے (ماہنامہ اشرفیہ ص ۸ جولائی ۲۰۰۳ء) البتہ اتنی بات ضرور دھیان میں رکھی جائے کہ جہاں کے عرف میں لفظ مسلک اعلیٰ حضرت مذہب اہلسنّت و جماعت کے معنی میں رائج ہو اور لوگ اسے مذہب اہلسنّت کی شناخت کے طور پر بولتے اور جانتے ہوں وہیں بولا جائے کہ عرف کا حکم یہی ہے چنانچہ عرف کی بحث کرتے ہوئے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رقمطراز ہیں لا فرق بينهما هنا الامن جهة ان العرف العام يثبت به الحكم العام و العرف الخاص يثبت به الحكم الخاص یعنی میں کہتا ہوں ان دونوں کے درمیان یہاں کوئی فرق نہیں ہے الا یہ کہ عرف عام سے حکم عام ثابت ہوتا ہے اور عرف خاص سے حکم خاص ثابت ہوتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ص ۱۳۰ ج ۲ در رسالہ نشر العرف) آج دنیا کے مختلف خطوں میں اہلسنّت و جماعت اور وہابیہ و دیابنہ کے مابین بالکل ہند و پاک کی طرح شدید جنگ ہو رہی ہے اور علمائے حق وہابیوں سے نبرد آزما ہیں اور الگ الگ خطوں میں الگ الگ ناموں سے دونوں جماعتیں جانی جاتی ہیں مثلاً کشمیر کے بعض علاقوں میں اہلسنّت کی پہچان لفظ اعتقادی سے اور وہابیت کی پہچان جماعتی وغیرہ سے ہے، عرب شریف کے بعض بلاد میں اہلسنّت کی شناخت صوفی اور اہل توھب کی وہابیت سے ہے، چنانچہ راقم الحروف ایک مرتبہ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اٹاوہ، یو۔پی جشن صد سالہ حضور حافظ بخاری میں شرکت کرنے گیا تو مصر سے تشریف لائے ہوئے عالم دین عزت مآب شیخ عبدالباسط بخاری وام مجدہ سے ایک طویل گفتگو ہوئی جس میں انھوں نے سنی اور وہابی کی مذکورہ بالا پہچان بتائی، یونہی دیگر بلاد و امصار کو سمجھا جائے حاصل کلام یہ کہ جہاں کے عرف میں جو لفظ بطور شناخت کے رائج ہو وہاں عندالضرورت وہی بولا جائے چونکہ برصغیر کے اکثر علاقوں میں لفظ مسلک اعلیٰحضرت اہلسنّت و جماعت کے

مترادف ہوکر مستعمل ہے اور اب یہاں کے عرف میں یہی لفظ سچے سنی ہونے کی پہچان ہے۔اس لئے اس کا اطلاق واستعمال صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے هذا ماعندي و العلم بالحق عند ر بی وهو تعالىٰ اعلم۔

(۲) فقیر کی معلومات کے مطابق لفظ مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح وہابیہ نے نہیں دی بلکہ اجلہ علمائے اہلسنت نے استعمال کیا البتہ اس لفظ کا استہزا اور مخالفت تحریری شکل میں اولاً مولوی خلیل احمد بجنوری بدایونی نے کی چنانچہ آنجناب لکھتے ہیں کہ حالات سے ثابت ہوا کہ ان متبعین اعلیٰحضرت بریلوی کا مقصد صرف اعلیٰ حضرت کے وقار کو اونچا کرنا ہے احکام شریعت سے ان کو کچھ کام نہیں مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعرے لگوائے جاتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کیا مذہب امام اعظم سے الگ اور جدا ہے۔ (انکشاف حق ص ۴۳)

پھر موصوف کی اتباع میں بعض دیگر حضرات نے وہی بولی بولنا شروع کر دیا جو مولوی خلیل اور مولوی ظفر ادیبی مرتد جیسے لوگوں نے کہی تھی اور اب اس لفظ سے چڑھنے والے یا تو صلح کلیت وگمراہیت کا شکار ہیں یا حسد وجلن جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ کی تصدیق سے مزین ایک فتویٰ میں ہے کہ اس زمانہ میں مسلک اعلیٰحضرت ہی کہنا ضروری ہوگا اور اس سے روکنے والا بد مذہب ہوگا یا حاسد (فتاویٰ فقیہ ملت ج ۲ ص ۴۳۰) محقق عصر حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب لکھتے ہیں ہمارے جو بھائی کسی ذاتی رنجش اور باہمی چپقلش کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کی شان گھٹانے میں لگے ہوئے ہیں تھوڑی دیر کے لئے خالی الذہن ہوکر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ بد مذہبوں سے امتیاز کے لئے کونسا جامع اور مختصر لفظ انتخاب کیا جائے،ہمیں یقین ہے کہ وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ مسلک اعلیٰحضرت کے لفظ سے زیادہ موزوں کوئی لفظ نہیں،کیونکہ سنیت کا شعار یہی لفظ ہے،اہلسنت کی شناخت یہی کلمہ ہے بد مذہبوں سے امتیاز اسی کا خاصہ ہے بلکہ حق یہ ہے کہ تمام اہلسنت کا اس پر اتفاق تھا،چند برس پہلے باہمی اختلاف کے نتیجے میں کچھ کرم فرماؤں نے اسے سوالیہ نشان بنانے کی کوشش کی جو بے دلیل ہونے کی وجہ سے سابقہ اتفاق میں رخنہ انداز نہیں ہوسکتا۔ (ماہنامہ اشرفیہ ص ۹ جولائی ۲۰۰۳ء)

مذکورہ تفصیل سے یہ امر واضح ہوگیا کہ لفظ مسلک اعلیٰحضرت وہابیہ و دیابنہ کا دیا ہوا نہیں،جو اسے وہابیہ کا دیا لفظ کہے وہ یا تو جاہل اور علم وتحقیق سے نابلد ہے یا صلح کلی ہے یا پھر وہ حسد اور بغض وکینہ میں مبتلا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ مسلک اعلیٰحضرت ہی آج کے عرف میں مسلک اہلسنت و جماعت ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسی کے پابند رہیں اور اسی کے مطابق اپنے اداروں کو چلائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) چونکہ وہابی،دیوبندی بھی خود کو سنی اور اہلسنت سے بتاتے ہیں اور اپنے مولویوں کو علمائے اہلسنت،امام اہلسنت وغیرہ لکھتے ہیں اور مساجد و مدارس پر اہلسنت کا بورڈ آویزاں کرتے ہیں اس لئے بطور امتیاز مسلک اعلیٰحضرت کا بورڈ لگانا جائز و درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) مسلک اعلیٰحضرت کی اصطلاح کو غلط قرار دینے والا یا تو صلح کلی ہے یا مداہن فی الدین ہے یا پھر حاسد ہے ایسے لوگوں کے لئے وہی حکم ہے جو مسلک اہلسنت و جماعت کی اصطلاح کو غلط قرار دینے والوں کا ہے جو لوگ اس اصطلاح کو غلط قرار دے رہے ہیں ان سے کوئی تعجب نہیں ہے کہ کل حنفی،مالکی،شافعی اور حنبلی کی اصطلاح کو بھی یہ کہہ کر غلط قرار دیدیں کہ ان الفاظ سے اختلاف وانتشار کی بو آتی ہے اور مسلمانوں کے ایک پڑھے لکھے طبقے کو اس پر اعتراض ہے۔پھر اور ترقی کر کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب قرآن نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے تو اسی سے ہماری شناخت ہوجاتی ہے لفظ اہلسنت و جماعت بولنے سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا پتہ چلتا ہے لہٰذا مصلحت کا تقاضہ ہے کہ اب صرف مسلمان کہا جائے اور بس،پھر اور آگے بڑھ کر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب خالق کائنات جل جلالہ نے ہمیں

انسان بنایا ہے تو صرف ہمیں خود کو انسان ہی کہنا چاہیے کیونکہ اسلام زندہ باد اور مسلمان زندہ باد کا نعرہ لگانے سے دنیا کے بے شمار لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پھر مسلمانوں کو لوگ کٹر پنتھی بھی کہنے لگے ہیں تو حکمت و مصلحت کا تقاضہ ہے کہ اب صرف انسان کہا جائے مسلمان کا لفظ استعمال کرنا بند کر دیں۔ لاحول و لا قوة الا باللہ العظیم مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٦) فقیر کو یہ تو نہیں معلوم ہے کہ اکابر اہلسنت نے بالالتزام اس کا نعرہ لگوایا البتہ مسلک اعلیٰحضرت پر وہ خود قائم رہے اور اس پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی اور پھر علمائے اہلسنت اور عوام اہلسنت کا اس کو استعمال کرنا اور آج تک اس کا رائج رہنا اور اس پر کاربند رہنا سب اس کے جواز کی دلیل ہے۔ حدیث پاک ہے مارا المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن یعنی جسے عام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ۱/۳۷۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) سوال میں مذکور رسالہ کی چند کاپیاں راقم کی نظر سے گزریں ان میں شائع مضامین میں بعض مقامات پر ایسا لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے جس سے علمائے کرام اور طالبان علوم دینیہ کی تحقیر و تذلیل کا پہلو نمایاں ہے اور بعض مقامات پر شک و تردد اور گمراہی میں ڈالنے کا انداز موجود ہے۔ چند اقتباسات بطور نمونہ حاضر ہیں (۱) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے دور کے علمائے کرام اور خطبا و مشائخ عظام کی دینی خدمات کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک مقام پر لکھا ہے کہ ''کاروان اسلاف بھی رفتہ رفتہ نگاہوں سے اوجھل ہوتا رہا اور ہمارے باقی ماندہ علماء صرف اپنے مدارس و مساجد کی توسیع اور جلسہ وجلوس کے ذریعہ اپنے اقتصادی استحکام کے لئے ممبئی کے بھنگار خانوں اور کلکتہ کے بوچڑ خانوں میں بیٹھے سرمایہ داروں کی دہلیز پر گداگری کرتے رہے۔'' جام نور ص ۹ جنوری ۲۰۰۵ء (۲) ٹیلی ویژن کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے ایک قلمکار یوں رقمطراز ہیں ''اپنے پیر یا استاد کے قول یا اپنے سابق قول پر ڈٹے رہنے اور بلاوجہ کی قیل وقال کر کے مسئلہ کو الجھانے کی بجائے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر علمی اور فقہی طریقہ استدلال سے بحث کریں، وقت بحث پوری دنیا کی صورت حال اور اسلام مخالف سرگرمیاں بھی سامنے ہونی چاہئیں۔ کیونکہ صرف مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر اپنے اور چند غریب طالب علموں پر نظریں مرکوز کر کے صحیح نتیجے تک رسائی نہیں ہو سکتی۔'' اس اقتباس میں انصاف و دیانت سے غور کریں تو خود بخود یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح سے مشائخ کرام اور علمائے اہلسنت پر تبرابازی کی گئی ہے اور مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ علمائے کرام کو قرآن و حدیث کے بجائے اپنے پیر کے قول پر ڈٹے رہنے والا اور انھیں بلاوجہ قیل وقال کرنے والا لکھا گیا اور مسائل کو الجھانے والا کہا گیا ہے۔ (۳) لاؤڈ سپیکر پر نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دینے والے اور آلات جدیدہ سے رویت ہلال کا ثبوت نہ ماننے والے فقہائے کرام و علمائے عظام پر جناب ایڈیٹر صاحب یوں برس رہے ہیں۔ ''یہ حضرات اہلسنت کی توسیع میں جو چیزیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں انھیں صرف اپنی انانیت اور اڑیل رویوں کے پیش نظر ضرورت و حاجت کے زمرے سے خارج سمجھ رہے ہیں۔'' جام نور ص ۸ رفروری ۲۰۰۵ء (۴) بریلی شریف میں منعقدہ سیمینار میں ہوئے ایک فیصلہ کا یوں مذاق اڑایا گیا ہے کہ ''اساطین علمائے اہلسنت کے موقف سے الگ ہٹ کر مکبر کی شرط کے ساتھ لاؤڈ سپیکر پر اقتداء کو جائز قرار دیا گیا، حالات کے پیش نظر ایسے فروعی مسائل میں نرمی قابل استحسان عمل ہے مگر مکبر کی شرط کا پیوند لگا کر عوامی اضطراب کو چھپانے کی جو ناکام کوشش کی گئی ہے وہ ارباب علم ونظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔'' (جام نور ص ۸ رفروری ۲۰۰۵ء) (۵) مدارس عربیہ اور طالبان علوم دینیہ کی عزت و وقار پر دین بیزار قلمکاروں کی طرح یوں گہرافشانی کی گئی ہے کہ ''کچھ تو اس احساس میں اپنے بچوں کو مدارس میں یکے بعد دیگر داخل کرتے رہے کہ یہیں سے ہی انھیں نجات و شفاعت کا پروانہ مل سکتا ہے۔ (الی قولہ) اب جو گھر افلاس اور غربت کی مار جھیل رہے ہیں اور پیٹ کی آگ سرد کرنے کے لئے جنہیں اپنے گھروں میں دو وقت کی روٹی میسر نہیں انہی کی اولادیں مدارس میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔'' جام نور ص ۴ اپریل ۲۰۰۵ء (۶) ایک مقام پر فرقہ وہابیہ کے ردو ابطال کو جنون کا نام دیا گیا ہے اور یوں عنوان بنایا ہے ''ردوہابیہ کا جنون'' حوالہ سابق (۷) مدارس عربیہ کے

طلبہ کو حالات سے بے خبر، تقاضے سے نا آشنا، وسیع ظرفی اور بلند فکری سے بے خبر بتاتے ہوئے ایک نامہ نگار نے یہ رقم کیا ہے کہ
مدارس کے طلبہ کو دنیا سے بالکل الگ تھلگ رکھا جاتا ہے مذہب و شریعت کی تمام تر چھتیں مدارس کی فیصلوں میں محصور بتا کر ان سے باہر
نظریں اٹھانے کو سخت ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے پھر اچانک جب وہ باہر کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور ان کے کان حالات، تقاضے
بلند فکری اور وسیع ظرفی جیسے الفاظ سے آشنا ہوتے ہیں تو ان کی مرعوب ذہنیت ان کے معانی و مصداق کی تعین میں انھیں اعتدال و توازن
پر قائم نہیں رہنے دیتی۔ جام نور ص ۲۷ ر اپریل ۲۰۰۵ء (۸) علمائے دین، مفتیان کرام اور قاضیان شرع متین پر طعن و تشنیع سے بھرے
جملوں کو شائع کیا گیا ہے کہ قاضیان شرع متین اور مفتیان دین مبین اپنے فیصلے پر خط تنسیخ کھینچنے کے لئے کسی آدم زاد کو کیوں کر اجازت
دے سکتے ہیں؟ جب کہ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر آزادیٔ اظہار رائے کا کوئی بھی مذہب یا لسانی تحریک علمبردار نہیں۔ مگر ان
مذہبی حلقوں سے بڑھ کر اس کا کوئی گلا گھونٹنے والا نہیں۔ فقیہان حرم یا ارباب بست و کشاد منبر و محراب یا درسگاہوں کی تپائیوں میں محصور
مسکین اہل نظر کیوں نہیں سمجھتے۔'' جام نور ص ۲۷ ر جون ۲۰۰۷ء

ان اقتباسات میں جس طرح علمائے اسلام، مفتیان کرام، عربی مدارس اور ان میں زیر تعلیم طلبہ کا استہزا اور تمسخر، تحقیر و تذلیل اور
مذاق کیا گیا ہے وہ ظاہر ہے کہ اس طرح سے علمائے کرام کی اہانت سے متعلق ''فتاوی رضویہ'' میں ہے یہ لفظ کہ مولوی لوگ کیا جانتے ہیں
اس سے ضرور علما کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔ (ج ۶ ص ۲۴)

(۹) اسی جام نور، میں ایک قلمکار نے وحید الدین جیسے بدنام زمانہ آزاد خیال کی مدح و ثنا کرتے ہوئے مدارس کے طلبہ کو اس کی
ایک کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں'' مولانا وحید الدین خان کے عقائد و افکار کے تمام تر انحرافات اپنی جگہ، میں
ان عقائد و افکار کا حامی نہیں ہوں مگر انصاف کی بات یہ ہیکہ اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد کتاب ہے بالخصوص ہمارے مدارس کے طلبہ کو
اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔'' جام نور ص ۴۔ ۴ ر ستمبر ۲۰۰۷ء۔ جبکہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ'' ایسے لوگوں
کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ناجائز ہے اگر چہ ان کتابوں میں ان کی گمراہی کی باتیں نہ ہوں، مگر مصنف کی عزت دل میں پیدا ہوگی اور ان کی
باتیں قبول کرنے کا مادہ پیدا ہوگا۔ (فتاویٰ امجدیہ ۳/۱۰۹) اور ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ'' ان کی کتابیں وغیرہ اس طرح پڑھنے میں
مصنفین کی وقعت ذہن میں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور بد مذہب کی توقیر حرام (ایضاص ۱۷) (۱۰) اسی جام نور، میں حدیث افتراق کے
عنوان سے ایک طویل مضمون شائع ہوا جس میں اہلسنت و جماعت کے علاوہ بہتر فرقوں کو صرف گمراہ اور گمراہ گر بتایا گیا اور خلاصہ کلام
کے طور پر لکھا کہ'' فرقہ ناجیہ کے علاوہ باقی فرقے گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔'' جام نور ص ۱۳ ر اگست ۲۰۰۵ء جبکہ عمدۃ المحققین ملا علی قاری علیہ
رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں کہ'' كلهم فى النار لانهم يتعرضون لمايد خلهم النار و كفارهم مرتكبون ماهو سبب فى دخو
لهـا المؤ بدة عليهم و مبتد عتهم متحققه لدخولها الا ان يعفو الله عنهم '' (مرقاۃ المفاتیح ۱/۲۰۴ ص ۲۰۴) یعنی بہتر فرقے سب
ناری ہیں کیونکہ وہ ایسے امور پیش کریں گے جن کے سبب سے نار میں جائیں گے تو ان میں جو کافر ہوں گے وہ ان چیزوں کے مرتکب
ہوں گے جو ان کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا سبب بنیں گے اور جو بد مذہب و گمراہ ہوں گے وہ جہنم کے حقدار رہیں گے مگر یہ کہ رب تعالیٰ
انھیں معاف فرمادے۔ حضرت ملا علی قاری کی عبارت سے واضح ہے کہ جام نور میں شائع نظریہ ہے۔ پھر اس مضمون میں کہیں بھی فرقہ
وہابیہ دیابنہ کا کوئی حکم نہیں لکھا گیا جس سے بے شمار ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ (۱۱) بلکہ اسی جام نور، میں رد دیوبندیت
کرنے والے علمائے اہلسنّت کو نہایت اوچھے حملے کرنے والوں سے یاد کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ یہ دیکھ کر اہلسنّت کی غیرت ایمانی
بھڑک اٹھی اور انھوں نے زبان و قلم کے ذریعہ نہایت اوچھے حملے شروع کر دیے۔'' (معاذ اللہ) جام نور ص ۱۳ ر نومبر ۲۰۰۷ء
(۱۲) اشرف علی تھانوی کی قبر توڑنے کو شدید بدتمیزی قرار دیا گیا جیسا کہ لکھا ہے کہ'' ایمان و عقیدہ اور وہابیت و سنیت سے قطع نظر کون

سالم الحواس ہوگا جو مولانا اشرف علی تھانوی کی قبر کو اکھیڑنے کو شدید بدتمیزی اور گستاخی نہیں سمجھے گا۔'' جام نور ص ۲۵ رفروری ۲۰۰۷ء (۱۴) کتابت نسواں کے تعلق سے خامہ فرسائی کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا گیا کہ ''ہم میں تو کتنے وہ ہیں جواب تک کتابت نسواں کے مسئلہ میں ہی الجھے ہوئے ہیں جبکہ علم حدیث کے واقف کاروں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ حدیث موضوعات کے قبیل سے ہے جام نور ص ۹۔۵ رجون (۲۰۰۶ء) جبکہ مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشادفرماتے ہیں کہ'' متعدد حدیثیں اس سے ممانعت میں وارد ہیں جن میں بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے اعادہ فرمایا اور پھر تعدد طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت وقبول علماء تیسری قوت اور محل احتیاط وسد فتنہ چوتھی قوت تو حدیث لا اقل حسن ہے۔ (فتاوی رضویہ ۹ر۱۰۴)

حاصل کلام یہ کہ مذکورہ اقتباسات کی طرح اگر مضامین ونظریات شائع ہوتے رہیں تو ایسے کسی بھی رسالے یا فرد سے علیحدگی ہی میں مسلمانوں کی خیر ہے۔ هذا ماعندي و العلم بالحق عندربي وهو تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

كتبه محمد اختر حسين قادري ذي الحجه ۱۴۲۸ھ خادم الافتاء ودرس دارالعلوم عليميه، جمد اشاهي، بستي

اس جواب میں جن احساسات کا ذکر ہے ان کے علاوہ بہت سے مضامین یا ضمنی فقرے ایسے ہیں جو اہل سنت کے بنیادی مسائل سے متصادم ہیں یا علماء ومشائخ کی شان میں اہانت پر مشتمل ہیں، جبکہ دین کے اصول وفروع کے معاملہ میں علماء ومشائخ پر اعتماد کیا جاتا ہے، تو جس رسالہ میں علماء ومشائخ کو یا بنیادی مسائل کو مجروح کیا جائے یا کیا گیا عوام مسلمین کو اس کا پڑھنا جائز نہیں۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ دارالعلوم امجدیہ گھوسی

حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین صاحب قادری نے شاتمانِ امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریروں پر جس شرح وبسط اور کمال بردباری سے حکم شریعت ظاہر فرمایا ہے، اس کی میں بھرپور تائید کرتا ہوں۔ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ اگر آج حیات ہوتے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مخالفین کو نہایت سخت اور کرارہ جواب دیتے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بلاشبہ اہم اہلسنّت وجماعت کی پہچان ہیں۔

یا الٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد
حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے

حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

مسلک اعلیٰ حضرت یا مسلک امام احمد رضا کا استعمال آج سے نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے ہم عصر علماء ذیشان، محققین اکابر کے دور سے ہو رہا ہے۔ مشاہیر علماء ومشائخ اپنی زبان وقلم اور تحریر وتقریر کے ذریعے اس کی اشاعت کرتے رہے اور صلح کلیت وبدمذہبیت اہل سنت کی چادر میں ملبوس ہوکر مسلک اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیریت ومقبولیت کو متاثر کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ بے شک مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہنا ایک سچے، پکے سنی صحیح العقیدہ کی پہچان ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے والے حاسدین مجدد اعظم دین وملت کو اپنا امام ومقتدا تسلیم نہ کرنے والے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم انھیں ہدایت دے اور جام نور، جیسے رسائل کو ایسے مضامین چھاپنے سے بچائے آمین۔ میں مولانا مفتی اختر حسین رضوی کے فتویٰ مبارکہ کی حرفاً حرفاً تصدیق کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ انھیں اپنے حفظ وامان میں رکھے اور انھیں دین متین ومسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی خوب سے خوب توفیق رفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریروی شیخ الحدیث دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی

مسلک اعلیٰ حضرت اہل حق کی علامت و پہچان ہے۔اس کی عظمت و رفعت سے الجھنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔میرے والد ماجد مفتی اعظم اڑیسہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس علیہ الرحمۃ تاحیات مسلک اعلیٰ حضرت کے داعی و مبلغ رہے اور اپنے اہل عقیدت کو اس پہ تختی کے ساتھ قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ان کی تربیت کے سبب میری آنکھوں کو بھی مسلک اعلیٰ حضرت سے ٹھنڈک ملتی رہتی ہے۔حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی زید مجدہ نے اپنے قلم سے جس طرح حق کو اجاگر کیا ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔رب کائنات بطفیل سرور کائنات انھیں دارین کی بیش بہا نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور انھیں مسلک اعلیٰ حضرت کی بڑے پیمانے پر اشاعت کا جذبۂ فراواں بخشے۔

حضرت مولانا مفتی سید اولاد رسول قدسی مصباحی، کیلی فورنیا، امریکہ

نعرۂ مسلک اعلیٰ حضرت شعار سنیت ہے۔اس کو مٹانا سنیت کو بے ماویٰ و ملجا بنانا ہے۔بھولی بسری امت کو وقت کے بھیڑیوں سے بچانے کا عمل مسلک اعلیٰ حضرت، کا تقاضا ہے جو سنیت کے تحفظ کا واحد ذریعہ ہے۔تجربہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت، سے الگ ہو کر نری سنیت کا کوئی معیار و وزن نہیں ایسے لوگ بے دینوں کے نرغے میں آہیں کھینچ رہے ہیں۔علامہ مفتی مولانا اختر حسین صاحب قبلہ کا جواب لاجواب ہے۔جو رسالہ مسلک اعلیٰ حضرت سے متصادم ہو اس رسالے کا عوام اہلسنّت کو پڑھنا درست نہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد امان الرب رضوی

مسلک اعلیٰ حضرت، امتیاز اہلسنّت ہے۔اس نعرہ پر اعتراض کرنے والے اپنے اندرونی حسد و جلن کا شکار ہیں انھیں چاہیے کہ بزرگوں سے نسبت مضبوط کر کے اپنا دین و ایمان بچائیں۔ان کے خاتمہ بالسوٗ کا خطرہ ہے۔رب تعالیٰ ہمیں مسلک حق اہلسنّت و جماعت جس کا فی زماننا و امصارنا مسلک اعلیٰ حضرت علم ہے۔پر قائم رکھے۔مولیٰ تعالیٰ مفتیان کرام کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمانی برکاتی خطیب و امام مینارہ مسجد بمبئی

باسمہ تعالیٰ

مفتی اختر حسین صاحب زید مجدہ کا زیر نظر فتویٰ و مدلل ہے بالکل صحیح ہے۔خوشتر یا جام نور، اس حیثیت کا نہیں کہ اس پر اعتماد یا اس کا اعتبار کیا جائے۔جام نور، کی بیشتر تحریریں، اہلسنّت و جماعت کے درمیان انتشار و خلفشار و فتنہ کا باعث ہیں۔عوام اہلسنّت اس کا بالکل بائیکاٹ کریں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دور حاضر میں اہل سنت و جماعت کی پہچان کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت کا لقب کسی اور نے نہیں بلکہ مشائخ ماہرہر بالخصوص خانقاہ برکاتیہ کے عظیم رہنما حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نے دیا ہے۔ہم تمام اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ اسی پر قائم رہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت مولانا مفتی محمد زبیر برکاتی مصباحی دارالعلوم غوثیہ ضیاء القرآن ممبئی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلاف بولنے اور لکھنے والے اپنے سر پر زوال کو بلاتے ہیں۔مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف محاذ کھولنا اچھی بات نہیں ہے۔ہمارے باوقار علمائے کرام اور مفتیان عظام خود بھی مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہے اور اپنے عقیدت مندوں کو قائم رہنے کی ہدایت کرتے رہے، ان کا طریقہ ہمارے لئے چراغ راہ ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔میں حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی صاحب کے فتویٰ کی اپنے مشائخ کی مطابعت میں تائید و تصدیق کرتا ہوں اور عوام اہل سنت کو اس مبارک فتویٰ پر عمل کرنے کی گزارش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل مفتی اختر حسین صاحب، کو دارین میں شادکام رکھے۔آمین۔

حضرت مولانا محمد ادریس رضوی خطیب و امام سنی جامع مسجد پتری پل کلیان

عرفان ذات الٰہی و محبت رسالت پناہی کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہنا از حد ضروری ہے۔عشق و ایمان کے لٹیرے جگہ جگہ

تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔تھوڑی سی غفلت لٹروں کی مراد پوری کردے گی۔مسلک اعلیٰ حضرت کے حصار میں ہر طرح کی عافیت ہے۔اسی لیے ہمارے ذی وقار علماء ومشائخ دنیا کو مسلک اعلیٰ حضرت کی دعوت دیتے رہے۔مسلک اعلیٰ حضرت سے الگ تھلگ رہنے کا مشورہ دینا رحمت الٰہی سے دوری کا سبب ہے۔حضرت العلام مفتی اختر حسین علیمی سلمہ کے فتویٰ کا ہم نے بنظر عمیق مطالعہ کیا اور اسے بالکل حق ودرست پایا۔اللہ تعالیٰ ان کے علم عمل اور زبان وقلم میں طاقت وتوانائی عطا فرمائے۔آمین۔ہم دعا کرتے ہیں کہ عوام وخواص اس پرُنور فتوی سے روشنی حاصل کریں۔

حضرت مولانا صابر القادری خطیب وامام سنی محمدیہ مسجد کالینہ ممبئی

میں اس شخص کو دنیا کا بدترین انسان سمجھتا ہوں جو مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنا نظریہ رکھتا ہے اور جو مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند ہوتا ہے۔اسکی سنیت سے خوشبو پھوٹتی ہے۔خوشتر نورانی کو اپنے دادا علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فکر سے اختلاف ہے تو وہ جام نور، سے الگ ہوجائیں۔جام نور، کے پلیٹ فارم سے علامہ کی روح کو اذیت نہ دیں۔اس لئے کہ علامہ کی حیات مسلک اعلیٰ حضرت کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی۔ان کے نقوش قدم دیکھ کر ہمیں حوصلہ ملتا ہے۔مولانا مفتی اختر حسین صاحب کی تحریر دل پذیر ہے۔ہمیں اس کی تائید کرتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے۔انہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کردیا ہے۔خداوند قدوس ان کے جذبوں کو سلامت رکھے۔آمین۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ رضوی کانپوری

یہ نوآموز مولوی جو پیٹ کے لبادہ میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھ بیٹھے ہیں۔دہلی میں رہ کر، کرکٹ دیکھ کر اپنے آپ کو ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے جانشین اور امام غزالی کے وارث تصور کرنے لگے ہیں۔یہ اپنی لاشعوری کی بنا پر اکابر کے تقدس کو مجروح کرنے پر آمادۂ عمل ہیں۔تاکہ احسان الٰہی ظہیر کی طرح بدنام زمانہ ہوکر مشہور ہوجائیں۔جو کام منظور نعمانی عبدالشکور لکھنوی، طاہر گیاوی اور عامر عثمانی نے نہیں کیا۔یہ گروہ مقدس انجام دے رہا ہے۔یہ لوگ برطانیہ، امریکہ سے لے کر ایشیاء تک اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد الگ بنانا چاہتے ہیں۔کبھی علامہ مفتی اقتدار احمد خاں علیہ الرحمہ سے الجھتے تو کبھی اپنے اکابر پر کیچڑ اچھالنا شروع کیا۔ملاحسن، پڑھ کر اپنے آپ کو اشعری اور ماتریدی سمجھ بیٹھے اللہ تعالیٰ ان کو عقل کے ناخن عطا فرمائے۔یہ حملے لفظ مسلک اعلیٰ حضرت پر نہیں بلکہ سرکار مفتی اعظم ہند، صدرالافاضل، صدرالشریعہ، محدث اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان کے تقدس پر ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت کا اطلاق بالکل درست ہے۔

حضرت مولانا مفتی شیر محمد خاں رضوی مفتی دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور،

مسلک سرکار اعلیٰ حضرت، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعلانیہ ودرپردہ مخالفت کرنے والے دین وسنیت کو نقصان پہونچانے والے اور صلح کلیت کے دلدادہ ہیں۔ان کی سرزنش کی جائے اگر یہ اپنی بے ہودہ حرکتوں سے باز آجائیں تو بہتر ہے ورنہ ان کا مقاطعہ کیا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھوالھادی الی الصواب

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف رضا قادری قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ ممبئی

مسلک سرکار اعلیٰ حضرت کے تعلق سے ذرا بھی ادھر ادھر کی بات کرنا بربادی وتباہی کا باعث ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی توکل حسین حشمتی سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی

جماعتی شناخت کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال جائز ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔باطل جماعتیں حنفیت، شافعیت، قادریت اور چشتیت کا لبادہ اوڑھ کر اہل ایمان کے ایمان کو لوٹنے کے عمل میں مصروف ہیں۔شبہات کے سائے تیزی کے ساتھ پھیلتے جارہے ہیں ایسی صورت میں امت مصطفیٰ ﷺ علیہ وسلم کو وقت کے درندوں سے بچانے کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت تیربہ

ہدف بنتا ہے جن لوگوں کی آنکھوں میں مسلک اعلیٰ حضرت خار بن کر چبھ رہا ہے وہ اپنی اصلاح خود کریں ورنہ دین و دنیا کی تباہی یقینی ہے ہمارے بزرگ ترین عالم حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب رضوی علیمی دامت برکاتہم عالیہ قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنی زبان وقلم سے حق کو اجاگر کیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ بطفیل نبی کریم ﷺ ان کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اس مبارک تحریر کے مطالعے سے اہل ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگیں اور حاسدین ومعاندین کے لیے درس عبرت، میں نے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پہ کئی مضامین لکھے ہیں جو مختلف رسائل میں شائع بھی ہوئے ہیں اور مزید اشاعت ہونے والی ہے۔

حضرت مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی بدایوں شریف

یہ استفتاء میرے پاس بھی آیا تھا مگر مصروفیات کثیرہ کے سبب جواب دہی میں تاخیر ہوئی اب جبکہ مفتی اختر حسین صاحب کا مبسوط جواب پیش نگاہ ہے اسی کی تصدیق وتائید پر اکتفاء کرتا ہوں، ان چند جملوں کے ساتھ کہ زمانہ دراز سے بلا، ہندو پاک میں مذہب اہلسنت پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کا اطلاق عوام وخواص کے درمیان رائج ہے۔ سب سے پہلے اس اصطلاح کو اکابر علماء اہلسنت نے اختیار فرمایا تاکہ یہ مسلک اہلسنت کے جھوٹے دعویداروں سے امتیاز کا علامتی نشان رہے پھر یہ اصطلاح اپنی افادیت کی وجہ سے ہندو پاک کے وسیع خطے میں فروغ پاتی رہی۔ اگر وہابیہ مسلک اہلسنت کو اعلیٰ حضرت کی طرف سے منسوب کرتے ہیں تو وہ اس اضافت کی بنیاد ایک معنی باطل پر رکھتے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت کا اپنا خود ساختہ مسلک ہے، جب کہ عوام وخواص اہلسنت کے اطلاق میں اس خود ساختگی کا کوئی شائبہ تک نہیں بلکہ یہاں اعلیٰ حضرت کی جانب مسلک اہلسنت کی اضافت معنی حق پر مبنی ہے۔ جب دونوں اضافتوں میں حق وباطل کا بنیادی فرق موجود ہے۔ تو ایک کے اقرار کو دوسرے کی تصدیق ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور ﷺ کے نبی ورسول ہونے کی شہادت دیتے رہے، لیکن جب منافقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کے رسول ہونے کی شہادت دی تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ منافقین جھوٹے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔ اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله م والله يعلم انك لرسوله ط والله يشهدان المنفقين لكذبون (سورة المنافقون۔ کیونکہ منافقین کی شہادت کی بنیاد صحابہ کی شہادت کی طرح تصدیق قلبی پر نہ تھی بلکہ تکذیب قلبی وریا کاری پر تھی جب دونوں شہادتوں میں بنیادی فرق ہوگیا تو دونوں کا حکم بھی دو ہوا، ایک نہیں۔ یہاں بھی دو اضافتیں ہیں، دونوں میں حق وباطل کا بنیادی فرق موجود ہے تو ایک کا نعرہ، دوسرے کی تصدیق کیونکر ہوسکتا ہے لہٰذا ذیشان احمد مصباحی کا لکھنا کہ "مسلک اہلسنت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطباء نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔" علماء پر بہتان طرازی اور ان کی کھلی توہین ہے۔ ذیشان احمد مصباحی پر اپنے اس قول سے توبہ واستغفار لازم ہے، اس عبارت سے راضی ہونے والے دیدہ ودانستہ اسے شائع کرنے والے، اور چھاپنے والے توبہ واستغفار سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔

حضرت مولانا مفتی سید شاکر حسین سیفی، دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی

دین اسلام آج جس طرح افکار اغیار کے نرغے میں ہے پوری تاریخ اسلام کا یہ پہلا اتفاق ہے۔ فلک نیل گوں کی بوڑھی نگاہوں نے کبھی ایسا یاس انگیز، حسرت خیز منظر نہیں دیکھا ہوگا۔ عالمی تمام مذاہب میں مذہب اسلام، مذہب اسلام میں مذہب اہلسنت وجماعت اور مذہب اہلسنت وجماعت میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی آج سب سے زیادہ ہدف تنقید بنا ہوا ہے۔ غور کیجئے تو یہ اس کے حق وصداقت کی واضح علامت ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس کے پرکھوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت وحفاظت میں زبان وقلم کا ہر سرمایہ وقف کر رکھا تھا آج ان کے نااہل وارثین اپنے موروثی ذخیرے پر حملے کر رہے ہیں۔ مگر صاحبان دماغ ودل، اربابان فہم اور وارثان شریعت وطریقت نے اپنی علمی بیداری مسلکی جذبۂ وفاداری اور مذہبی فداکاری کا وہ عملی مظاہرہ کیا ہے کہ زمین افکار باطل پر زلزلہ برپا

ہے۔ ہمارے مفتیان اکرام نے خصوصاً حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب نے پیش کردہ مسئلہ میں جس حکم شرعی کا اظہار فرمایا ہے ہم پورے انشراح صدر سے اس کی تصدیق کرتے ہیں

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری

الجواب: اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصواب

مسلک اعلیٰ حضرت: یہ لفظ علماء ومشائخ اور عوام میں متعارف ہے۔ جو مذہب اسلام کے قائم مقام ہے۔ اور تقریباً ڈیڑھ صدی کے عرصۂ دراز سے لکھا، پڑھا اور بولا جاتا ہے اکابرین اہل سنن جس میں صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی، ہم شبیہ غوث اعظم حضرت علامہ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، محدث اعظم ہند کچھوچھوی، صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی امجد علی صاحب اعظمی، شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اعظم ہند علامہ مفتی حشمت علی پیلی بھیتی، مبلغ اعظم علامہ عبدالعلیم صاحب میرٹھی، قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی، ملک العلماء علامہ ظفرالدین صاحب بہاری، برہان ملت علامہ برہان الحق صاحب جبل پوری، صدرالعلماء علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی، شمس العلماء مفتی قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خان صاحب، جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، امین شریعت حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب کانپوری علیہم الرحمۃ والرضوانکے علاوہ عرب وعجم، حل وحرم کے ہزاروں صاحبان علم وفن وعلمائے ذوالمنن و مفتیان دین حسن لکھتے، پڑھتے اور بولتے رہے ہیں۔ تاہم اس روح فرسا دور پرفتن میں کچھ کوتاہ قد ایڑیاں اٹھا کر پنجوں کے بل کھڑے ہوکر اپنے آپ کو دراز قد منوانے کے لئے ناعاقبت اندیش لوگ لفظ مسلک اعلیٰ حضرت سے معارضہ کرکے پوری جماعت اہلسنت پر شب خون مار رہے ہیں۔ وہ خبث باطنی میں اس قدر کورچشم ہو چکے ہیں کہ انکے خنجر قلم تلبیس رقم سے خود انکے باپ دادا کی تحریرات وتفہیمات اور تعلیمات کا خون ہو رہا ہے اور باپ دادا کے احساسات ومعتقدات کے بہتے لہو کو دیکھ کر یہ مسکرا رہے ہیں'' الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی'' کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ لوگ متوہبین ودیابنہ کے ایجنٹ ودلال ہوں۔ خبردار۔ خبردار ایسے لوگوں کی تحریرات۔ خواہ رسائل وجرائد کی شکل میں ہو یا تصنیف وتالیف کی شکل میں ہوں سب پڑھنا، پڑھوانا خریدنا ناجائز وحرام بدکام بدانجام ہے اور مذہب مہذب اور مذہب اسلام کو وہابیہ، دیابنہ، ندویہ، مودودیہ، نیچریہ، الیاسیہ، تبلیغیہ جو اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتے ہیں اور اپنے مکروکید سے گمراہ کرتے ہیں، سے امتیاز کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت بولنا، لکھنا، اس کی ترغیب دینا، نعرہ لگوانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ لازمی وضروری ہے کہ قرون اولیٰ سے اساطین اسلام وائمہ مجتہدین کرام کی عادت مستمرہ رہی ہے کہ مذہب ودین کو اہل بطلان سے جدا کرنے اور ممتاز کرنے کے لئے ذوات واشخاص کی جانب منسوب کیا ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ظاہر وباہر ہے

علامہ مفتی اختر حسین علیمی کا جواب لاجواب ہے میں اس کے حرف حرف کی تائید وتصدیق کرتا ہوں۔

حضرت مولانا مفتی سلطان رضا صاحب بہرائچ شریف

حاصل کلام یہ کہ مذکورہ اقتباسات کی طرح اگر مضامین و نظریات شائع ہوتے رہیں تو ایسے کسی بھی رسالے یا فرد سے علیحدگی ہی میں مسلمانوں کی خیر ہے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والیہ المرجع والمآب۔ کتبہ محمد مختار حسین غفرلہ

یکم ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ
خادم افتاء و درس دار العلوم غنیمیہ [illegible]

الجواب صحیح وصواب والمجیب اللبیب نجیح و مثاب۔
واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔
محمد اشرف رضا صدیقی قادری نوری
۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد [illegible] عالم قادری

الجواب صحیح
محمد نعیم برکاتی

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب
۷۸۶
اس جواب میں جن اقتباسات کا ذکر ہے ان کے علاوہ بھی بہت سے مضامین یا ضمنی فقرے ایسے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک مسلمہ عقائد سے متعارض ہیں یا علماء و مشائخ کی شان میں بے ادبی پر مشتمل ہیں جیسے کہ دین کے اصول و فروع کے معاملہ میں علماء و مشائخ کی تقلید کیا جانا [illegible] جس کا مطلب علماء و مشائخ کو نیا پنڈت بنانا [illegible] کیا جانا بتایا گیا [illegible] مسلمین کو اس کا پڑھنا جائز نہیں۔ یہ جواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
محمد نصیر [illegible] نعیمی سابق امام مسجد [illegible]
4.1.2008.

الجواب صحیح
محمد مصطفیٰ صدیقی حسمتی [illegible]
خطیب و امام سنی جامع مسجد
گونڈہ [illegible]
دورِ حاضرہ میں سنیت کی پہچان مسلک اعلیٰحضرت سے ہے
فقط
اسلام الدین احمد اعظم فیضی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ [illegible]
گورا چوکی۔ گونڈہ

الجواب صحیح
محمد ارشد علی خلیل آبادی
خادم افتاء و درس بحر العلوم
[illegible]

حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب
شیخ الحدیث جامعہ [illegible]
۷۸۶
عزیزم مولانا محمد اختر حسین صاحب کے جواب سے میں متفق ہوں اور جواب صحیح و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بہاء المصطفیٰ قادری

[illegible]
۵ ذی الحجہ [illegible]

اس مذکورہ بالا فتویٰ کی میں حرف بحرف تصدیق کرتا ہوں
محمد حبیب الرحمٰن قادری خطیب و امام سنی جامع مسجد محمد [illegible]
[illegible] روڈ کالینہ ۹۸

حضرت مولانا مفتی شبیر حسن رضوی، روناہی

الجواب حق و صواب والمجیب مصیب و مثاب
و ھو تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
شبیر حسن [illegible] القادری [illegible]
جامعہ [illegible] روناہی [illegible]

حضرت مولانا مبین الہدیٰ صاحب مصباحی

الجواب صحیح
مبین الہدیٰ نوری مصباحی
جمشید پور

باسمہ تعالیٰ

مسلک اعلیٰ حضرت ... سنیت کی

... مصلیاً و مسلماً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنیت احمد رضا کی زندگی

سنیت کی زندگی احمد رضا

9/1/08

MUFTI NAEEM AKHTAR AZMI
SUNNI DARUL IFTA
MINARA MASJID,
MOHD. ALI ROAD,
MUMBAI-400 003.

ٹیلیفون
23465264

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء

حضرت سید شاہ سراج اظہر صاحب، ممبئی

فقیر سید شاہ سراج اظہر

سرمایۂ اعلیٰ سنی کی پہچان ہے

حضرت مولانا مفتی توکل حسین صاحب حشمتی
شیخ الحدیث، سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی

مسلک سرکار اعلیٰحضرت سے تعلق سے ذرا بھی ادھر ادھر ہونا گمراہی و تباہی کا باعث ہوگا

[illegible]

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب

۷۸۶/۹۲

حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین صاحب قادری نے شاتمان امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریروں پر جس شرح و بسط اور کمال بردباری سے حکم شرعیہ ظاہر فرمایا ہے، اس کی میں بھرپور تائید کرتا ہوں۔ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ اگر آج حیات ہوتے تو اعلیٰحضرت قدس سرہ کے مخالفین کو نہایت سخت اور کرارا جواب دیتے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ بلاشبہ ہم اہل سنت والجماعت کی پہچان ہیں۔ یا الٰہی مسلک احمد رضا خان زندہ باد۔ حفظ ناموس رسالت کا جو خمدار ہے۔

[signature] حسنین نظمی

سید آل رسول حسنین نظمی برکاتی
سجادہ نشین، مارہرہ مطہرہ۔
۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے خلاف بولنے اور لکھنے والے اپنے سر پر زوال کو بلا رہے ہیں۔ مسلک احمد رضا سے منافع ذکر کو ٹنا اچھی بات نہیں ہے۔ ہمارے جاوید اختر علمائے کرام و مفتیان عظام نے جو کچھ مسلک اعلیٰحضرت کے درست ہونے کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے۔ بندہ عاصی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

[signature] محمد [illegible]

سنی جامع مسجد
دیشٹری بل کلیان

۱۴/۱/۲۹ھ

حضرت مولانا مفتی محبوب رضا صاحب روشن القادری
شیخ الحدیث دارالعلوم ایمان مفتی اعظم ممبئی

مسلک اعلیٰحضرت یا مسلک امام احمد رضا کا استعمال آج سے نہیں بلکہ اعلیٰحضرت کے عہد ہی سے علمائے ذی شان و محققین اکابر کے دور سے انہی زبانوں [illegible] اور تحریروں [illegible] لیکن [illegible] اور [illegible] اہل سنت [illegible] صحیح [illegible] [illegible] سنی صحیح العقیدہ کی پہچان ہے مسلک اعلیٰحضرت [illegible] [illegible] امام و مقتدا [illegible] تسلیم [illegible] [illegible] لیکن [illegible]

واللہ تعالیٰ اعلم

خادم العلماء محبوب رضا روشن القادری
صدر مفتی [illegible]
و شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم [illegible] ممبئی
[illegible] ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

حضرت مولانا سلطان رضا صاحب بہرائچ شریف

محمد سلطان رضا [illegible]
خادم الافتاء والتدریس دارالعلوم
مفتی اعظم نیر۔ گنجا حضور نور
بہرائچ شریف یوپی [illegible]

حضرت مولانا مفتی نعیم اختر صاحب، سنی دارالعلوم محمدیہ، ممبئی

۷۸۶/۹۲ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد: مسلک اعلیٰحضرت کا اطلاق شرعاً جائز اور دور حاضر کے تقاضے کے تحت ایک امتیاز ہے۔ فاضل موصوف نے اپنے علمی سرمایہ کا نکتہ بن بصیرت افروز تحریری بیان سے کر وقت کے تقاضے کو پورا کیا ہے اور مسلک اعلیٰحضرت کے بولے جانے کی بھرپور صراحت کی ہے مولا تعالیٰ مفتی اختر حسین صاحب کو [illegible] کے جواب کی ہم بھی حمایت کرتے ہیں [illegible] کا بیان صحیح اور [illegible] [illegible] خادم الافتاء [illegible]

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

MINARA MASJID,
MOHD. ALI ROAD,
MUMBAI-400 003.

سنی دارالعلوم محمدیہ
محمد علی روڈ، ممبئی ۳

حضرت مولانا مفتی
محمود اختر رضوی، ممبئی

[illegible]
خادم الافتاء رضوی [illegible]
۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

RAZVI NOOH · DARUL IFTA
Sayyed Abul Hashim Street, Near Jama Masjid, Pydhonie, Mumbai

رضوی دارالافتاء

حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں برکاتی نظمی مارہروی

مسلکِ اعلیٰ حضرت زندہ و پائندہ باد

بچپن میں نانی اماں مرحومہ ایک کہانی سناتی تھیں:

ایک بیل ایک تالاب کے کنارے سے گزر رہا تھا۔ تالاب کے مینڈکوں میں سے ایک مینڈک نے اسے دیکھا تو اپنے اتھیوں سے بولا: دیکھوتو کیسا اکڑ اکڑ کر چل رہا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں جو یہ ہے ایسا کوئی نہیں۔ مینڈک تالاب کے باہر نکل یا اور لگا پھولنے پچکنے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ ساری ہوا اپنے ندر بھر لے۔ اتنا پھلایا، اتنا پھلایا کہ اس کا پیٹ ہی پھٹ گیا، نتیں باہر نکل آئیں اور وہ مر گیا۔

کہانی سنانے کے بعد نانی اماں خود ہی سوال کرتیں: اچھا یہ اؤ کہ اس کہانی سے تم نے کیا سیکھا؟ ہم بچے بھلا کیا بتا سکتے۔ نانی اں مرحومہ خود ہی جواب دیتیں:

''اس کہانی سے یہ سبق ملا کہ کسی سے حسد نہیں کرنا چاہیے۔ ینڈک نادان تھا، اس نے بیل کی برابری کی کوشش میں اپنی ہی ان گنوادی۔''

آج دلی سے نکلنے والا ایک اردو رسالہ نانی اماں کی کہانی کا مینڈک بنا نظر آرہا ہے۔ آئے دن اس رسالے میں اہلسنت و جماعت کے کوائف پر تنقیدی مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ خیر سے اس رسالے کو ایسے سر پھرے قلم کار مل گئے ہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلویت پر کیچڑ اچھالنا اپنا بنیادی حق سمجھنے لگے ہیں۔ کبھی لکھتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت بولنا، لکھنا اور اس کا نعرہ لگوانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ مسلک اہل سنت و جماعت کو وہابیوں دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطیبوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔

آخر یہ مسلک اہل سنت و جماعت ہے کیا؟

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت کے ۷۳ر فرقوں میں تقسیم ہونے اور ان میں سے صرف ایک فرقہ کے ناجی ہونے کی بات ارشاد فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! اس ناجی فرقہ کی پہچان کیا ہوگی؟ تب غیب داں نبی نے فرمایا تھا کہ ناجی وہ فرقہ ہوگا جو میری سنت پر عمل کرے گا اور میرے

جادہ نشین ومتولی، درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ امیریہ، مارہرہ شریف

صحابہ کے راستے پر چلے گا۔

نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ کا راستہ کیا ہے؟

مختصر طور سے بتایا جائے تو یوں کہا جائے: ''اللہ کی وحدانیت میں ایمان رکھنا، اوامر ونواہی پر کار بند رہنا اور اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت کرنا جیسا اللہ نے حکم دیا ہے۔'' اسی کو مسلک اہلسنت و جماعت کہا گیا اور خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اور تمام سلف صالحین اسی مسلک پر چلتے رہے۔ مختلف ادوار میں اس مسلک کے علم بدلتے رہے لیکن روح وہی رہی یعنی اتباع مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

اسی مسلک کا پرچار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا، اسی مسلک پر خواجۂ خواجگان، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ چلے۔ طائفہ اولیائے کرام نے اپنی تبلیغ وتعلیمات کی بنیاد اسی مسلک پر رکھی۔ برا ہو نجدی فتنہ کا جس نے اس مسلک سے بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ قرآن عظیم کے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں طرح طرح کی گستاخیوں کے مرتکب ہوئے۔

خواجہ کے ہندستان میں یہ مسلک اہل سنت و جماعت خوب پھلا پھولا، یہاں تک کہ انیسویں صدی عیسوی میں دیو بند سے ایک شیطانی سینگ ابھرا جس نے ہندستانی مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر عرب کی نجدی وہابی تحریک کی کالک پوتنے کی سازش رچی۔ اور یہ کام ایک ایسے کپوت نے شروع کیا جو ایک ولی کے گھر پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ بھی قانون قدرت ہے کہ جب جب دین محمدی پر کوئی بحران آتا ہے تب تب اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے حبیب کا کوئی ایسا نائب پیدا فرما دیتا ہے جو اس بحران سے امت مسلمہ کو نجات دلائے۔

جناب ابوزہرہ رضوی لکھتے ہیں:

قوموں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کسی قوم پر جب ایسا وقت آتا ہے قدرت کسی نجات دہندہ کو مبعوث فرماتی ہے۔ سرمایۂ ملت کی نگہبانی کے لئے مشیت ایک شخصیت کو ظاہر کرتی ہے جو آ کر قوم کی بگڑی تقدیر کو سنوار دیتی ہے۔ مشہور مغربی دانشور نطشے نے کہا تھا کہ ''نپولین کا ظہور انقلاب فرانس کی وجہ سے ممکن ہوا۔ (آوازِ دوست، ص ۲۴۲)۔۔۔ یونہی صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں صلاح الدین ایوبی کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔ ہم جب اپنی مذہبی اور ملی تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جب معتزلہ کا فتنہ اٹھا اور عقائد و کلام کو نئے سرے سے پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی تو امام ابوالحسن اشعری جیسا متکلم پیدا ہوا۔ جب منطق و فلسفہ کا زور اٹھا تو اس کی فتنہ سامانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امام غزالی آئے۔ جب دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی تو مذہب اسلام کے تحفظ کے لیے قدرت نے مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا۔

یہ وہ قانون قدرت ہے جس کی نشان دہی خود رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی:

ان اللہ یبعث لھذا الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا۔ یعنی ہر سو سال کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک شخصیت کو دین کی تجدید کا منصب عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے اپنی سنن اور حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے۔

برصغیر ہند و پاک کی تاریخ میں انیسویں صدی کا دور بڑا ہی پر آشوب اور انقلابی دور رہا ہے۔ مذہبی اور سیاسی اعتبار سے اسلام اور اہل اسلام پر جو قیامتیں ٹوٹیں، قوم مسلم جس بحران سے دوچار ہوئی، وہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ہر آدمی کو معلوم ہے۔ ایسے بحرانی دور میں سنت الہیہ کے تحت امام احمد رضا پیدا ہوئے۔ دیو بند، قادیان، سہارن پور، علی گڑھ، لکھنؤ، اور دلی جہاں سے وہابیت، دیو بندیت، قادیانیت، نیچریت، غیر مقلدیت اور صلح کلیت کے فتنے اٹھے تھے، ان تمام علاقوں کے بیچ ایک مرکزی شہر بریلی میں اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو پیدا فرمایا تاکہ وہ ہر محاذ پر بیک وقت ٹکر لے سکیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اہل سنت و جماعت کے لئے کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے۔ انھوں نے سنت نبوی پر عمل کرنے کا درس دیا اور نبی سے ایسی محبت کرنے کا پیغام دیا جو ان کا حق ہے۔

برادر عزیز ڈاکٹر سید جمال الدین محمد اسلم جیلانی برکاتی ایک جگہ رقم طراز ہیں:

ہم اہل سنت ہیں، ماشاء اللہ۔ لیکن ہماری شناخت کیا ہے۔ یہ سوال غور طلب ہے۔ یہاں اس سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ صرف ایک نکتہ غور وفکر کے لئے پیش کرنا ہے۔ اہلسنت و جماعت کی شناخت جن عناصر سے مل کر بنتی ہے ان میں ایک اہم عنصر ہے طریقت۔ طریقت محض پیری مریدی نہیں۔ طریقت ہے شریعت پر چل کر دکھا دینا۔ اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شریعت پر چل کر دکھایا۔ شریعت بیان کرنا ایک اور اس پر چل کر دکھانا دوسری بات ہے۔ شریعت پر گام زن ہونے کے لیے حوصلے اور ایثار کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلند حوصلگی اور ایثار کا جذبہ تصوف کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہے۔ تصوف دراصل ہے ہی صفات الٰہی کا مظہر ہوجانا۔ شریعت و طریقت کے مرکب کو اہلسنت کہتے ہیں۔ کیا ہم کبھی غور کرتے ہیں کہ شریعت خارجی شے ہے اور طریقت داخلی۔ داخل کو اچھا کرلیں گے تو اس کا خارجی اظہار اچھا ہی ہوگا۔ اہلسنت کی آواز آج یہی ہے کہ ہم اپنے قلوب کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلق عظیم سے منور کرلیں۔ اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا ہی کیا۔"

(اہلسنت کی آواز، شمارہ ۱۹۹۷ء، اداریہ)

بریلی کے مولانا احمد رضا خاں نے اولیائے کرام کے اسی اسوۂ حسنہ کو اپنایا۔ ان کے دل میں محبت رسول کی جو شمع فروزاں تھی اس کے انوار میں انھوں نے دنیا بھر کے سینوں کو حصہ دار بنانے کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم کی دولت سے نوازا تھا۔ انھوں نے اس نعمت کا استعمال دین مصطفوی کے فروغ اور شاتمان رسول کا منہ توڑ جواب دینے میں کیا۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی سوانح میں ہے کہ آپ کو ۱۸۸ر علوم میں دستگاہ تھی۔ صاحب نبراس علامہ عبدالعزیز سیو ہاروی کو ۲۰۷ر علوم میں تبحر حاصل تھا۔ لیکن جب ہم اعلیٰ حضرت کو پڑھتے ہیں تو وہ علم وفن کی خدمت میں اپنے معاصرین اور متاخرین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ درجنوں وہ علوم ہیں جو اعلیٰ حضرت نے اپنے استادوں سے حاصل کیے۔ کتنے ہی وہ علوم ہیں جو انھوں نے استاد کی مدد کے بغیر محض اپنی اخاذ طبیعت اور ذہانت و فطانت کے بل پر حاصل کیے۔ بڑی تعداد ان علوم کی ہے جن پر اعلیٰ حضرت نے اپنی بصیرت و مہارت سے اضافے فرمائے۔ چند علوم وہ ہیں جو پہلے فنی طور پر مدون نہیں تھے، آپ نے انھیں مدون فرمایا۔ ان میں وہ علوم آتے ہیں جو مٹ چکے تھے، آپ نے انھیں دوبارہ زندہ کیا۔ چھٹی قسم ان علوم کی ہے جن کو اعلیٰ حضرت نے خود ایجاد کیا ہے۔

"ابتداء کہا گیا کہ آپ (امام احمد رضا قدس سرہ) ۵۰ر علوم کے متبحر عالم تھے۔ پھر یہ تعداد ساٹھ پر پہنچی، پھر ۷۵ر علوم کے چرچے ہوئے۔ مزید تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ کے علوم کی تعداد ۱۱۴ر ہے۔ اب گذشتہ چند سالوں سے جدید انداز سے علوم رضا پر ریسرچ کا جو کام شروع ہوا ہے اس کے مطابق اعلیٰ حضرت کے علوم کی تعداد ۲۰۰ر سے متجاوز ہوکر ۳۰۵ر کے قریب پہنچ رہی ہے۔" (امام احمد رضا، خدمات اور اثرات، مؤلفہ ابوزہرہ رضوی)

امام احمد رضا کا یہی علم وفضل مخالفین کی آنکھوں میں خار بن گیا ہے اور وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق طرح طرح کے حربے انھیں نیچا دکھانے کے لیے آزمارہے ہیں۔ کل تک امام احمد رضا کی مخالفت صرف وہابی، دیوبندی، اہل حدیث، نجدی کررہے تھے، اب نام کے سنی کہلانے والے بھی حسد کی آگ میں پڑکر اعلیٰ حضرت کے دشمن بن گئے ہیں۔ اس دشمنی کے پیچھے بس ایک ہی جذبہ کام کررہا ہے:

"اعلیٰ حضرت بریلی میں ہی کیوں؟ بدایوں، کچھوچھہ، مراد آباد، حیدرآباد اور دلی میں کیوں نہیں؟"

لیجئے صاحب اب ہر خانقاہ میں ایک عدد اعلیٰ حضرت پیدا ہوگیا۔ ان "نومولود اعلیٰ حضرت" کی شان میں ان کے ماننے والے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ ارے صاحب اس جمہوری دور میں آپ کو اس قصیدہ خوانی کی پوری پوری آزادی ہے لیکن یہ حق بالکل نہیں ہے کہ عوام اہلسنت کے متفق علیہ امام اور مجدد کی شان میں گستاخی کریں یا ان کی تنقیص کریں۔

امام احمد رضا کو ان کی حیات ظاہری ہی میں اعلیٰ حضرت کہا اور لکھا جانے لگا تھا۔ سن ۱۹۰۰ عیسوی مطابق ۱۳۱۸ھ میں پٹنہ کے دو روزہ اجلاس میں جب مولانا عبدالمقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا کو ۱۴ اروین صدی کا مجدد کہا: الفاظ اس طرح ہیں:

''جناب عالم اہلسنّت، مجدد مائۃ حاضرہ، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی'' (دبدبہ سکندری، رامپور، ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۸ء، صفحہ ۵ اور ۱۴ ویں صدی کے مجدد از علامہ ظفر الدین قدس سرہ، ص ۹)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

اس کے بعد ہی امام احمد رضا کو اعلیٰ حضرت لکھا جانا شروع ہوا۔ تحفۂ حنفیہ جلد ۹، پرچہ ۴ ربابت ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا کے لیے اس طرح لکھا گیا:

''مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، عالم اہلسنّت، اعلیٰ حضرت، اعلم علامۂ زماں، مولانا احمد رضا خاں مدظلہ، امام احمد رضا کا کمال یہ ہے کہ آپ نے سائنس و ریاضی اور دوسرے دنیوی علوم وفنون کو فقہ اور علم دین کا خادم بنا دیا ہے۔''

دلی کے ایک رسالہ نے لکھا:

''مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کر دی۔'' رسالہ مذکور کی اطلاع درست نہیں۔ وہابیہ نے مسلک اہلسنّت و جماعت کو اعلیٰ حضرت کی طرف جوڑا ہوتا تو خود کو حنفی سنی نہ کہتے۔ رہی بات ہمارے خطباء کی طرف سے اس مسلک کی تصدیق کی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ کیا واقعی اعلیٰ حضرت کا مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت نہیں ہے؟

ہم پہلے ہی مسلک اہل سنت و جماعت کی تشریح میں عرض کر چکے ہیں کہ مسلک اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھا جائے اور اللہ کے حبیب ﷺ سے ویسی محبت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے خود بتائی ہے۔ یہی مسلک تو اس وقت ہمارے برصغیر میں قائم سیکڑوں، ہزاروں مدارس اور مذہبی اداروں میں رائج ہے اور اسی کی پابندی ان اداروں میں کی جا رہی ہے۔ اگر ہمارے مدرسوں، مسجدوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کے بورڈ آویزاں ہیں تو اس میں دلی کے اس چیتھڑے رسالہ یا اس کے کسی کالم نویس کو کیا اعتراض ہے۔ آج ہر شخص اپنی شناخت چاہتا ہے۔ ہر ادارے کی اپنی پہچان ہوتی ہے۔ اگر اہلسنت و جماعت کے کسی ادارے یا سنیوں کی کسی مسجد کی پیشانی پر مسلک اعلیٰ حضرت کا بورڈ لگا کر اس کی اپنی الگ شناخت ظاہر کر دی گئی اور عوام الناس کو یہ بتا دیا گیا کہ اس ادارے یا مسجد کا تعلق عاشقان رسول سے ہے، اللہ و رسول کے گستاخوں سے نہیں، تو اس میں خرابی کیا ہوئی۔ دنیا کے قانون کے مطابق بھی اشراف کو مجرموں سے دور رکھا جاتا ہے اور اس مقصد کے لیے بڑی بڑی جیلیں بنائی گئی ہیں۔ خیر اور شر میں یہ فرق ازل سے ظاہر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس زمانے میں خیر کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت مانا جاتا ہے اور وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، مودودیت وغیرہ کو طاغوتیت اور شر کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرانی بھی تو ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں تو ایسے نازک دور میں جب ہر طرف کفر والحاد اور بے دینی کا چرچا ہو رہا ہے، سنی اداروں اور سنیوں کی مسجدوں پر اس طرح کے بورڈ لٹکانا واجب قرار دیا جانا چاہیے تا کہ بھولے بھالے عوام اچھے اور برے کی تمیز کر سکیں۔

آج بدعقیدہ فرقوں کی ایک نئی چال نظر میں آرہی ہے۔ اہلسنّت و جماعت کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے وہ مصطفیٰ شان رحمت پڑھنے لگے ہیں اور کہیں کہیں تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ خبثاء و ملاعنہ کی جماعت سنیوں کو فریب دینے کے لیے کھڑے ہو کر سلام پڑھتی ہے۔ ایسے میں سیدھے سادے عوام دھوکہ نہ کھا جائیں اس لیے ہمارے معزز علمائے کرام نے یہ ضروری قرار دیدیا کہ مجلس کے اختتام پر کھڑے ہو کر سلام پڑھو تو ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے ساتھ ساتھ یا نبی سلام علیک کے ایک دو بند ضرور پڑھو کیونکہ یا نبی کے ساتھ سلام پڑھنے میں چوبیس نمبریوں کی میّا مرتی ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرنے والے اکثر یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ مسلک امام اعظم کیوں نہیں کہا جاتا۔ اب ان بھکوں سے کون پوچھے کہ تم میں سے کس کس نے امام اعظم کا مطالعہ کیا ہے، ان کے نظریات کو سمجھا ہے، ان کے بتائے ہوئے طریقے کو براہ راست جانا ہے؟ ارے امام اعظم کو بھی تو تم نے امام احمد رضا کے توسط سے پہچانا ہے۔ اعلیٰحضرت نے اسلاف کے اقوال و اعمال اور نظریات کو ہماری روز مرہ کی زبان میں آسان پیرائے میں پیش کیا ہے۔ تو اب جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے وہی مسلک امام اعظم ہے، وہی مذہب غوث اعظم ہے، وہی مشرب ولی اعظم ہے، وہی دین رسول اعظم ہے۔ یا یوں کہیے کہ اب جو مسلک امام اعظم ہے، جو مذہب غوث اعظم ہے، جو مشرب ولی اعظم ہے جو دین رسول اعظم ہے وہی مسلک مجدد اعظم ہے۔

میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک شعر برسوں پہلے بہت مشہور ہوا۔ فرماتے ہیں:

یا الٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد
حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے

میرے جد بزرگوار حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت سے محبت اپنے والد گرامی مجدد برکاتیت سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ سے ورثے میں ملی تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی ایک تقریر میں حضور تاج العلماء کے تاثرات کچھ اس طرح پیش کیے ہیں:

میرے خال محترم نے لکھا اپنے تذکرہ خاندان برکات میں:

''گو کہ مجھے رسمی طور پر مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے تلمذ حاصل نہیں ہے لیکن میں ان کو اپنے بہت سے اساتذہ کے مقابلے میں اپنے حق میں بہتر و برتر مانتا ہوں۔'' اور اس کی وجہ لکھی: ''اس لیے کہ میں ان کا طریقہ تحریر و تقریر میں اپنے بزرگوں کے طریقے کے مطابق پاتا ہوں۔''

دراصل اعلیٰ حضرت کی عزت و شہرت اور فضیلت کو ان کے مخالفین ہضم نہیں کر پا رہے ہیں۔ صدام یونیورسٹی سے فراغت پا کر آ گئے تو خود کو فضیلۃ الشیخ اور نہ جانے کیا کیا کہلوانے لگے۔ حضور ہم آپ کی علمیت اور فضیلت کے کب منکر ہیں مگر اپنی لکیر بڑی کرنے کے لئے دوسری بڑی لکیر کو تو نہ مٹائیے۔ اتنی بات ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آج آپ کو تعزیہ داری، ماتم، دعوت میت، بے جا رسم رواج، باجا گا جا، میلے ٹھیلے میں عورتوں کی شرکت، عورتوں کی بے پردگی پر ممانعت وغیرہ مسائل کا سامنا کرنا پڑے تو اعلیٰ حضرت نے رسالہ تعزیہ داری، بدر الانوار فی آداب الآثار، احکام شریعت، مقال عرفا جیسے ہتھیار دیدیے ہیں۔ اگر روافض سے مچیٹا لینا پڑے تو اعلیٰ حضرت نے رد الرفضہ، البشر العاجلہ، غایۃ التحقیق، اعتقاد الاحباب اور مطلع القمرین جیسی کتابیں آپ کے لیے بطور میزائیل تیار کر رکھی ہیں۔ تنقیص رسالت کے مرتکب خبثاء کے رد میں الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ، سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح اور سل السیوف الہندیہ جیسے صف شکن حربوں سے آپ کو لیس کر دیا ہے۔ سلطنت المصفطیٰ، ھدی الحیران، الامن و العلی، برکات الامداد، النہی الاکید، انوار الانتباہ، فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین، فتاویٰ القدوہ، سوالات حق نما بردوس ندوۃ العلماء، ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ، بارش بہاری بر صدف بہاری وغیرہ جیسے ہتھیار بھی اعلیٰ حضرت نے ہمیں عطا کیے ہیں جن کے بل پر ہم بد عقیدہ خبثاء کے دانت کھٹے کر سکیں۔ اگر سنی علماء کو دیوبندیوں سے مناظرہ کرنے کا موقع پڑے تو شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کو درمیان میں لانا لازمی ہو جاتا ہے۔

عجب طرفہ تماشا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت کو نیچا دکھانے کی فکر کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو کہتے ہیں: محسن کش، احسان فراموش۔ ہرا ایرا غیرا نتھو خیرا اعلیٰ حضرت کی تنقید کے جنون میں مبتلا ہے۔ اور تو اور کچھ نام نہاد سید زادے بھی مخالفین کے اس لشکر میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ سید زادے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے نانا

جان کے دین کی حفاظت کے لیے اتنی محبت کی ۔ وہابیوں اور دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت کی جائداد پر قبضہ نہیں کیا تھا ، نہ ان کے آباء اجداد کی شان میں گستاخیاں کی تھیں ۔ ان ملاعنہ نے خاندان اہل بیت کو اپنا نشانہ بنایا تھا ، نبی کی توہین کی تھی ۔ قاعدے سے خاندان اہل بیت کے افراد کو ہی ان دشنام طرازیوں کا جواب دینا چاہیے تھا ۔ مگر اعلیٰ حضرت نے نبی کے ایک غلام کی حیثیت سے اپنا سینہ سپر کردیا اور دشمنوں کا ہر وار اپنے اوپر جھیلا ۔ کون مائی کا لال ہے جو جان بوجھ کر کسی کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالے؟ اعلیٰ حضرت نے جس بدعقیدگی کو چیلنج کیا تھا وہ بڑی طاقتور جماعت تھی ۔ ان کے پاس دنیا کے سارے مادی وسائل تھے ۔ حکومت میں وہ دخیل ، گنڈے ، اور بدمعاش انھیں کے پٹھو ، پیسے کی ریل پیل ، اختیارات والے ان کے متبعین میں شامل ۔ ایسوں سے ٹکر لینا وہ بھی ایک دو سال نہیں بلکہ کم وبیش نصف صدی تک ، یہ یقیناً کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ۔ امام احمد رضا نے محض اپنے رب کی خوشنودی کے لیے دین کے دشمنوں سے لوہا لیا ۔ انھوں نے ہر زاویہ سے مسلمانوں کے عقائد و ایمان کا تحفظ کیا ، غلبۂ اسلام کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور دین وملت کی تجدید فرمائی ۔ امام احمد رضا نے وہی عقائد پیش فرمائے اور اسی مسلک کو زندہ کیا جو صحابہ کرام ، اہل بیت اطہار ، تابعین ، تبع تابعین ، ائمہ مجتہدین ، غوث وخواجہ اور اولیاء وعلماء کا مسلک رہا ہے ۔ یہی اصل اسلام سواد اعظم اور مسلک اہل سنت ہے ۔ اور اسی کو آج مسلک اعلیٰ حضرت بھی کہتے ہیں ۔

تعجب ہے اعلیٰ حضرت تمام زندگی جن سے عقیدے کی جنگ لڑتے رہے وہ تو اعلیٰ حضرت کی عظمت کا اعتراف کریں اور جن کے عقیدے کی حفاظت کے لئے لڑتے رہے وہی ان کی مخالفت کے جنون میں مبتلا نظر آتے ہیں ۔ مولوی اشرف علی تھانوی تو امام احمد رضا کے عشق رسول کا اعتراف اس طرح کریں:

"میرے دل میں احمد رضا کے لیے بے حد احترام ہے ۔ وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر ہی کہتا ہے کسی اور غرض سے نہیں ۔"

اور ایک یہ نام نہاد سنی جو اپنے قلم اور زبان سے اعلیٰ حضرت کی شان میں براہ راست یا بالواسطہ اہانت آمیز عبارتیں بول کر اور چھپوا کر احسان فراموشی کے مرتکب ہو رہے ہیں ۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

دراصل یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت کے ناقدین کو اتنی اہمیت دیتے ہیں ۔ انگریزی میں کہاوت ہے: کتے بھونکتے رہتے ہیں ، کارواں گزرتے رہتے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت کے معاندین حسد کے مرض میں مبتلا ہو کر بورا گئے ہیں ۔ ان لوگوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جانی چاہیے ۔ سستی شہرت کے بھوکے یہ لوگ دو ٹکے کے پرچوں کے ذریعہ آئے دن دنیائے سنیت کی کسی نہ کسی عبقری شخصیت پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں ۔ جس دن عاشقان رضا نے ان مخالفین کو نظرانداز کرنا شروع کیا ، اسی دن یہ اپنی موت آپ مرجائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ میں ہمیں اس طرح کے تمام اشرار سے محفوظ رکھے ۔ آمین ۔

اعلیٰ حضرت نے ایک شعر اپنے آقا ومولیٰ نبی اعظم کی شان میں لکھا تھا ، آج ادب کی حد میں رہتے ہوئے وہی شعر خود اعلیٰ حضرت کی نذر کرتا ہوں:

مٹ گئے ، مٹتے ہیں ، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے ، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی

مسلکِ امام احمد رضا

دین وملت، مسلک و مذہب، مشرب وشریعت، یہ اور اس قسم کے الفاظ کے معانی میں لغت کے اعتبار سے کچھ فرق ہوسکتا ہے۔ لیکن شرع کی اصطلاح اور عام بول چال میں یہ تمام الفاظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ ہے ''مذہب اور طریقہ''

ہمارے اس قول کی تائید مندرجہ ذیل آیتوں، اقوال علمائے اسلام اور اہل زبان شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں سے ہوتی ہے۔ ارشادالٰہی ہے: " وما امر وا الالیعبد الله مخلصین له الدین حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤ تواالزكوة ذلك دين القيمه" انھیں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، یہ سیدھا دین ہے (پارہ ۳۰ سورہ لم یکن)

"ان الدين عندالله الاسلام"

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین تو بس اسلام ہے۔

اردو کے مشہور شاعر میر تقی میر کے مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دین اور مذہب دونوں لفظ کے معنی ایک ہی ہیں۔ شعر یہ ہے۔

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھ رہے ہو انھوں نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

اسی طرح غالب کے اس شعر سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب وملت دونوں لفظ ہم معنی ہیں، وہ کہتے ہیں

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب بٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

توحید پرستی میں تمام باطل مذاہب کا انکار ہے۔ یعنی شرک پرستوں نے اپنے مذاہب میں جو باطل قیود ورسوم بڑھالی ہیں انھیں ختم کر دیا جائے۔ تو صرف ایمان اور توحید پرستی باقی رہے گی۔ تو اس شعر میں غالب تمام شرک پرستوں کو مختلف ملت کہتا ہے اور توحید پرستی اور ترک رسوم کو کیش و مذہب بتاتا ہے۔ غالب نے ایک اور شعر میں مسلک کو مذہب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

آزاد ہوں میں، میرا مسلک ہے صلح کا
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

غالب نے ہی اپنے مختلف فارسی اشعار میں مشرب کو مذہب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے امام اور اعلیٰ درجہ کے اہل زبان شاعر تھے، فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۱۸ میں لکھتے ہیں:

''سید کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے۔ آج کل بہت سے مشرب صریح کفر وارتداد ہیں۔ جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی وغیرہم جو

مشرب کفر رکھتا ہو ہرگز سید نہیں۔"

مذکورہ بالا حوالوں سے دو باتیں صاف طور پر واضح ہوئیں:

۱. مذکورہ بالا الفاظ ہم معنی ہیں، جس کا مفہوم ہے مذہب اور طریقہ۔

۲. یہ الفاظ صرف سچے مذہب کے لیے ہی نہیں بولے جاتے، جھوٹ اور غلط مذہب والوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں۔

پس یہ الفاظ اپنے مفہوم اور استعمال کے لحاظ سے کسی خاص فرد یا افراد یا صحیح اور غلط مراد کے ساتھ خاص نہیں، کہ اس کی نسبت صرف فلاں کی طرف ہو سکتی ہے اور فلاں کی طرف نہیں۔ بلکہ عام وخاص ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ جس طریقہ پر وہ کاربند ہو اس کو اپنا دین و مذہب کہے اور اس کے زندہ باد کا نعرہ لگائے۔

البتہ یہ شروع سے ہوتا آیا ہے کہ باطل نے جب جب حق میں آمیزش کی کوشش کی ہے تو حق کو باطل سے ممتاز کرنے کے لیے کسی شخص یا اشخاص یا اعمال کو حق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ اور مسلک و مذہب کو اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ ابتداء سے آج تک جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

چنانچہ ظہور اسلام کے وقت یہودی بھی تھے اور نصرانی بھی اور مشرکین مکہ اور دہریئے بھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی اور برگزیدگی کے سبھی قائل تھے اور سبھی اس بات کے مدعی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام ہمارے دین و مذہب پر تھے۔ اللہ پاک نے قرآن عظیم میں ان کی تردید اتاری:

"ماكان ابراهيم يهودياً ولانصر انياً ولكن كان حنيفاً مسلماً وماكان من المشركين، ان اول الناس بابراهيم للذين اتبعوه و هذا النبي الامي." (سورہ عمران رکوع ۱۵)

اسلام اور دیگر مذاہب میں امتیاز کرنے کے لیے حکم ہوا

"ملة ابيكم ابراهيم وهوسمّا كم المسلمين"
(سورہ حج رکوع ۱۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، نہ ہی وہ مشرک تھے۔ وہ تو تمام مذاہب باطلہ کے خلاف مسلمان تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب یہ پیغمبر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکار ہیں۔ یہ مذہب اسلام تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور یہ اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ مذہب اسلام ہے۔

تو غلط دین وملت اور مسلک و مذہب سے امتیاز کے لیے اس دین و مذہب کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا لقب "اسلام" بخشا۔ اور مشرب و شریعت کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کر کے اس کو "ملت ابراہیمی" قرار دیا۔ اور ساری دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے دین محمدی کہلایا۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک و مسعود زمانہ رہا بلکہ حضرات شیخین کریمین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک اسلام کا شیرازہ مجتمع رہا اور کسی دراندازکو فتنہ و فساد کا یارا نہ ہوا۔

اس کے بعد کے زمانہ میں بہت دنوں تک انتظام و سیاست میں اختلاف وافتراق کی بنیاد پر سیاسی آویزشیں رہیں، جس کا تعلق بھی دین و مذہب سے تھا۔ اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں کافی خونریزی بھی رہی، لیکن مذہب وعقائد میں حق وصداقت کا غلبہ رہا، مگر خلافت عباسیہ کا عہد آتے آتے، باطل فکر وعقائد کی ایسی یلغار ہوئی کہ گمراہوں اور گمراہ گروں کے گروہ درگروہ پیدا ہوگئے (اور غضب یہ کہ سب اپنے کو سچا اور اصل مسلمان کہتے تھے۔ اور دوسروں کی تغلیط اور تردید پر ہردم کمربستہ رہتے تھے) جیسے رافضی، خارجی، معتزلہ، جبریہ، قدریہ وغیرہ۔ تو ان کے مقابلہ میں علمائے حق نے اعمال وعقائد کے اصول و فروع ترتیب دیئے۔ مباحثوں اور مناظروں میں اصل اسلام کی سچائی واضح کی اور ان کی جدوجہد سے حق کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور ان سے امتیاز اور الگ پہچان کے لیے عقائد کے میدان میں اپنے اماموں حضرت ابوالحسن اشعری اور حضرت ابومنصور ماتریدی کے نام اپنا کر "اشعری" اور "ماتریدی" رکھا۔ اور احکام شرعیہ اور اعمال فرعیہ کے دائرے میں اس لائن پر کام کرنے والے ائمہ مجتہدین کے نام کی طرف منسوب کر کے خود کو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہنے لگے۔

اور خدا رسی اور اصلاح نفس کی راہ میں راسخ بزرگوں کی طرف منسوب کر کے اپنے کو چشتی، قادری، سہروردی اور نقشبندی کہنے لگے اور ان سب کو مجموعی طور پر اہل سنت و جماعت کہنے لگے۔ تا کہ سچے اسلام کو باطل سے الگ اور ممتاز کیا جا سکے۔ حضرت علامہ سعدالدین تفتازانی فرماتے ہیں:

"المعتزلة اول فرقة اسّسوا قواعد الخلاف لما ورد به ظاهر السنة وجرى عليه جماعة الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين.....وترك الا شعرى مذهبه فاشتغل هو ومن تبعه بابطال رائ المعتزلة واتبعوا ماورد به السنة فسموا اهل السنة والجماعة." (شرحِ عقائد ص۶)

معتزلہ سب سے پہلا فرقہ ہے جس نے سنت رسول اور عملِ صحابہ کے خلاف قوائد کی بنیاد رکھی۔ حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلہ سے علیحدگی اختیار کی اور ان کی رائے سے اختلاف کیا اور احادیث کریمہ میں آئے ہوئے اعمال وعقائد کے لیے دلائل فراہم کیے۔ مسلمانوں کی عام جماعت نے ان کی اتباع کی تو یہ ''اہل سنت و جماعت'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

اس کے بعد مجموعی طور سے وقتی فتنوں کے عروج ونمود کے ساتھ ساتھ عالم اسلام میں ''سواد اعظم'' اہل سنت و جماعت کا سکہ رواں ہے۔

تیرہویں صدی ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے موافق عرب کے علاقہ ''نجد'' سے ابن عبدالوہاب کی صورت میں ایک عظیم فتنہ ظاہر ہوا، جو صرف اپنے معتقدین کو موحد کہتا اور بقیہ تمام مسلمانوں کو ابوجہل کے برابر مشرک قرار دیتا تھا۔ اور جملہ اہل اسلام کے ساتھ قتل وغارتگری اور ان کی جان ومال کو اپنے لیے حلال سمجھتا تھا۔

انگریزوں کی حمایت حاصل کر کے اہل حجاز سے اپنی لوٹ وغارتگری کا سلسلہ شروع کیا۔ حرمین شریفین کے دیندار مسلمانوں کا قتل کیا اور ان کی حرمت اور مال کو مباح وحلال قرار دیا۔ انجام کار پورے جزیرۃ العرب کو اپنے قبضہ وتسلط سے علیحدہ کر لیا تھا اس لیے تمام دنیا کے مسلمانوں نے ان کو اسلام سے خارج سمجھا اور ہندوستان میں تو مسلمان کو ان سے اس درجہ نفرت ہوگئی کہ ''وہابی'' کا لفظ گالی ہو گیا۔ اس لیے جہاں اس کے متبعین اپنے کو اہل سنت وجماعت مشہور کرتے خود کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بتاتے۔ بلکہ ان کو وہ گروہ جو اپنے کو حنفی کہتا تھا قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی اپنے کو مشہور کرتا اور پیری ومریدی کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ اور بزرگان دین اور اولیاء کاملین انبیا ومرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم کے خلاف اپنی تقریروں وتحریروں میں زہر افشانی بھی کرتے رہتے جس سے عام سنیوں کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔

اس وقت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم مذہب اہل سنت و جماعت کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ اور اپنے علم وقلم کے زور سے ہر مورچہ پر ان گمراہوں کا منھ موڑ دیا۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی جو ایک لیڈر اور معروف صاحب قلم تھے۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں ان کا ایک غیر جانبدارانہ اعتراف ملاحظہ کریں:

''بریلی کے مولانا احمد رضا خان صاحب جن کو ان کے معتقد مجدد مأتہ ماضیہ کہتے ہیں اور درحقیقت طبقہ صوفیہ کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے وہ منصب مجدد کے مستحق ہیں۔ انھوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکے کی کتابیں لکھی ہیں۔ جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر وتقریر تھے اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے تھے۔ ان کی تصنیفات اور تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی

چاہیے۔ ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں، مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے، وہ بہت جلد کفر کا فتویٰ دوسروں پر لگا دیتے ہیں۔ مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسماعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں۔ جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر، صف شکن اور سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔"

(ہفت روزہ "خطیب"، دہلی، مورخہ ۲۶ رمارچ 1915)

پورے ہندوستان کے سنی مراکز نے بھی امام احمد رضا خان صاحب کی اس دینی خدمت کو محسوس کیا اور موجودہ گمراہوں سے اہل سنت و جماعت سے ممتاز کرنے کے لیے امام احمد رضا کی ذات کو سنیت کی علامت قرار دیا۔ اور مسلک اہل سنت و جماعت کو ان سے منسوب کیا۔ چنانچہ دستور اساسی "آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت" صفحہ ۱۲ پر ہے:

"سنی سے مراد وہ افراد ہیں جو مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے عقائد و اعمال میں بالکل متفق ہوں اور عملاً اس کی موافقت کرتے ہوں۔"

دستور اساسی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور صفحہ ۵ پر ہے" ادارے کا مسلک موجودہ زمانے میں جس کی واضح نشانی یہ ہے کہ جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے اعمال و عقائد میں بالکل متفق ہوں۔"

ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے دستورالعمل صفحہ ۸ پر ہے" اس دستور میں جہاں سنی یا اہل سنت کا لفظ آئے اس سے وہ صحیح العقیدہ مسلمان مراد ہے جو باب عقائد میں علمائے بریلی کے مسلک سے متفق ہوں۔"

پورے غیر منقسم ہندوستان کی عظیم ترین "تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس" جس میں پشاور سے بنگلہ دیش تک تمام مراکز اہلسنت کے سارے علماء شریک ہوئے۔ اس میں بھی اہلسنت کی پہچان مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قرار دیا گیا ہے۔

وجہ اس کی وہی تھی کہ جو آپ نے دین اسلام کی تجدید فرمائی، باطل کی آمیزش سے اس کو پاک کیا۔ اپنی انتھک کوششوں سے اسلام کا چہرۂ تابناک نکھارا، ہمارے اسلاف کو اپنے اس عمل میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی کہ مسلک اہل سنت و جماعت کو امام احمد رضا کا مسلک کہیں۔ کیوں کہ اسلام کی یہی تاریخ رہی ہے کہ ہر زمانے میں جب باطل پرستوں نے مسلمان بن کر گمراہی پھیلانی چاہی تو علماء اسلام نے اس عہد کے کسی ایسے عالم دین کو جو سچے مذہب اسلام کا مکمل نمائندہ تھا، اسے دین کی علامت قرار دیا اور مسلک یا مذہب یا اس کے ہم معنی الفاظ کی اس کی طرف نسبت کر کے امتیاز حق و باطل کی ایک زندہ اور پائندہ مثال ان کے سامنے کر دی۔

ہمارے اسلاف تو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کو ملت کا ایک نشان قرار دے کر چلے گئے لیکن ان کے بعد اب جو اختلاف آئے۔ دین میں بعض نے شاید اپنا چراغ جلانے کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ راستہ کا یہ منارۂ نور ڈھا دیا جائے تا کہ ہمارا مطلوبہ نشان پورا ہو۔

اسی لیے کسی صاحب نے کہنا شروع کیا مولانا احمد رضا خان صاحب کی طرف مسلک کی نسبت کیوں کی جائے، آخرانہوں نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل وغیرہ ائمہ مذاہب کے خلاف کوئی نئی شریعت نکالی ہے؟ اس لیے اس نئی شریعت کو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، تو ہمیں کسی ایسی شریعت کی ضرورت نہیں جو مذاہب ائمہ اربعہ کے خلاف ایجاد ہوئی ہو۔ اور اگر یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ انھوں نے ان ائمہ کے خلاف کوئی مسئلہ نہیں نکالا بلکہ اپنی زبان، اپنے قلم اور علم سے اپنے زمانہ میں اپنی زبان میں روشن استدلال اور واضح بیان سے ظاہر

فرمایا تو مسلک و مسائل تو انھیں ائمہ کے ہیں۔ امام احمد رضا کی ایجاد نہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ پھر اس مسلک کی نسبت امام احمد رضا کی طرف کیوں کی جائے؟ انہیں! اماموں کی طرف کیوں نہ کی جائے جنھوں نے یہ کارنامہ انجام دیا۔

ہم کہتے ہیں ان صاحب کی یہ بات اگر صحیح ہو تو بات یہیں تک نہیں رہے گی، معاملہ دور تک بڑھ جائے گا کیوں کہ کوئی شخص انھیں کے لب ولہجہ میں کہہ سکتا ہے کہ پھر ان چاروں اماموں کی طرف بھی مذہب یا مسلک کی نسبت کیوں کی جائے؟ یہ ان کی بھی تو ایجاد نہیں۔ یہ حضرات بھی تو وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ سے سنا۔ پھر ان مذاہب کی نسبت ان ائمہ کی طرف کیوں کی جائے؟ صحابہ کی طرف ہونا چاہیے۔ اس پر بھی کوئی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود اپنی بات کہاں بیان کرتے ہیں کہ مذہب کی نسبت ان کی طرف کی جائے، وہ تو جو کچھ بیان کرتے ہیں سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا بیان کردہ ہے۔ تو لازم ہے کہ مذہب کی نسبت خود صحابہ کرام کی طرف بھی نہ ہوں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اور یہ قول بھی اسی دلیل سے رد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا جو کچھ کہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ پس دین و مذہب، مسلک و مشرب کی نسبت معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی غلط ہوئی۔ اس لیے اسلام کو نہ دین محمدی کہنا صحیح ہے نہ ملت ابراہیمی، دین کا حقیقی موجد تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اس کی نسبت نہ امتیوں میں سے کسی کی طرف کی جاسکتی ہے نہ انبیاء و رسول میں سے کسی کی طرف، اس کو تو بس دین اللہ اور دین الٰہی کہنا ہی صحیح ہوگا۔

دیکھا آپ نے اس قسم کی نفس پرستیوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی چھری سے خود اپنا ہی گلا کاٹ لیتا ہے۔ اس دلیل میں یہ ٹکڑا ہی صحیح نہیں کہ مذہب یا مسلک کی نسبت صرف موجد کی طرف ہی کی جاسکتی ہے۔ حالانکہ پیغمبر، صحابی، امام، مجتہد یا بڑا عالم دین ہی نہیں ہر کلمہ گو اور امتی کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کو میرا دین، میرا مذہب اور مسلک کہے۔ تو امام احمد رضا یا ان کے چاہنے والوں کو کیوں یہ حق نہیں کہ مسلک احمد رضا خان زندہ باد کا نعرہ لگائیں، اس میں کیا قباحت ہے اور کڑھنے کی کیا بات ہے؟ مگر واقعہ یہ ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است
گل است سعدی در چشم دشمناں خارست

عداوت کی نگاہ سے ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔ سعدی پھول ہے مگر دشمنوں کی نگاہ میں کانٹا ہے۔

ایک اور صاحب نے تو غضب ہی کر دیا۔ پوری اسلامی تاریخ ہی جھٹلا دی۔ وہ کہتے ہیں اسلام میں مسلک چار ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ چار کے سوا کوئی مسلک نہیں۔ کسی کے نام کے ساتھ مسلک کا لفظ لگانا صحیح ہوتا تو پیران پیر کا مسلک ہوتا۔ خواجہ اجمیری کا مسلک ہوتا۔

اس عبارت کے دو حصے ہیں۔ اول حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی صرف چار مسلک ہیں۔ دوم چار کے سوا کوئی مسلک نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں باتیں ہی غلط ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کو عام طور سے مسلک کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ مذہب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حوالہ نمبر۱:

"المذهب جمع مذاهب المعتقد الطريقة الاصل ومذاهب الاسلام اربعة الحنفى والشافعى والمالكى والحنبلى"
(المنجد صفحہ نمبر ۲۴۰)

مذہب کے معنی اعتقاد، طریقہ اور اصل ہیں اسلام میں چار مذہب ہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔

حوالہ نمبر۲:

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"اهل السنة قد افترقت بعد القرون الثلثه اوالاربعة مذاهب ولم يبقوا فى الفروع سوى هذه المذاهب الا ربعة."

اہل سنت تین چار قرن (صدی) کے بعد ان ہی چار

مذہبوں پر منقسم ہوگئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔
(بحوالہ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم صفحہ ۳۲۲)

حوالہ نمبر۳:
امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میرے لیے یہی بھلائی (جسے میں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنا رکھا ہے) کافی ہے۔ ایک تو پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے۔ دوسرا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔"
(درمختار جلد اول ص ۲۶)

کوشش کی جائے تو علماء اور ائمہ کے ایسے سیکڑوں اقوال مل جائیں گے جن سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ عام طور سے ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکاتب فکر کو صرف مذہب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے مذکورہ بالا دعویٰ غلط ہوجاتا ہے کہ صرف ائمہ اربعہ کے لیے مسلک کا لفظ بولا جاتا ہے۔

اس طرح اس دعویٰ کا دوسرا حصہ کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے مسلک کا لفظ لگانا صحیح نہیں، یہ بھی سراسر غلط ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ جلد ششم صفحہ ۱۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

"آیات متشابہات میں اہل سنت حفظہم اللہ کے دو مسلک ہیں۔ اول تفویض کہ ہم ان آیات کے معنی کچھ نہیں جانتے۔ اللہ ورسول جانتے ہیں۔ جو معنی مراد الٰہی ہو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، یہ مسلک سلف ہے۔ اور صحیح وراجح ہے۔ دوم تاویل کہ انھیں آیات کو حسب محاورہ معنی جائزہ پر محمول کرتے ہیں۔"

اس عبارت میں مسلک کی نسبت ائمہ مجتہدین اور تمام ائمہ عقائد وکلام کی طرف کی گئی ہے۔

المعتقد کے حاشیہ صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

"ہمارے ائمہ ماتریدیہ رحمہم اللہ نے مسلک وسط اختیار کیا ہے کہ حکم تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ البتہ افعال کا حسن وقبح عقلی ہے۔ اس عبارت میں صرف ماتریدی ائمہ کلام کی طرف مسلک کی نسبت کی گئی ہے۔"

اسی طرح ائمہ سلوک وتصوف کی طرف بھی مسلک کی نسبت کی گئی ہے۔ کشف المحجوب صفحہ ۱۷۰ پر حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری کے لیے لکھا ہے۔ (جو حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے مقدم بزرگ ہیں جن کے مزار پر حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کیا اور فیض اٹھایا ہے)۔

"حضرت داتا گنج بخش تصوف اور طریقت میں جنیدی مسلک کے تھے" (کشف المحجوب)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین ومذہب اور اس کے مترادف الفاظ از قسم مسلک ومشرب طریقت وشریعت وغیرہ لغت وعرف شرع کے اعتبار سے کسی خاص شخص کے لیے ایسے خاص نہیں کہ دوسرے کے لیے اس کا استعمال منع ہو۔ موقع ومحل سے سب کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ دیکھیے قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے جواب میں ہر صحیح العقیدہ مسلمان دین اسلام کو اپنی طرف منسوب کرے گا۔ "دینی الاسلام" تو اس سے پہلے دنیا میں میرا یا تیرا مسلک ومذہب کہنا کیوں نہ جائز ہوگا۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مسلک کی نسبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام اور مذہب حق اہل سنت وجماعت کے لیے غیر معمولی جدوجہد فرمائی جیسا کے اوپر تفصیل سے ہم بیان کرچکے ہیں اس کے خلاف جو لوگ آواز اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم!

حضرت علامہ عاشق الرحمن قادری حبیبی

مسلکِ اعلیٰ حضرت یوں!

علم دین نہ رکھنے والے بہت سے مدعیانِ اسلام خواہ وہ صحیح العقیدہ ہوں یا نہ ہوں یہ سوال کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ مسلک تو چار تھے، مسلکِ اعلیٰ حضرت نام کا یہ پانچواں مسلک کہاں سے آگیا؟ درحقیقت یہ ان کے ذہنوں کا پیدا کیا ہوا سوال نہیں ہے یہ کچھ ایسے نیم عالم لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے جو '' تھوتھا چنا باجے گھنا'' کا مصداق ہیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قول '' ادھ جل گگری چھلکت جائے'' کا ان پر صدق ہوتا ہے ان لوگوں نے بے علم لوگوں کے سامنے اپنی برتری یا اپنے بڑوں کی برتری کو ظاہر کرنے کے لئے اس قسم کا سوال پیدا کردیا ہے جسے یہ لوگ آئے دن طوطے کی طرح رٹا کرتے ہیں۔

آیئے ہم دیکھیں کہ لفظ '' مسلک'' اور لفظ '' مذہب'' لغوی اعتبار سے کیا معنی رکھتے ہیں اور کن معانی میں ان کا استعمال ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھا جائے کہ کتب دینیہ میں ان میں سے کون سے لفظ کا استعمال ہوا ہے اور ان میں سے کس لفظ سے کس معنی کو مراد لینا درست ہے۔

لفظ '' مسلک'' لغت میں طریق یعنی راستے کے معنی میں مستعمل ہے سید محمد مرتضیٰ حسینی کی '' تاج العروس'' میں ہے '' والمسلک الطریق'' اسی طرح ابن منظور کی '' لسان العرب'' میں بھی ہے اگرچہ لفظ مذہب بھی راستے کے معنی میں مستعمل ہے پھر بھی معتقد '' جس کا اعتقاد رکھا جائے'' کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے لسان العرب میں ہے '' المذهب المعتقد الذی یذهب الیه جیسا کہ تاج العروس میں ہے یہ استعمال مجازی ہے اس میں ہے ومن المجاز المذهب المعتقد الذی یذهب الیه اس کے برخلاف لفظ مسلک کے معتقد کے معنی میں استعمال ہونے کا لسان العرب یا قاموس و تاج العروس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

اہل سنت کے چار اماموں کے چار مذہب ہیں ان کو مسلک نہیں کہا جاتا ہے وہ ہیں مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور مذہب حنبلی۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی '' ردالمحتار'' یعنی شامی میں ہے '' لایجوز احداث قول خارج عن المذاهب الاربعة '' یعنی ان چار مذہبوں سے خارج قول کا پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر جلالین کے حاشیے میں فرمایا ہے '' ولا یجوز تقلید ماعدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة و الحدیث الصحیح و الآیة فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل و ربما اداه ذالك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر '' یعنی حنفی مالکی، شافعی اور حنبلی ان چار مذہبوں کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی تقلید جائز نہیں ہے اگرچہ وہ بظاہر صحابہ کرام کے قول حدیث صحیح و آیت کریمہ میں سے کسی کے موافق

ہو ان چار مذہبوں سے جو شخص خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ بسا اوقات یہ بات کفر تک پہنچا دیتی ہے اس لئے کہ تمام مقامات پر کتاب الٰہی یا سنت نبویہ کے ظاہر کو اخذ کرنا اصول کفر میں سے ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم حنفی فقیہ نے مذکورہ مقام پر مذہب لفظ ہی کا استعمال فرمایا اسی طرح علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مفسر نے بھی لفظ مذہب ہی کا استعمال فرمایا حضرات علماء کرام ایسے مقامات پر ہمیشہ لفظ مذہب ہی کا استعمال فرماتے چلے آئے ہیں ایسے مقام پر ان میں سے کسی نے لفظ مسلک کا استعمال نہیں فرمایا ہے۔

بھارت کے بے علم مدعیان اسلام، اسلام کو مذہب سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام ایک دین ہے جس کے تحت کئی مذہب ہیں بے علم لوگوں کی ناواقفی کی وجہ سے الفاظ کے معنی نہیں بدل جائیں گے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن کمال باشا سے طبقات فقہاء کے بارے میں نقل فرمایا ہے" الاولی طبقة المجتهدين في الشرع كالائمة الاربعة رضی الله عنهم و من سلك مسلكهم في تاسيس قواعد الاصول و به يمتازون عن غيرهم الثانية طبقة المجتهدين في المذهب كابي يوسف و محمد و سائر اصحاب ابي حنيفة القادرين على استخراج الاحكام من الادلة على مقتضى القواعد التي قررها استاذهم ابو حنيفة و ان خالفوه في بعض احكام الفروع ليكن يقلدونه في قواعد الاصول و به يمتازون عن المعارضين في المذهب كالشافعي وغيرهم المخالفين لهم في الاحكام غير مقلدين له في الاصول" یعنی فقہاء کرام کے طبقات میں سے پہلا طبقہ ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قواعد اصول کی تاسیس میں ان کے مسلک پر چلنے والے حضرات مجتہدین فی الشرع کا طبقہ ہے اور اسی سے وہ حضرات دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں حضرات مجتہدین کے طبقات میں سے دوسرا طبقہ ان حضرات مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو حنیفہ کے دوسرے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو کہ اپنے استاد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احکام میں مقرر رکھے ہوئے قواعد کے تقاضے کے مطابق دلیلوں سے احکام کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں اگرچہ ان حضرات نے احکام فروع میں سے بعض میں ان کے قول کی مخالفت کی ہے لیکن یہ حضرات قواعد اصول میں ان کی تقلید کرتے ہیں اور اسی سے یہ حضرات حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ جیسے مذہب میں مخالفت کرنے والے ان حضرات سے ممتاز ہوتے ہیں جو کہ احکام میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں اور اصول میں ان کی تقلید نہیں کرتے ہیں۔

شامی میں حضرت محقق ابن کمال باشا رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہوئی عبارت مذکورہ میں آئے ہوئے لفظ مسلک سے اس کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی طریق یا راستہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات مجتہدین فی الشرع ایسے حضرات ہیں جیسے اہل سنت کے چار ائمہ کرام اور قواعد اصول کی تاسیس میں جو اس راہ پر چلیں اگر یہاں مسلک سے مذہب کو مراد لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہو جائیں گے کہ جو حضرات امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہم کے مذہب پر چلیں یعنی مذہب حنفی، مذہب مالکی مذہب شافعی و مذہب حنبلی پر چلیں وہ مجتہدین فی الشرع ہیں حالانکہ ایسا کرنے والے حضرات ان کے مقلد ہی ہو سکتے ہیں مجتہدین فی الشرع نہیں ہو سکتے۔ ردالمحتار، میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ ابن کمال باشا رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری پیش کی ہوئی جس عبارت مذکورہ کو نقل فرمایا ہے اس میں فقہاء کے طبقۂ ثانیہ کو حضرات مجتہدین فی المذہب کا طبقہ کہا گیا ہے اور مثال میں حضرت امام ابو یوسف و حضرت امام محمد وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کو پیش کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو حنفیوں کے لئے معارضین فی المذہب کہا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات پر فقہاء کرام کے یہاں لفظ مذہب کا استعمال ہوتا ہے نہ کہ لفظ مسلک کا ہاں بعض جگہوں پر مسلک لفظ کا استعمال ہوا ہے لیکن وہ محض لغوی معنی میں۔

جیسا کہ سطور بالا سے ظاہر ہے۔ شامی میں علامہ ابن کمال

باشا سے نقل کی ہوئی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ موسس قواعد اصول والے طریقۂ شرع کو مذہب کہا جاتا ہے۔ مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور مذہب حنبلی اسی معنی میں مذہب ہیں اور ان کی تاسیس فرمانے والے حضرات ہی مجتہدین فی الشرع کہلاتے ہیں۔لفظ مذہب کے اس معنی میں لفظ مسلک کا استعمال نہیں پایا جاتا ہے۔ہاں لغوی معنی میں اس کا استعمال حضرات فقہاء کے یہاں بھی ہوا ہے۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مؤسس قواعد اصول والے طریق شرع کو مسلک کہا جاتا ہے اور حنفی، مالکی شافعی و حنبلی اسی معنی میں مسلک ہیں ان کو اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں ٹھوس دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ان پڑھ لوگوں کے سامنے محض بکواس کر دینے سے اہل علم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جن لوگوں نے ان پڑھ لوگوں کو یہ سوال سکھایا ہے کہ مسلک تو چار ہی تھے پانچواں مسلک کیسا؟ انھیں لوگوں نے عوام کے سامنے یہ سوال بھی رکھا ہے کہ حضرت سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی اتنی تبلیغ فرمائی، دین کی اتنی خدمات فرمائی۔ مسلکِ غریب نواز کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔فلاں بزرگ نے اسلام کی اتنی تبلیغ کی، مسلکِ فلاں کیوں نہیں کہا جاتا ہے گھسیٹے نے اتنی دین کی خدمت کی مسلک گھسیٹا کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔مناسب معلوم ہوتا ہے اس سلسلے میں اس موقع پر کچھ کہا جائے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد ماۃ ماضیہ فاضل بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے کسی ایسی بات کی تعلیم نہیں دی ہے جس کی اصل شرع شریف میں موجود نہ ہو۔ہاں جن امور سے لوگ غافل ہو چکے تھے آپ نے ان امور کی یاد تازہ فرمادی ہے۔مثلاً یہ کہ قرآن حکیم کی ہر آیت پر ایمان رکھنا ضروری ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض آیتوں پر ایمان رکھا جائے اور بعض پر ایمان نہ رکھا جائے عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احداً پر تو ایمان رکھا جائے لیکن الا من ارتضیٰ من رسول پر ایمان نہ رکھا جائے ایسا نہیں ہوسکتا۔اعلیٰ حضرت نے آیت کریمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ہمیشہ ادب کو ملحوظ رکھا اور اسی کی تعلیم دی۔چنانچہ آپ نے ووجدك ضالاّ میں ضال کا ترجمہ وارفتہ کیا گمراہ یا بھٹکا ہوا یا متوالا نہیں کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ترجمے کے مرجع کو سمجھنے کے لئے تفسیر انوار التنزیل وغیرہ میں انك لفی ضلالك القدیم کی ہوئی تفسیر کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اس بات کی تعلیم دی کہ مجتہد کے نزدیک عمل کے لئے حدیث کے صحیح ہونے کا مفہوم اور ہے اور محدث کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کا مفہوم اور۔ رسالہ ''الفضل الموہبی'' میں آپ نے ترمذی وغیرہ سے عبارت نقل کرتے ہوئے اس کو ثابت فرمایا ہے۔اس میں کوئی بات نئی نہیں ہے لیکن عوام تو عوام علماء اس سے غافل تھے۔مثال کے طور پر ترمذی نے ابوعلی رحبی، سے ایک حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہیں لیکن اس کے باوجود امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اعلان فرمایا کہ اہلِ علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔بہت سی احادیثِ کریمہ ایسی ہیں جن کے صحیح مفہوم کو لوگ نہیں جانتے ہیں اور بد مذہب لوگ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے غلط مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں مثال کے طور پر'' لا یجتمع فی الارض العرب دینان '' کا ایسا ترجمہ کیا جاتا ہے جس سے عوام کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں اب کافر نہیں ہوسکتے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے نقل کرتے ہوئے اس حدیث شریف کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ سرزمین عرب میں دو دین نہ رہیں یعنی غیر مسلم کو اس سرزمین پر طویل اقامت کی اجازت نہ دی جائے۔ضعیف حدیثوں کو باب فضائل میں قبول کیا گیا ہے لیکن وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ حدیث ضعیف کی کوئی قیمت نہیں ہے گویا وہ موضوعات کی طرح ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دیلمی کی '' مسند الفردوس'' کی بعض ایسی حدیثوں کو بیان فرمایا اور یہ اشارہ فرمایا کہ ان پر عمل کرنا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت لیکن ان پر عمل کرنے میں فائدہ ہے۔فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں جن میں سے بعض راجح ہیں تو بعض مرجوح۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ہمیشہ فقہاء اصحاب ترجیح کے اقوال کو اپنا مختار بنایا اور انھیں کی تعلیم دی مثال کے طور پر بعض فقہاء کرام نے رکوع کے بعد دعائے قنوت کے پڑھنے کو

جائز فرمایا لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام محقق کمال الدین ابن ہمام اسکندری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر جیسے صاحب ترجیح فقیہ کے قول کو اختیار فرمایا اور یہ تعلیم دی کہ حنفیہ کے یہاں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے کا کوئی محل نہیں ہے۔ اسی طرح آپ ہی کے قول سے اخذ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تعلیم دی کہ داخل مسجد مطلقاً اذان مکروہ ہے۔ احادیث کریمہ بسا اوقات بظاہر ایک دوسرے کے متعارض معلوم ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تطبیق دے کر ظاہر فرمادیا کہ درحقیقت ان میں تعارض نہیں ہے حدیث انا لا نستعین بمشرك کے مفہوم کو ظاہر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ فرمایا کہ امور دینیہ میں کافر سے مدد لینا جائز نہیں ہے اور کافر کے ہدیہ کو قبول کرنے کے سلسلے میں آپ نے فرمایا دونوں قسم کی باتیں آئی ہیں اور اس طرح تطبیق دی کہ اگر غالب گمان ہو کہ اس کے ہدیہ کو قبول کرنے سے وہ مسلم ہو جائے گا تو اس کے ہدیہ کو قبول کرنا ضروری ہے لیکن اگر یہ غالب گمان ہو کہ اس کے ہدیہ کو قبول نہ کرنے سے وہ اپنے مذہب کفری سے بیزار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں اس کے ہدیہ کو نہ قبول کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض مسائل میں بعض اقوال کو بعض دیگر پر ترجیح دی جب کہ اس ترجیح اور وجہ ترجیح سے لوگ غافل تھے۔ اسی طرح جن امور کو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں نے چھوڑ دیا تھا یا غلط سمجھتے تھے یا انھیں نہیں جانتے تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان کی طرف رہنمائی فرمائی مثلاً یہ کہ الفاظ شہادت کو سن کر انگوٹھا چومنا جمعہ کی اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونا وغیرہ۔ جن مسائل میں مختلف شقوں پر مختلف احکام ہیں اور فقہ کی بڑی سے بڑی کتاب میں بھی ان کی تفاصیل موجود نہیں ہیں اعلیٰحضرت قدس سرہ نے ان کی تفصیل فرمائی مثال کے طریقے پر نابالغ بچے کے بھرے ہوئے پانی کے مختلف صورتوں میں مختلف احکام کو جاننے کے لئے رسالہ ''عطاء النبی فی ماء الصبی'' کو ملاحظہ کیا جائے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ، حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات ملائکہ علیہم السلام اور اولیاء کرام قدست اسرارہم کی اہانت سے بچنے کی تعلیم دی اور آپ حضرات کی محبت کی تعلیم دیتے ہوئے آپ حضرات کی بارگاہوں کے ادب کو سکھایا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کفر کلامی کے مفہوم کو بتایا اس کے حکم کو سکھایا، یہ بیان فرمایا کہ اہلِ قبلہ سے کون مراد ہیں، ان کی تکفیر نہ کرنے سے کیا مراد ہے، کس صورت میں لوگ اہلِ قبلہ نہیں رہ جاتے ہیں اور ان کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ کفر متعین کی صورت میں نیت کو دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتابوں میں یہ جو مذکور ہے کہ اگر کسی قول میں ننانوے وجوہ کفر کی طرف لے جاتی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی طرف لے جاتی ہو تو اس کو قبول کیا جائے اس سے کیا مراد ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے افادات میں بیان فرمایا اور یہ تعلیم دی کہ اگر وجہ کفری کا اس کے نزدیک مراد ہونا متعین ہو تو وہ وجہ ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ اسی طرح آپ نے کفر فقہی کے مفہوم کو بیان فرمایا، دونوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو واضح فرمایا اور فتاویٰ عالمگیریہ، میں آئے ہوئے کفر مختلف فیہ کے اس حکم کو بیان فرمایا جس سے عوام غافل تھے اور مولانا کہلانے والے لوگوں نے اسے پس پشت ڈال دیا تھا۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ کفر مختلف فیہ کے صادر ہونے کی صورت میں اس کا مرتکب مأمور ہے کہ توبہ کرے، تجدید ایمان کرے، تجدید نکاح کرے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں واضح فرمایا کہ کوئی قول حضرات متکلمین کے نزدیک کب صریح ہوتا ہے اور کسی قول کے فقہاء کے نزدیک صریح ہونے کے لئے کیا ضروری ہے۔ آپ نے افادہ فرمایا کہ تاویل کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں، ان میں سے حضرات فقہاء کے نزدیک کون سی تاویل کو قبول کیا جاسکتا ہے اور اس بارے میں حضرات متکلمین کی رائے کیا ہے، آپ نے اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی کہ بیانی کے نزدیک صریح کا مفہوم اور ہے اور اصولی کے نزدیک صریح کا مفہوم اور، مثال کے طور پر مجاز متعارف بیانی کے نزدیک باب کنایہ سے ہونے کے باوجود اصولی کے نزدیک صریح ہوسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تلامذہ کے تلامذہ اور تلامذہ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں آپ کی افادہ فرمائی ہوئی ان باتوں کو

وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ بارگاہ نبوت میں گستاخی کرنے کے بعد تاویلات کرتے ہوئے اہانت کرنے کا خبثاء نے جب انکار کیا تب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تعظیم اور اہانت کے باب میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے بیہودہ قول ''لعن اللہ رسول اللہ'' سے متعلق علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح شفا ''نسیم الریاض'' میں نقل کی ہوئی عبارت علماء کہلانے والے لوگوں کے سامنے تھی لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے واضح فرمایا اور یہ اشارہ فرمایا کہ وہابیہ دیوبندیہ کے یہ قول اس طرح صریح ہیں اور عرف کے نزدیک اس طرح اہانت رسول ہیں۔ بعض اولیاء کرام کی طرف منسوب اقوال کے بظاہر قابل اعتراض پائے جانے پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان کی تاویل فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جن حضرات کی ولایت مسلم ہے ان کے ایسے اقوال کی تاویل صحیح کرنا ضروری ہے۔ وہابیہ کے بعض اقوال سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ بیان فرمایا کہ اجتہاد کی منزل تک پہنچنے سے پہلے کتنی منزلوں پر عبور ضروری ہے اور ان میں سے کس منزل پر فائز ہونے کے لئے کتنے علوم کی تحصیل ضروری ہے۔ آپ نے یہ ظاہر فرما دیا کہ ہر منزل سے اگلی منزل کتنی سخت تر ہے اور اجتہاد کی منزل کی سختی کا کیا عالم ہے۔ آپ کا رسالہ ''الفضل الموہبی'' پکار پکار کر ان امور کا اعلان کر رہا ہے۔

اسی طرح اگر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے کن امور کی تعلیم دی ہے اور غور کرنے پر یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہر افادہ کی اصل شرع شریف میں موجود ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے طریق ہی کی تعلیم دی کسی نئی چیز کی نہیں۔ امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''شرف اصحاب الحدیث'' میں ایک حدیث کو کثیر ابن عبداللہ سے روایت کیا ہے انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد یعنی جد کثیر سے، اس میں حضور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء'' قیل یا رسول اللہ ومن الغرباء قال ''الذین یحبون سنتی من بعدی ویعلمونها عباداللہ'' یعنی بیشک اسلام غریب یعنی نادر ہو کر شروع ہوا ہے اور عنقریب غریب یعنی نادر ہونے کی حالت میں لوٹے گا تو فرحت ہو غرباء یعنی نادر حضرات کے لئے۔ کہا گیا یا رسول اللہ غرباء یعنی وہ نادر حضرات کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جو لوگ میرے بعد میرے طریق کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کمال، سرکار سلطان الہند غریب نواز قدس اللہ سرہ العزیز اور دوسرے اولیاء کرام قدست اسرارہم کی تبلیغ اسلام اور خدمت دین کا کوئی انکار نہیں کرتا ہے لیکن مسلک اعلیٰحضرت یعنی طریق اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے ان امور کی وجہ سے اسی لئے جب ایسے اولیاء کرام کا مسلک کہنا برمحل نہیں ہے تو گھسیٹے کا مسلک کہنا کہاں سے برمحل ہو جائے گا۔

بلد حرام کے زبردست سنی عالم علامہ سید علوی ابن عباس حسنی مکی مالکی قدس سرہ نے حضرت علامہ مغربی تبانی قدس سرہ کے اس قول کو نقل فرماتے تھے ''اذا جاء کم احد من الحجاج الهنود فاذکروا لدیه الشیخ احمد رضا البریلوی فان سرفهو من اهل السنة و ان سخط وغضب فهو من اهل البدعة'' یعنی جب تمہارے پاس ہندستانی حاجیوں میں سے کوئی شخص آئے تو اس کے نزدیک شیخ احمد رضا بریلوی کا ذکر کرو اگر وہ اس سے خوش ہوتا ہے تو یہ سمجھ لو کہ یہ سنی ہے اور اگر وہ اس سے ناراض ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص بدعت میں گرفتار ہے۔

ہم کیوں مسلک اعلیٰ حضرت پر ہیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کیا ہے سطورِ بالا سے ظاہر ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت تابندہ باد

جامعہ حبیبیہ پائندہ باد

نوٹ: محبینِ اعلیٰ حضرت سے گزارش ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اس مضمون کو اپنے احباب کے درمیان عام کریں تا کہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے۔

منجانب علمائے اہلسنّت کراچی

توضیح مسلک اعلیٰ حضرت

سب سے پہلے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے مراد کوئی نیا مسلک نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، صالحین اور علماء امت جس مسلک پر تھے مسلک اعلیٰ حضرت کا اطلاق اسی مسلک پر ہوتا ہے۔ دراصل اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تقریباً دوصدی قبل برصغیر کی سرزمین پر کئی نئے فرقوں نے جنم لیا اور ان فرقوں کے علمبرداروں نے اہلسنّت و جماعت کے عقائد و معمولات کو شرک و بدعت قرار دینے کی شرمناک روش اختیار کی۔ خصوصاً شاہ اسماعیل دہلوی نے وہابی مسلک کی اشاعت کے لئے جو کتاب ''تقویت الایمان'' کے نام سے مرتب کی اس میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ، حاضر و ناظر، شفاعت، استعانت، نداء یارسول اللہ ﷺ، حیات النبی ﷺ، اختیارات نبی ﷺ وغیرہ تمام عقائد کو معاذ اللہ کفر و شرک قرار دے دیا۔ جب کہ یہ سارے عقائد روز اول سے قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہیں۔ اسی طرح میلاد، قیام، صلوٰۃ وسلام، ایصال ثواب، عرس یہ سب معمولات جو صدیوں سے اہلسنّت و جماعت میں رائج ہیں اور علمائے امت نے انہیں باعث ثواب قرار دیا ہے۔ لیکن نئے فرقوں کے علمبرداروں نے ان عقائد و معمولات کو شرک و بدعت قرار دیتے ہوئے اپنی ساری توانائی انہیں مٹانے پر صرف کی۔ اسی زمانے میں علمائے اہلسنّت نے اپنے قلم سے ان عقائد و معمولات کا تحفظ فرمایا اور تحریر و تقریر اور مناظروں کے ذریعے ہر اعتراض کا دنداں شکن جواب دیا۔ عقائد کی اسی معرکہ آرائی کے دور میں بریلی کی سرزمین پر امام احمد رضا خان قدس سرہ پیدا ہوئے۔ آپ ایک زبردست عالم دین تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علمی صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا تھا اور آپ تقریباً بچپن علوم میں مہارت رکھتے تھے خصوصاً علم فقہ میں آپ کے دور میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ اعلیٰحضرت کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف ان لوگوں کو بھی

ہے جو آپ کے مخالف ہیں۔ بہر حال آپ نے اپنے دور کے علمائے اہلسنّت کو دیکھا کہ وہ باطل فرقوں کے اعتراضات کے جوابات دے کر عقائد اہل سنت کا دفاع کر رہے ہیں۔تو آپ نے بھی اس عظیم خدمت کے لئے قدم اٹھایا اور اہلسنّت کے عقائد کے ثبوت میں دلائل و براہین کا انبار لگا دیا۔ ایک ایک عقیدے کے ثبوت میں کئی کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ساتھ ہی ساتھ جو معمولات آپ کے زمانے میں رائج تھے ان میں سے جو قرآن و سنت کے مطابق تھے۔آپ نے ان کی تائید فرمائی اور جو قرآن و سنت کے خلاف تھے آپ نے ان کی تردید فرمائی۔ اس طرح بے شمار موضوعات پر ایک ہزار (۱۰۰۰) سے زائد کتابوں کا عظیم ذخیرہ مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ بہرحال آپ نے باطل فرقوں کے رد میں اور عقائد و معمولات اہلسنّت کی تائید میں جو عظیم خدمات انجام دیں اس بنیاد پر آپ علمائے اہلسنّت کی صف میں سب سے نمایاں ہوگئے۔ اور عقائد اہلسنّت کی زبردست وکالت کرنے کے سبب سے یہ عقائد امام احمد رضا کی ذات کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اور اب حال یہ ہے کہ آپ کی ذات اہلسنّت کا ایک عظیم نشان کی حیثیت سے تسلیم کرلی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی حجازی یا شامی ویمنی یا عراقی ومصری بھی مدینہ منورہ میں ''یا رسول اللہ'' کہتا ہے تو نجدی اسے بریلوی ہی کہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی تعلق بریلی شہر سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی ''اسئلك الشفاعة یا رسول الله'' کہہ کر نبی کریم ﷺ سے شفاعت طلب کرتا ہے تو وہ چاہے جزیرۃ العرب ہی کا رہنے والا کیوں نہ ہو، وہابی اسے بریلوی ہی کہتے ہیں۔ جبکہ بریلوی اسے کہنا چاہیے جو شہر بریلی کا رہنے والا ہو۔ لیکن اس کی وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اسلاف کے وہ عقائد ہیں جن کی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے دلائل کے ذریعے شدومد سے تائید فرمائی ہے۔ اور ان عقائد کے ثبوت میں سب سے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ (۳) عقائد امام احمد رضا سے اسقدر منسوب ہوگئے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی مسلمان اگر ان عقائد کا قائل ہو تو اسے آپ ہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے بریلوی ہی کہا جاتا ہے۔ اب چونکہ برصغیر میں فرقوں کی ایک بھیڑ موجود ہے اس لئے اہلسنّت و جماعت کی شناخت قائم کرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ دیوبندی فرقہ بھی اپنے آپ کو اہلسنّت ہی ظاہر کرتا ہے جبکہ دیوبندیوں کے عقائد بھی وہی ہیں جو وہابیوں کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہابی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اور دیوبندی تقلید تو کرتے ہیں لیکن وہابیوں کے عقائد کو حق مانتے ہیں اس لئے موجودہ دور میں اصل اہلسنّت و جماعت کون ہیں یہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء نے اہلسنّت و جماعت کو دیگر فرقوں سے ممتاز کرنے کے لئے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا استعمال مناسب سمجھا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اب جو مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا سمجھا جائے گا اس کے بارے میں خود بخود یہ تصدیق ہوجائے گی کہ یہ علم غیب، حاضر و ناظر، استعانت، شفاعت وغیرہ کا قائل ہے اور معمولات اہلسنّت عید میلاد النبی ﷺ، قیام، صلوٰۃ و سلام کو بھی باعث ثواب سمجھتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں فقط اپنے آپ کو سنی کہنا کافی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو سنی کہے تو آپ اسے کیا سمجھیں گے یہ کونسا سنی ہے؟ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہوئے وہابی عقائد کو حق ماننے والا...... یا پھر ''یا رسول اللہ ﷺ کہنے والا''۔ ظاہر ہے کہ صرف سنی کہنے سے کوئی شخص پہچانا نہ جائے گا۔ مگر کوئی اپنے آپ کو بریلوی سنی کہے تو فوراً سمجھ میں آجائے گا کہ یہ حنفی بھی ہے اور سچا سنی بھی۔ یا پھر اپنے آپ کو کوئی مسلک اعلیحضرت کا ماننے والا کہے تو بھی اس مسلمان کے عقائد و نظریات کی پوری نشاندہی ہوجاتی ہے۔ (۴) اہل ایمان کو ہر دور میں شناخت کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ دیکھیئے مکہ کی وادیوں میں جب اسلام کی دعوت عام ہوئی تو اس وقت ہر صاحب ایمان کو مسلمان کہا جاتا تھا۔ اور جب بھی کوئی کہتا کہ میں مسلمان ہوں تو اس شخص کے بارے میں فوراً یہ سمجھ میں آجاتا کہ یہ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا ہے یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے۔ لیکن ایک صدی بھی نہ گزری تھی کہ اہل ایمان کو

اپنی شناخت کے لئے ایک لفظ کے استعمال کی ضرورت محسوس ہوئی اور وہ لفظ ''سنی'' ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ایک فرقہ پیدا ہوا جس نے معاذ اللہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا (لعن طعن) کرنا شروع کردیا اور اس میں حد سے تجاوز کر گیا۔ لیکن وہ لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے اس دور میں اہل سنت نے اپنے آپ کو سنی مسلمان کہا۔ صرف مسلمان اگر کوئی اپنے آپ کو کہتا تو اس کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ یہ کون سا مسلمان ہے؟ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ماننے والا مسلمان ہے یا ان پر تبرا (لعن طعن) کرنے والا؟ لیکن اگر کوئی اپنے آپ کو سنی مسلمان کہتا تو اس کے بارے میں یہ سمجھ میں آجاتا کہ یہ خلفاء ثلاثہ کو ماننے والا مسلمان ہے۔ اس طرح خلفاء پر لعن طعن کرنے والے رافضیوں کے مقابلہ میں اہل سنت کی ایک الگ شناخت قائم ہوگئی...... ''سنی مسلمان'' اس سلسلے میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ چار مسلک تو پہلے سے موجود ہیں پھر یہ پانچواں مسلک ''مسلک اعلیٰحضرت'' کیوں کہا جاتا ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسلک اعلیٰحضرت یہ کوئی پانچواں مسلک نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ چاروں مسلک حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حق ہیں اور کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ اور یہی امر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتب سے ثابت ہے اس لئے اگر کوئی شافعی یا حنبلی بھی اپنے آپ کو مسلک اعلیٰحضرت سے منسوب کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ فروعیات میں اپنے امام کی تقلید کے ساتھ ساتھ عقائد و معمولات اہل سنت کا بھی قائل ہے۔ رہا یہ سوال کہ مخالفین اس سے یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ ایک پانچواں مسلک ہے تو ہم سارے مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ثابت کریں کہ امام احمد رضا نے کس عقیدہ کی تائید قرآن وسنت کی دلیل کے بغیر کی ہے۔ کسی بھی موضوع پر آپ ان کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ہر عقیدہ کے ثبوت میں انہوں نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور پھر اپنے موقف کی تائید میں علماء امت کے اقوال پیش کیے ہیں۔ حق کو سمجھنے کے لئے شرط یہ ہے کہ تعصب سے بالاتر ہوکر امام احمد رضا قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ مطالعہ کے دوران آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ اعلیٰ حضرت وہی کہہ رہے ہیں جو چودہ سو سالہ دور میں علماء، فقہاء کہتے رہے ہیں۔ اب بھی اگر کسی کو اطمینان نہ ہوا اور وہ مسلک کے لفظ کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنے پر معترض ہو اور یہی سمجھتا ہو کہ یہ ایک نیا مسلک ہے تو آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں کہ مولوی محمد اکرام جو کہ دیو بندیوں کے معتمد مورخ ہیں۔ انہوں نے موجِ کوثر، میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقائد ونظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے بار بار'' مسلک ولی اللہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تو کیا چاروں مسلک سے علیحدہ یہ مسلکِ ولی اللہ کوئی پانچواں اور نیا مسلک ہے؟...... جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ انجم القادری

مسلک اعلیٰ حضرت! چیلنج اور تقاضے

کبھی لہو سے بھی تاریخ لکھنی پڑتی ہے
ہر ایک معرکہ باتوں سے سر نہیں ہوتا

تھوڑی دیر کے لئے ایک ایسی دنیا کا تصور کیجئے جس میں علم ہی علم ہو اور تدبر نہ ہو، تو آپ کو اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہ لگے گی کہ علم جو نور ہے وہ ظلمت کا پیامی بن رہا ہے۔ اور علم جب اپنا رخ بدل دے۔ اپنے دامن مقصد کو بے نیازی سے جھٹک دے۔ تو پھر انار کی وجود میں آتی ہے۔ خود سری۔ خود رائی۔ اور خود پسندی کے تعفن سے فضا مکدر ہو جاتی ہے۔ اس پیدا شدہ ماحول کے بطن سے جہل کی دہشت گردی کتنے جلتے چراغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ یہ تدبر ہے جو علم کو سنبھالے رکھتا ہے، راہ متعین کرتا اور منزل کا پتہ دیتا ہے۔ غلط روی پر مہمیز کرتا اور بعد منزل سے محفوظ رکھتا ہے۔ علم اگر تدبر سے خالی ہو تو صاحب علم پر علم کا بخار چڑھتا، اور پندار کا نزلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور صاحب علم جب زکام زدہ اور نزلہ آلودہ ہو جائے تو صرف اس کی ناک ہی سے سیل علم رواں نہیں ہوتا۔ کان، آنکھ، زبان سے بھی تقاطر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا متعدی مرض ہے کہ وہ جس قلم کو چھو دے اس سے بھی بُخارات کے چشمے ابلنے لگتے ہیں۔ وہ کیا لکھ رہا ہے اور کیا نہیں لکھنا چاہیے امتیاز اٹھ نہیں بلکہ بہہ جاتا ہے۔ یقین نہ ہو تو ذیل کے دو اقتباس پڑھئے آپ بھی میرے رفیق سفر اور ہمنوا ہو جائینگے:

”مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا، اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کر دی“

(جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء)

”جام نور، تو خود بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا داعی ہے۔ کیوں کہ مسلک اعلیٰحضرت مسلک اہلسنّت ہی ہے۔“ (جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء)

ایک ہی رسالہ کے دو شماروں کے یہ دو اقتباسات ہیں، دونوں ایک دوسرے سے کتنا میل کھاتے ہیں۔ دونوں میں معنوی اتحاد کہاں تک ہے، دونوں ایک دوسرے کی منطقی تائید کرتے ہیں یا تردید؟ خوب منکشف ہے۔ اس تضاد سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اقتباس ثانی اقتباس اول کی نفی کر رہا ہے، نہیں۔ یا یہ کہ اقتباس ثانی کا تیور دیکھ کر کوئی یہ خیال کرے کہ صاحب اقتباس اول کی خوب گوشمالی ہوئی ہوگی۔ زجر و توبیخ کی بجلی چمکی ہوگی نہیں۔ اس نقطہ پر دونوں متحد الخیال، متحد الفکر اور متحد الحرکت ہیں۔ یہ ضرورت وقتی ہے، موقع ایسا آ گیا کہ ایسے جملے قلم سے نکل نہیں گئے نکالے گئے ہیں۔ یہ زبان کی بولی ہے دل کی آواز نہیں ہے۔ اب اس تاویل میں چاہے جو کہا جائے۔ جس طرح کی صفائی پیش کی جائے، داعی حق و

صداقت ہونے کا چاہے جتنا ڈھنڈورہ پیٹا جائے لوگ یہی کہیں گے کہ اقتباس اول عمل ہے اور اقتباس ثانی ردعمل، اقتباس اول علماء و مشائخ اہلسنت کے جمہوری نظریہ سے گریز کی چغلی کھا رہا ہے تو اقتباس ثانی زبان بندی کی حقیر کوشش! ظاہر ہے ایسی بے پرواہ انداز رہنمائی سے رہنمائی کی روایات گھایل ہوتی ہیں، اپنے ہی نشیمن میں آگ لگا کر اندھیری راہوں میں اجالا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے، حوصلہ ہے تو چراغوں میں دل کا لہو جلا کر راہِ مسلک کو مزید اجالا جائے۔

وسیم اپنے اندھیروں کا خود علاج کرو
کوئی چراغ جلانے ادھر نہ آئے گا

خوشتر نورانی صاحب کا یہ کہنا کہ:

"ہمیں تو صرف سنیت کی تبلیغ کے لئے حکمت کے پیش نظر نامانوس علاقوں میں پہلے پہل اس لفظ کے استعمال پر توقف ہے۔" (جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء)

نہیں معلوم وہ نامانوس علاقہ کون سا ہے جہاں پہلے ایک صدی پر محیط اس معلوم و مانوس لفظ کا استعمال ہوا اور وہاں کے لوگ چراغ پا ہوگئے جس کے لئے نورانی صاحب کو اپنے بزرگوں کا دیا ہوا یہ موروثی لفظ ہی غلط نظر آنے لگا، اور اسے بدلنے کے لئے ان کی جولانیِ طبع نے انہیں قاہرانہ حکم دیا اور کہا کہ "اٹھ باندھ کمر کیا تکتا ہے۔"

پھر کیا تھا نورانی صاحب کی پوری ٹیم مجسم حرکت ہوگئی اور برسوں سے مستعمل چلے آرہے اس لفظ کی کمر توڑنے کے لئے، کمر ہمت باندھ لی...... ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر خیالی دنیا ہی میں سہی کسی ویسے علاقے کی دریافت ہوگئی تھی تو اس علاقہ کو مذہب اہلسنت کی قلمرو میں شامل کرنے کے لئے کوئی پائدار اور خوشگوار قدم اٹھاتے۔ دلوں کو جھنجھوڑنے والا اداریہ لکھتے، اس نامانوس علاقہ کو اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے نور و سرور سے مانوس کرنے کی جدوجہد کرتے، معروضی انداز میں اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آوازۂ نورانی لگاتے، اور اگر کچھ لوگ کسی وجہ سے اس مروجہ لفظ کے استعمال کو پسند نہیں کرتے، تو انہیں اس لفظ کی اہمیت و افادیت سے آشنا کرتے، یہ سب نہ کرکے اس لفظ کے استعمال ہی پر توقف کا شکار ہو جانا اور اس توقف کو باضابطہ نظریہ کی شکل دینے کا اقدام کرنا یہ تو کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔ کہیں دل کی بات زبان قلم پر تو نہیں آگئی ہے۔ جماعت اہلسنت کے خاموش سمندر میں غیر سنجیدہ خیال کا پتھر پھینکنا اور لہر اٹھنے پر ہمدردیاں اکٹھی کرنے کے لئے واویلا کرنا یہ کون سی صحافت ہے اور کہاں کی دیانت ہے، قلم کی اس روش نے ایک بہت بڑے حلقے سے جام نور، کو کاٹ رکھا ہے۔ بہت سے دانشور قصداً اس کا مطالعہ نہیں کرتے۔ انتشار کا ملغوبہ قرار دے کر اسے کنارہ کردیتے ہیں، یہ اسی انداز نگارش کی برکت ہے کہ آج قارئین سے اپیل کی نوبت آپڑی ہے کہ اسے جاری رکھا جائے یا بند کردیا جائے؟ علمی انحطاط کے اس دور میں ہر سنی کی یہ خواہش ہیکہ رسالہ جاری رہے مگر اپنے اقدار کی حفاظت کے ساتھ۔ جمہور اہلسنت کے افکار کی صیانت کے ساتھ، مسلک اعلیٰحضرت کی بے باک اشاعت کے ساتھ:

تمہیں نے جرأتِ اظہارِ شوق دی ورنہ
مجال کیا تھی ہماری کہ آرزو کرتے

یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ شہزادۂ اعلیٰحضرت، آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کو پردہ فرمائے ہوئے ابھی صرف پچیس سال ہوئے ہیں اتنی جلدی لوگ ان کے احسانات کو بھولنے لگے، جس مذہب اہلسنت و جماعت کی آج دہائی دی جارہی ہے اور مسلک اعلیٰحضرت کی جگہ اسے استعمال کرانے کی درپردہ تحریک چلائی جارہی ہے اس مذہب مہذب کے چراغ میں آج بھی سرکار مفتیٔ اعظم ہند اور ان کے رفقاء کا خون جگر جل رہا ہے، اپنی پیرانہ سالی کے باوجود مذہب اہلسنت و جماعت کو فروغ و استحکام، بہار نو، وحیات دوام بخشنے کی خاطر ملک کے کونے کونے کا آپ نے دورہ فرمایا، اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ان کی اخیر عمر کا پچیس تیس سال خصوصیت کے ساتھ اہلسنت کے عروج و ارتقاء کا سال ہے، کاشت وہ کر گئے، بیج وہ ڈال گئے، پودا وہ لگا گئے، آج پھل پک کر تیار ہے تو لوگ فیضیاب بھی ہو رہے ہیں اور انہیں ہی

فراموش کیا جارہا ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان کے جلسے میں ان کے سامنے اکابرین اہلسنّت مسلک اعلیٰحضرت کا نعرہ لگاتے اور رونق اسٹیج علماء ومشائخ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہکر اس کی صداقت وحقانیت پر مہر لگا دیتے، میری عقیدت پکار رہی ہے کہ جس چراغ کو مظہر امام اعظم، نائب غوث اعظم، شہزادہ مجدد اعظم، حضور مفتی اعظم نے زندگی کی دعا دے دی ہے زمانے کی کوئی آندھی اسے گل نہیں کرسکتی ہے۔ خوشتر اور انصار خوشتر آج اگر اس لفظ کو بدلنے کا خواب دیکھ رہے ہیں تو اس سلسلے میں پہلی عرض یہ ہے کہ کیا وہ سرکار مفتی اعظم کی حیات ظاہری میں بھی ایسی جرأت کا اظہار کرسکتے تھے؟ اگر نہیں تو آج ایسی کون سی مجبوری آگئی ہے؟ ان کی موجودگی میں تو علماء ومشائخ اہلسنّت سب علی الاتفاق ان کی ہاں اور نا پر سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اور اس سے جماعت اہلسنّت کی اجتماعیت کا پتہ چلتا تھا، آج ایسی کون سی ناگزیر ضرورت درپیش آگئی کہ اس لفظ کو بدلنے کے مشورے دیئے جارہے ہیں، جس مشورے ہی سے جماعت کی افتراقیت کا دھواں اٹھ رہا ہے...... دوسری چیز یہ کہ جس اصطلاح کو اکابرین نے اپنے گلے کا ہار اور فکر کا سنگھار بنائے رکھا آج اگر کچھ اصاغرین کو وہ اصطلاح ہضم نہیں ہورہی ہے تو یہ ان اکابرین سے اعراض نہیں تو اور کیا ہے؟ اور وہ فکر جو فکر اکابر سے دوری کی غماز ہو وہ کسی قیمت پر لائق توجہ نہیں ہے۔ تیسری چیز یہ کہ چوں کہ مسلک اعلیٰ حضرت بولنے اور لکھنے سے بریلی کی مرکزیت کا تصور راسخ ہوتا ہے، ایسے میں اگر یہ چیز کچھ لوگوں کو برداشت نہیں ہورہی ہے تو انہیں چاہیے کہ ضبط سے کام لیں ابھی سیدی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی عظمت کا سورج نصف النہار پر ہے۔ محفل محفل، بزم بزم ان کے ذکرو تذکرے سے گرم ہے، ابھی ان کے فتویٰ اور تقویٰ کی دھوم ہے ابھی ان کی محبت کا شعلہ سینۂ عشاق میں تپش انگیز ہے، ایسے میں اگر ان کے پسندیدہ ومختار لفظ کو چھیڑنے کی کوشش کی گئی تو ہر کوشش ناکام رہے گی۔ ان کے دیوانے دفاعی مساعی میں سرفروشانہ جٹینگے اور تحفظ کے اطمینان کے بعد ہی دم لینگے۔ یہ فال نیک ہی ہے کہ مسلک اعلیٰحضرت کی اصطلاح کو چھیڑنے چھونے کی کوشش ہوئی تو دفاع میں کسی رحمت اللہ کا چہرہ سامنے آیا، جب رحمت اللہ کے سپر بننے میں اتنے مدوجزر سامنے آرہے ہیں تو اگر کسی حشمت اللہ نے مورچہ سنبھالا ہوتا تو کیا عالم ہوتا۔ اس لئے اس طرح کی غیر ضروری۔ غیر سنجیدہ، غیر اہم بحث اٹھا کر کسی حشمت اللہ کو دعوت نہ دی جائے ...... حضور تاج الاسلام حضرت العلام ازہری میاں صاحب کا یہ جملہ ...... ''بریلوی کوئی نیا مذہب نہیں ہے اور بریلوی کوئی مسلک نہیں ہے۔'' تو حوالے میں پیش کردیا گیا۔ چلئے فیصلہ ہوگیا بریلوی کوئی مسلک نہیں ہے، چوں کہ بریلوی سے ایک نئے مسلک کا ذہن دے کر اغیار اپنے حق میں ذہن سازی کررہے ہیں۔ لیکن مسلک اعلیٰ حضرت سے تو کسی نئے مسلک کا تصور نہیں ابھرتا۔ مسلک اعلیٰحضرت بولئے تو فوراً مذہب اہلسنّت کی یاد افق خیال پر چھا جاتی ہے۔ خود حضور ازہری میاں صاحب قبلہ اپنی ہر تقریر و بیان میں لوگوں کو مسلک اعلیٰحضرت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی دعوت دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی علمی توضیح اور فکری توجیہ کرکے دور حاضر میں باطل فرقوں سے اپنے افکار کی حفاظت کے لےء اس پر چلنے اور چلتے رہنے کی ہدایت کرتے رہے ہیں اور ہنوز کررہے ہیں ان کی ایک بات تو لے لی گئی اور دوسری بات کو بلا تامل چھوڑ دیا گیا، اور چھوڑا ہی نہیں گیا بلکہ درپردہ وہابیوں کے دیئے ہوئے لفظ کو عام کرنے اور اس پر برملا عمل کروانے کا الزام بھی لگا دیا گیا۔ ذیشان مصباحی کے بقول ''مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کردیا'' تو کیا دنیا جنہیں جانشین مفتیٔ اعظم، اور تاج الشریعہ کے نام سے جانتی اور مانتی ہے ان کی سمجھ سے بھی یہ بات بالاتر رہی۔ تعجب ہے کہ جو بات حضرت تاج الشریعہ کی سمجھ میں نہیں آئی وہ ذیشان مصباحی کی سمجھ میں آگئی اور کھلم کھلا اپنی عروس فکر پر افکار جمہور کو بھینٹ چڑھانے کا بے تکا مشورہ دے دیا۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

یہ بات صرف حضور ازہری میاں تک ہی محدود نہیں رہے گی

اس الزام سے بڑے سے بڑوں کا دامن بھی محفوظ نہیں رہ پائے گا، حضور محدث اعظم ہند نے اعلیٰحضرت کو اہلسنّت کا واجب الاحترام امام لکھا ہے (ملاحظہ ہو المیزان کا امام احمد رضا نمبر) تو کیا حضور محدث اعظم کی نظر بھی چوک گئی اور وہابیہ نے جو لقب دیا تھا اسے اعلیٰحضرت کیلئے فخریہ استعمال فرما دیا، کہئے کیا فرماتے ہیں ذیشان صاحب حضور محدث صاحب کے مسئلے میں، علم جب تدبر سے عاری ہو تو یہی المیہ ہوتا ہے، آدمی اپنے بڑوں کو بھی تنقید کی میز پر لے آتا اور انہیں ہی مشورہ دینے لگتا ہے۔ ذیشان صاحب کا یہ مفروضہ تو غالب صاحب کا یہ شعر گنگنا رہا ہے کہ:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

عہد رضا سے لے کر عصر حاضر تک علماء، فضلاء، عرفاء، شعراء، ادباء، یہاں تک کہ باشعور عوام نے بھی مذہب اہلسنّت و جماعت کو مسلک اعلیٰحضرت ہی سے یاد کیا اور کر رہے ہیں۔ اسی میں اپنا تشخص جانا اور جان رہے ہیں، ادھر دو چار سال سے دو چار حضرات کے نزدیک یہ لفظ محل نظر ہے، تو یہ الشاذ کالمعدوم کے خانے میں ہے، جس کا کچھ اعتبار نہیں، الاکثر حکم الکل، کے بموجب فیصلہ ہمیشہ اکثر کی رائے پر ہوتا ہے۔ مگر اسے کیا کہئے گا خوشتر صاحب کو یہ حقیقت قبول کرنے میں تامل ہے۔ اسی لئے وجہ چاہے کچھ بھی ہو خوشتر صاحب کو لفظ مسلک اعلیٰحضرت کے استعمال میں توقف ہے، خوشتر صاحب کو توقف ہے اور حضور امین میاں صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰحضرت کے لئے وقف کر دی ہے...... ہماری نجی مجالس ہوں، یا عوامی جلسے، ہر جگہ مسلک اعلیٰحضرت کی تبلیغ و اشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے، اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آتا ہے۔

حفظ نا موسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد

(سیدین نمبر۔ صفحہ ۳۷۹)

خوشتر صاحب کو توقف ہے اور شہزادۂ حضور سید العلماء، حضرت نظمی میاں صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ:

"مسلک امام احمد رضا کے بارے میں آج کچھ لوگ انگلیاں اٹھاتے ہیں کہ یہ کون سا نیا مسلک نکلا ہے۔ ایک عام بات ہے کہ کسی ٹانک میں مختلف ادویہ، مختلف اجزاء ہوتے ہیں۔ مگر اس مجموعہ ادویہ کو ان ساری دواؤں کا الگ الگ نام نہیں دیا جاتا بلکہ ایک مستقل نام دے کر اس کی شناخت کرائی جاتی ہے۔ یہی حال مسلک امام احمد رضا کا ہے، امام ابو حنیفہ کا مذہب ہو، یا سرکار غوث اعظم کا، مخدوم سمنانی کا مسلک ہو یا شاہ برکت اللہ کا (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) سب کا نچوڑ ہے مسلک اعلیٰحضرت۔"

(پیغام رضا کا امام احمد رضا نمبر ص ۳۰، ۱۹۹۶ء)

خوشتر صاحب کو توقف ہے اور حضور مفتی اعظم راجستھان، حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق صاحب فرماتے ہیں کہ:

"مسلک اعلیٰحضرت حقیقت میں سواد اعظم کے اس طریقۂ مرضیہ اور متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے جو یـد اللـه علی الجماعه، اور ما انا علیه و اصحابی کا مصداق ہے۔" (کنز الایمان، مارچ ۹۷ء)

اب ایسے میں خوشتر صاحب کے توقف کو لیا جائے یا اکابرین کے پیش کردہ موقف کو، ظاہر ہے کہ کوئی تہی مغز ہی ہوگا جو خوشتر کے نشتر کو نہ محسوس کر پائے گا، ورنہ ہر صالح ذہن و فکر کی یہی آواز ہوگی کہ اکابرین کے موقف کو سینے سے لگایا جائے، اس لئے کہ کسی طرح ان کی سوچ جانبدار اور سطحی نہیں ہے وہ پختہ فکر کے حامل، اور نقوش اکابر کے عامل حضرات ہیں، سلامت روی ان کے نظریات کی شان، اور اعتدال ان کے تصورات کی پہچان ہے۔ آج بھی اپنے بزرگوں کی روایات کو سنبھالے ہمارے بیچ ایسے حضرات ضرور ہیں جنہیں دیکھ کر ہم چھوٹوں کو تسلی ہوتی ہے، جنکی ملاقات میں ماضی قریب کی متوفی شخصیات کی ملاقات کا لطف آ جاتا ہے، تعجب ہیکہ ان حضرات کے ہوتے ہوئے اس طرح کا اقدام کیوں

کیوں؟"
آخر وہ کون سی بات تھی جو نہ چھپتی تو رسالے … کی نہیں آتی۔ اور جنکی اشاعت نے مسلکی … فریضہ انجام دیا ہے، اور جس سے دل آزاریوں کا … ہے کاش کہ خوشتر صاحب نے ان جملوں کا … ہوتا، کسی ۶۴ صفحے کے رسالے میں تین چار فیصد … مضامین کا ہونا کیا یہ اچھی علامت ہے؟ اور امین … میاں صاحب قبلہ مارہری ارشاد فرماتے ہیں ......

"مضامین کا انتخاب کرتے وقت بہت … سے کام لیجئے کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس … یا اختلاف کا معمولی سا بھی امکان ہو، … کر رہا ہوں کہ اکثر اچھی چیزیں بھی … باتوں سے بری طرح متاثر ہو جاتی … بیباک ہو، لیکن دل شکنی اور دلآزاری سے … (جام نو …

مشتے نمونہ از خروارے صرف دو مثال … جام نور، کے انٹرویو والے صفحات پر ایسے … موجود ہیں۔ جن میں سنجیدہ رہنے اور غیر سنج… کرنے کا حکم دیا گیا ہے تعجب ہے کہ ارباب … کر رہے ہیں کاروان جام نور، انھیں کارنامہ … ویسی ہی چیزوں کو کارنامہ کہا جانے لگا۔ تو … ہی حافظ ہے۔ اس روشنی سے تو وہ اندھیرا … بھٹکیں۔ جام نور، کی ایک اور عادت شریف … مضمون، یا مضمون کے منفی حصے پر کسی صاح…

روا رکھا گیا؟ اور مسلک اعلیٰحضرت کا دم بھرنے والے بعض حضرات اس حرکت مذبوحی پر اب تک خاموش کیوں ہیں؟ یہ پوری ملت کی مشترکہ ذمہ داری اور تقاضائے وفاداری ہے کہ اپنی متاعِ عزیز کے تحفظ میں ہم قدم ہم قلم، ہم رقم ہوجائیں۔

دردِ مندانِ وفا کی ہائے رے مجبوریاں
دردِ دل دیکھا نہ جاتا تھا، مگر دیکھا کئے

آج جب یہ سب کچھ ہورہا ہے تو آئندہ کیا گل کھلنے والے ہیں۔ تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے۔ اس تناظر میں مولانا مفتی محمد شمشاد حسین رضوی نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ:

''مسلک اعلیٰحضرت کسی فرد واحد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا رشتہ پوری جماعت اور ملت کے تمام افراد سے جڑا ہوا ہے، ملت کے کسی فرد واحد کی طرف سے اس پر تنقید یقینی طور پر جماعتی تفریق اور ملی انتشار کا اشارہ ہے، مواقع کی اس نزاکت سے خود فراموشی، بہت زیادہ خطرناک ہے۔''

(پیغامِ رضا، مارچ ۲۰۰۷ء)

خوش فہمیوں کی ترنگ میں شرابور ہوکر خوشتر صاحب نے دسمبر کے اداریے میں چند نامور حضرات کی آرا کا جواہر پارہ دکھا کر اپنے حق میں ملی تائید بٹورنے کی کوشش کی ہے، مگر مبنی پر مبالغہ خطوط پر حقائق کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ہے، بطور حوصلہ افزائی ایسا کرنا پرانی روایت ہے، ہمیں یقین کامل ہے کہ ان حضرات نے پابندی کے ساتھ بالاستیعاب جام نور کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہے۔ تعریف وتحسین کے طومار پہلے بھی باندھے جاتے تھے اور آج تو دھڑلے سے باندھے جارہے ہیں۔ ان خطوط میں ایسے کم خطوط ہی ہوتے ہیں جو حقیقت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان میں سے اکثر یا تو حقیقت نما ہوتے ہیں یا حقیقت سے قریب۔ البتہ انٹرویو کو حقیقت کا آئینہ کہا جاسکتا ہے۔ اب تک جتنے حضرات کے انٹرویو ''جام نور'' میں شائع ہوئے ہیں ان میں تقریباً سب نے جام نور کے منفی پہلو کی بات ضرور کی ہے، کسی نے کھلے لفظوں میں اور کسی نے لفظوں کے حسین پردے میں، یہ تو حساس ارباب ادارہ کی ذمہ داری تھی کہ ان اشاروں کی زبان سمجھتے، اور مشوروں کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے، محاسبہ کرتے، مثلاً حضرت سید محمد اشرف میاں اشرف مارہروی فرماتے ہیں۔

''رسالے میں ایسے کئی مضامین، اور خطوط نما مضامین بھی شائع ہوئے ہیں جو نہ چھپتے تو مضائقہ نہ تھا'' تین سطر بعد'' جام نور کی اشاعت جدید میں دل آزاریوں والے حصے تین چار فیصد ہوں گے، لیکن اتنے بھی کیوں؟''

(جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء)

آخر وہ کون سی بات تھی جو نہ چھپتی تو رسالے کے حسن میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اور جسکی اشاعت نے مسلکی حسن کو بگاڑنے کا فریضہ انجام دیا ہے، اور جس سے دل آزاریوں کا یہ سلسلہ دراز ہوا ہے کاش کہ خوشتر صاحب نے ان جملوں کا پرت کھول کر دیکھ لیا ہوتا، کسی ۶۴ صفحے کے رسالے میں تین چار فیصد دل آزاری والے مضامین کا ہونا کیا یہ اچھی علامت ہے؟ اور امین ملت حضرت امین میاں صاحب قبلہ مارہری ارشاد فرماتے ہیں......

''مضامین کا انتخاب کرتے وقت بہت باریک بینی سے کام لیجئے کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے خلفشار یا اختلاف کا معمولی سا بھی امکان ہو، یہ اس لئے عرض کررہا ہوں کہ اکثر اچھی چیزیں بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بری طرح متاثر ہوجاتی ہیں۔ صحافت بیباک ہو، لیکن دل شکنی اور دلآزاری سے پاک ہو''۔

(جام نور دسمبر ۲۰۰۷ء)

مشتے نمونہ از خروارے صرف دو مثال پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ جام نور، کے انٹرویو والے صفحات پر ایسے درجنوں اقتباسات موجود ہیں۔ جن میں سنجیدہ رہنے اور غیر سنجیدہ روش سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے تعجب ہے کہ ارباب ہوش وخرد جنکی تنبیہ کررہے ہیں کاروان جام نور، انھیں کارنامہ سمجھ کر فخر کررہا ہے، اگر ویسی ہی چیزوں کو کارنامہ کہا جانے لگا۔ تو سنجیدہ علمی خدمات کا خدا ہی حافظ ہے۔ اس روشنی سے تو وہ اندھیرا ہی بھلا جسمیں قدم نہ بہکیں۔ جام نور، کی ایک اور عادت شریفہ رہی ہے کہ کسی منفی مضمون، یا مضمون کے منفی حصے پر کسی صاحب نظر نے مثبت انداز

میں بھی دفاع کی کوشش کی تو ایسے مضمون کی شاذ و نادر ہی حمایت کی۔ اور اگر کسی مضمون کو چھاپا بھی تو اداراتی نوٹ لگا کر پھر اسی منفی پہلو کی تائید کردی، لگتا ہے غالب کی روح جسد جام نور، میں سرایت کر گئی ہے جو اندر سے پکارتی ہے۔ سچ ہے میرا فرمایا ہوا۔ آخر وہ کون سا داعیہ تھا جس نے ان منتخب حضرات کو اس طرح کا مشورہ دینے پر اکسایا، اگر لائق مدیر اعلیٰ نے روزِ اول ہی لفظوں کے غلاف میں لپٹی تنبیہات کو دیکھ لیا ہوتا۔ اور ان مشوروں پر عمل کرلیا ہوتا تو جن خطرات کی نشاندہی ان حضرات نے دبے لفظوں میں کردیا تھا، ان خطروں سے اس وقت دنیائے سنیت محفوظ رہتی۔ اور جام نور ہر سنی کی آنکھ کا تارا ہوتا۔ کوئی ملت کا ترجمان اگر ملت ہی کی دل آزاری کرنے لگے، اور شعوری یا غیر شعوری طور پر ہی سہی کشت زار ملت میں خلفشار و انتشار کا بیج بونے لگے تو یہ صحافت کے ساتھ تو ظلم ہے ہی ملت کے ساتھ بھی انصاف نہیں ہے، جام نور کی قاتل اداؤں کو ملحوظ کرنے کے بعد ہی حضور امین ملت کی زبان سے یہ گوہر ملفوظ نکلا ہے کہ: صحافت بے باک ہو لیکن دلآزاری سے پاک ہو:

''ذیشان مصباحی کے جس مضمون نے ملت کو اضطراب کی ہوا دی بلکہ ہر طرف بے چینی پھیلا دی ہے اس مضمون کی پیشانی پر جو نوٹ چڑھایا ہے اسے دیکھ کر یہ شعر یاد آجاتا ہے کہ:

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

اس پرنور پیشانی کی گلفشانی بول رہی ہے کہ وہ مضمون تین سال قبل لکھا گیا تھا اسے اعتبار بخشنے کی غرض سے چند علمائے ذیشان کی نظر سے گزار بھی دیا گیا تھا، جن علماء کی نظروں سے مضمون گزرا ہے ان میں ایک اہم نام حضرت علامہ نعمانی صاحب کا ہے۔ حضرت نعمانی صاحب اپنے علم، اخلاص اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں اپنے جذبۂ ایثار کی وجہ سے دور دور تک پہچانے جاتے ہیں اور احترام و قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن اس مضمون کی اشاعت نے نہ صرف ان کے وابستگان کو مایوس کیا ہے بلکہ ان کی عقیدت کو معرض اضطراب میں ڈال دیا ہے۔ ارباب ذوق و عرفان مخمصے میں ہیں کہ نعمانی صاحب نے کیسے اس مضمون کی تصدیق کردی۔ آنے والا وقت ہی اس راز پنہائی سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔ اس پردۂ زنگاری میں کون سا۔ معشوق محو خواب ناز ہے۔ بس چلمن سرکنے کی دیر ہے۔ جب علماء نے مضمون دیکھ کر ہری جھنڈی دکھا دی۔ پھر بھی اسی وقت اس کی اشاعت کیوں عمل میں نہیں آئی۔ اس کی طرف مضمون نگار نے خود ہی یہ لکھ کر اشارہ کردیا ہے کہ ''بوجوہ'' اب تین سال بعد اس کی اشاعت کی نوبت آرہی ہے'' مضمون کی اشاعت میں تین سال کی مدت کیوں لگی؟ اس کا انکشاف انہوں نے لفظ ''بوجوہ'' سے کیا ہے لیکا یک اتنا بڑا حملہ مناسب نہیں تھا اس لئے پہلے خاموش سمندر کا مزاج پڑھنے کی کوشش کی گئی کہ دیکھیں کوئی موج اٹھتی ہے یا نہیں، اس لئے اس تین سال میں وقفے وقفے سے دیوان گان مسلک اعلیٰحضرت، فدایان حضور مفتی اعظم کا ٹمپریچر ناپنے کی کوشش کی جاتی رہی ...... کبھی بریلوی، اور بریلویت کو معرض بحث میں لایا گیا... کبھی مرکز اور مرکزیت کو عنوان بنایا گیا... کبھی شخص اور شخصیت پر نگاہ عنایت ڈالی گئی۔۔۔ کبھی یہ کہا گیا کہ ''اعلیٰحضرت کی وجہ سے بہت سی شخصیتیں پردۂ خفا میں چلی گئیں۔'' کبھی کنز الایمان کی لسانی حیثیت کا قد ناپ کر نئے ترجمۂ قرآن کا شوشہ چھوڑا گیا۔...... کبھی حضرت اسید صاحب کی طبع زاد اصطلاح'''' یک قطبیت'' کے ذریعہ دل آزادی کی گئی، کبھی علمائے ملت اسلامیہ کو علمائے حیض و انفاس کہکر رسوا کرنے کی جسارت کی گئی۔ یہ سب ہوتا رہا، لوگ جام نور پڑھتے رہے اور اسے طفلانہ پن، یا دیوانے کی بڑ سمجھ کر کنارہ کرتے رہے۔ اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ سمندر موج سے خالی ہے، اس میں کوئی لولوئے لالہ نہیں ہے تب جاکر تین سال کے انتظار بیقرار کے بعد مضمون چھاپنے کی ہمت کی گئی، اور جسمیں برملا، یہ کہہ دیا گیا کہ'' مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کردیا، اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰحضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔'' اس جملے کو آپ چاہے جتنی بار پڑھیں۔ اور جس طرف سے پڑھیں، اسی منطقی نتیجہ پر پہونچے گے کہ مسلک اہلسنّت

وہابیوں کا دیا ہوا ہے، اہلسنّت کے خطیبوں نے اپنے خطاب سے جسکی تصدیق کردی ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے خطیبوں نے اپنے خطاب نایاب سے تصدیق کردی ہے کہ مسلک اعلیٰحضرت وہابیوں کا دیا ہوا لفظ ہے، وہابیوں نے مسلک اہلسنّت کو اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کردیا اور خطیبوں نے مسلک اعلیٰحضرت کہہ کر اس کی تصدیق کردی، کسی فاضل دیوبند نے اگر یہ جملہ کہا ہوتا تو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ جملہ فاضل اشرفیہ کے قلم سے ٹپکا ہے۔ یہ اس کی تحریر ہے جس کے نام کے ساتھ مصباحی کا لاحقہ لگا ہوا ہے۔ وہ اشرفیہ جس کی اینٹ اور گارے کے رگ و ریشہ سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خلوص و وفا کی خوشبو آتی ہے۔ وہ حضور حافظ ملت جن کی حیات مبارکہ کا نقطۂ عروج و انتہا مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت و اشاعت تھا، وہ مسلک اعلیٰ حضرت جس کے فروغ و استحکام کے لئے احیائے حضور حافظ ملت نے اپنے علم و عمل کا عرق نچوڑ کر رکھ دیا۔ اسی حافظ ملت کے چمن جامعہ اشرفیہ کے بعض فارغین کا قلم آج اگر فکری بندش کے حصار کو توڑ دینے کے درپے ہے تو حافظ ملت کی روح کبھی انھیں معاف نہیں کرے گی۔ جامعہ اشرفیہ کے ارباب بست و کشاد کی خدمت میں خادمانہ التماس ہے کہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰحضرت کے حوالے سے جامعہ اشرفیہ کی جو شناخت اور روایات ہیں۔ بعض فارغین اشرفیہ کی غیر ذمہ دارانہ تحریرات سے وہ صدمات کی زد میں ہیں۔ ابھی ابتداء ہے، مناسب تادیب و تدبیر سے حضور حافظ ملت کے ثمرات خدمت اور برکات محنت و محبت کو بچانا ہم سب کی اخلاقی، ملی ذمہ داری ہے۔

چوں کفر فراز کعبہ بر خیز د کجا باشد مسلمانی

جب سے مسلک اعلیٰحضرت بولا، لکھا اور کہا جارہا ہے تب سے لے کر اب تک کے خطباء کی فہرست بنائیے، آپ کو حیرت ہوگی کہ ایسے ایسے حضرات کو ملوث کرنے، ان کے پاک دامنوں کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اساطین ملت عمائدین اہلسنّت ہیں جن کے علم و عمل کی برکتوں سے دنیائے سنیت کا بھرم قائم ہے۔ جنہوں نے اپنی طلاقت لسانی، اور سلاست بیانی سے ایک تاریخ رقم کی ہے۔ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی دھن میں ذیشان مصباحی نے سینکڑوں دامن کے تقدس کو داؤ پر لگادیا ہے۔ اور آج جب ہلچل مچ رہی ہے اور ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف مشورہ دیا ہے۔ یہ حق کہاں سے اور کس نے ان کو دیدیا کہ جمہور اہلسنّت کو وہ اپنے غیر شائستہ مشورہ کی صلیب پر چڑھانے لگے کہ اکابرین ملت کے متحدہ فیصلہ کو وہ تنہا، یا دو چار مل کر چیلنج کرنے لگے۔۔۔۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات اس کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔

ذیشان صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں اور حضرت پروفیسر جمال الدین اسلم، ڈائرکٹر جامعۃ البرکات علی گڑھ فرماتے ہیں۔

> "خانقاہ برکاتیہ سے مسلک اعلیٰحضرت کی ترویج و اشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ایک موروثی فریضہ ہے، دراصل مسلک اعلیٰحضرت خانقاہ برکاتیہ کا عظیم ترین عملی و دینی تحفہ و ورثہ ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہے گا۔
>
> (سیدین نمبر ص ۲۹)

ذیشان صاحب اور خوشتر صاحب کے مضامین کو سامنے رکھ کر کئی مضامین لکھے جاسکتے ہیں صرف تضادات کی اگر صف بندی کردی جائے تو مضامین کی جماعت کھڑی ہوسکتی ہے۔ مگر سردست اتنا ہی کافی ہے، میں اپنی پرانی بات پر نئی بات کو ختم کروں کہ:

> "پہلے ہی سے ایوان سنیت میں اختلافات کیا کم ہیں کہ مزید کسی نئے اختلاف کا دروازہ کھولا جائے۔ ہمارے ماضی قریب کے بزرگوں کا مسلک اعلیٰحضرت پر اتفاق رہا ہے آیئے پھر اسی جمہوری مرکز پر متحد ہوجائیں۔ (پیغام رضا مارچ ۲۰۰۷ء)

رات کو شمع کی مانند پگھل کر دیکھو
زندگی کیا ہے کسی طاق میں جل کر دیکھو
اپنے چہرے کو بدلنا تو بڑا مشکل ہے
جی بہل جائے گا آئینہ بدل کر دیکھو

❖❖❖❖

علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ مصباحی

میری جانشینی کا حق اسی کو ہوگا جو مسلک اعلیٰحضرت کا سچا ترجمان ہوگا: مفتی اعظم اڑیسہ

مجھے مسلک اعلیٰحضرت وراثت میں ملا ہے اور مجھے اس عظیم دولت پر فخر ہے۔ میرے والد ماجد مفتی اعظم اڑیسہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس علیہ الرحمہ جن کی پوری زندگی شریعت کی آئینہ دار تھی۔ ان کا شمار ملک کے متبحر علماء میں ہوتا تھا۔ عوام وخواص میں وہ یکساں مقبول ومحبوب تھے۔ اڑیسہ کی سرزمین پر حضور مجاہد ملت کے بعد وہ مسلک اعلیٰحضرت کے سب سے بڑے داعی ومبلغ تھے۔ حضور سیدنا علی حسین اشرفی میاں کے وہ دست گرفتہ تھے لیکن ان کی اشرفیت پر رضویت کا رنگ غالب تھا۔ ''فتاویٰ رضویہ'' ہر وقت ان کے مطالعے میں رہتی تھی۔ ان کی خلوت وجلوت اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عشق کے نور سے روشن ومنور تھی۔ اٹھتے بیٹھتے ان کی زبان پر اعلیٰحضرت کا ذکر جمیل ہوتا۔ اگر انھیں معلوم ہوجاتا کہ فلاں عالم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا وفادار نہیں ہے تو اس سے ان کا رشتہ واجبی سارہ جاتا۔ اس کی کسی محفل میں شریک ہوتے نہ اپنی کسی محفل میں اسے شرکت کی دعوت دیتے۔

دنیا کا معمول ہے کہ لوگ اپنے بچوں کے لئے مال و زر اندوختہ کرتے ہیں اگر ایسا شرعی اصولوں کی روشنی میں کیا جائے تو غلط نہیں ہے مگر اکثریت شرعی اصولوں کا پاس ولحاظ نہیں کرتی۔ نتیجہ کے طور پر لوگ اکثر مسائل کے شکار رہتے ہیں۔ غضب الٰہی ان کی تاک میں ہوتا ہے۔ مومن کا یہ شیوہ ہونا چاہیے کہ اپنے ہر فعل کو شریعت کی میزان پر تولے اور اپنے آپ کو شریعت کے سانچے میں ڈھالے۔ ایسا کرنے والوں کو رحمت الٰہی بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ بچوں کے لئے والدین کی طرف سے سب سے بڑی دولت علم دین ہے اور اس علم کو برتنے کے لئے عمل کا جذبہ ہے۔ مال وزر کی حیثیت ثانوی ہے۔

میرے والد ماجد نے اپنے بچوں کے لیے مال و دولت اکٹھا نہیں کیا۔ ان کی آمدنی کے ذرائع بہت محدود تھے۔ انہوں نے اپنے تمام بچوں کو سب سے پہلے علم دین کے زیور سے آراستہ کیا اور انھیں عمل کا حریص بنایا اور انھیں مذہب ومسلک سے وفاداری کا سبق پڑھایا۔ انہوں نے دولت نام کی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ مگر وہ اپنے بچوں سے مسلک اعلیٰحضرت پر قائم رہنے کا عہد لیا کرتے تھے۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو رضائے الٰہی ومحبت رسالت پناہی کا عظیم ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے جب کوئی مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بلند کرتا تو ان کا چہرہ چمک اٹھتا تھا۔ لیکن وہ صرف

کیلی فورنیا، امریکہ

نعروں کے قائل نہ تھے بلکہ ان کے نزدیک عمل کی اہمیت تھی وہ اپنے مخصوص خطبات میں بھی اس چیز کا اظہار فرماتے تھے۔ ان کا خطاب بڑا موثر ہوتا تھا۔ بھدرک کی جامع مسجد کو انہوں نے اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا تھا۔ مسلسل چالیس سال تک اس مسجد کے منبر سے انہوں نے افکار رضا کی مسلک اعلیٰحضرت کی شکل میں اشاعت کرتے رہے۔ ان کی کوششوں سے بھدرک مسلک اعلیٰحضرت کے ماننے والوں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔

ان کی دینی مصروفیات میں بیعت و ارشاد بھی شامل تھا۔ بیعت وارشاد کی پاکیزگی سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔ بیعت وارشاد طہارت قلب ونگاہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہاں نگاہوں سے قلب کی کثافتوں کو دور کیا جاتا ہے لیکن آج تبلیغ کے اس صاف ستھرے شعبے کو داغدار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسے مالی منفعت کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔ نام نہاد پیروں کی ٹولیا گھومتی رہتی ہیں اور اہل ثروت کو ڈھونڈتی رہتی ہیں۔ روز نئے نئے سلسلے سامنے آرہے ہیں۔ جس پیر کی مارکیٹ میں تھوڑی سی مانگ ہوگئی وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالیتا ہے۔ وہ جماعتی دھارے سے برائے نام جڑا رہتا ہے۔ والد گرامی اس روش کے شدید مخالف تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ رازق اللہ جل شانہ ہے۔ رزق کے لیے تبلیغ کے ذرائع کو داغدار نہ کیا جائے۔ اور مذہب و مسلک کو بدنام نہ کیا جائے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر کام کے پس پشت مذہب و مسلک کا مفاد وابستہ رہنا چاہئے۔ انہوں نے بیعت و ارشاد کو بھی مسلک اعلیٰحضرت کی اشاعت کا اہم ذریعہ سمجھا۔ وہ اپنے مریدین کو مسلک اعلیٰحضرت کے عامل کے طور پر دیکھنا پسند کرتے تھے۔ وہ مسلک اعلیٰحضرت کے حوالے سے انتہائی متصلب تھے۔ ان کی زندگی کی ہر سانس اعلیٰحضرت اور مسلک اعلیٰحضرت کی محبت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مسلک اعلیٰحضرت سے ان کی محبت کا اندازہ ان کے وصیت نامے سے کیا جاسکتا ہے وہ لکھتے ہیں۔

(الف) سجادہ نشین سنی صحیح العقیدہ، بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہو۔

(ب) عالم دین، پابند شرع اور متقی و پرہیز گار ہو۔

(ج) مدبر، مفکر، متحمل، خوش اخلاق اور دین کے معاملہ میں مخلص ہو۔

میرے خاندان میں جو مذکورہ بالا صفات کا سب سے زیادہ حامل اور قابل ہو۔ اسی کو یہ ذمہ داری سونپی جائے۔ اگر خاندان میں ایسا کوئی شخص نہ ملے تو پھر مریدین و متعلقین میں جو اس لائق ہو اس کا انتخاب کیا جائے۔ انتخاب کے وقت غیر شرعی جانبداری اور ناانصافی سے احتراز ضروری ہے ورنہ میرے ساتھ ظلم واذیت کا باعث ہوگا۔

طریقت میں ہم رضوی ہیں۔ میرے سجادہ اور اس خانقاہ کے متولی پر لازم ہے کہ وہ سلسلۂ حبیبیہ سے ہی وابستہ رہے اور اسی کو فروغ دے۔ یک جا گیر محکم گیر پر عمل کرے۔ میرے سجادہ کو مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنا ضروری ہے۔ اس سے سرمو انحراف عہدۂ تولیت وسجادگی سے برطرف کردے گا۔

میں اپنے تمام متعلقین، مریدین اور اپنی اولادِ ذکور و اناث کو وصیت کرتا ہوں کہ عقائدِ حقہ مسلکِ اعلیٰحضرت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں۔

عام لوگ وصیت نامے کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے۔ لیکن اہل علم وصیت نامے کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں۔ وصیت نامہ اسوقت تیار کیا جاتا ہے جب آدمی کا اس دار فانی سے رشتہ ٹوٹنے کے آثار مکمل طور پر نمایاں ہوجاتے ہیں۔ عموماً ایسے وقت میں آدمی کو اپنی، اپنے بال بچوں کی اور زمین و جائداد کی فکر ہوتی ہے۔ اس کی تقسیم کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے بچوں کو، اہل قرابت کو اور اپنے احباب و متعلقین کو ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے حق میں مفید ہوں ایسے وقت میں بہت کم لوگوں کو دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی فکر ہوتی ہے لیکن والد ماجد حضور مفتی اعظم اڑیسہ نے اپنے وصیت نامے میں صرف انھیں باتوں کو شامل کیا جو مذہب و مسلک سے متعلق تھیں۔ اس باب میں والد ماجد کی مثال شائد ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ ان کے سر میں مسلک اعلیٰحضرت

کی اشاعت اور اس کے تحفظ کا سودا ہر وقت سمایا رہتا تھا۔

میں نے دینی علوم و فنون کا زیادہ حصہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ مجھے کسی دوسری درس گاہ میں جانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ڈھیر سارے علوم و فنون کے مالک تھے۔ تحصیل علم کے دوران میں نے ان کی شخصیت کے داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان کے قول و فعل میں بال برابر فاصلہ نہیں تھا۔ انھوں نے خانقاہ کے لیے ایک قانون بنا دیا ہے یعنی ان کی نیابت کا حق اسی کو حاصل ہو جو قول و فعل میں سچا، عمل صالح کا حریص اور مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہو اور انشاء اللہ صبح قیامت تک اس قانون میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔

میں قریب قریب بیس سال سے دعوت و تبلیغ کے میدان میں ہوں۔ افریقہ، کناڈا اور امریکہ میں قیام کا زمانہ دس سال سے زائد پر محیط ہے۔ باہر کی دنیا عجیب و غریب ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اپنی پالیسی بدل دیتے ہیں۔ مصلحت کوشی کے شکار ہو جاتے ہیں۔ مل، جل کے کام کرنے کے قائل ہو جاتے ہیں۔ جو چیز اپنے ملک میں ناجائز ہوتی ہے غیر ممالک میں وہی چیز جائز ہو جاتی ہے۔ اکثریت اسی مرض کا شکار ہو جاتی ہے۔ بہت کم لوگ اپنی صلابت دینی پر قائم رہ پاتے ہیں لیکن راقم الحروف کا دامن بہت حد تک مذکورہ معائب سے پاک ہے۔ میں نے ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کا جھنڈا بلند کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود کیلی فورنیا سے جو شرائط نامہ آیا تھا اس میں رد وہابیہ اور مسلک اعلیٰحضرت کی اشاعت کی صراحت موجود تھی اور یہی دو شرطوں نے مجھے کیلی فورنیا آنے پر مجبور کیا۔

نعت گوئی میرا محبوب مشغلہ ہے۔ رفتار زمانہ کے ساتھ فن نعت میں بھی بڑی وسعت در آئی ہے۔ اس کے باوجود معیاری اور فنی نعت گو شعراء کی تعداد ابھی بھی کم ہے۔ اردو نعت نگاری کے میدان میں امام احمد رضا قادری برکاتی سالار نعت گویاں ہیں۔ کوئی نعت نگار ان کی ہم نشینی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ان کے بعد نعت نگاروں کا جو بھی قافلہ آیا اور آئے گا سب کی حیثیت ان کے مقتدی کی ہوگی۔ اس تعلق سے میری نعت کا ایک شعر ملاحظہ کریں۔

ہے یہ سبق ''حدائقِ بخشش'' کا لاجواب
نعت رسول سیکھیے رب کی کتاب سے

میرے پانچ ضخیم نعتیہ مجموعے زیور اشاعت سے آراستہ ہو چکے ہیں اور چھٹا نعتیہ مجموعہ زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ اس کی بھی جلد ہی اشاعت ہونے والی ہے۔ میرے نعتیہ سرمائے میں بھی بہت سے اشعار ایسے ملیں گے جن سے مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب ترجمانی ہوتی ہے: اس حوالے سے چند اشعار آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ ملاحظہ کریں۔

جو مسلکِ رضا سے رکھے بیر قلب میں
اس شخص سے شدید ہمیں اختلاف ہے
جو مسلکِ رضا پہ ہے سختی سے گامزن
حوروں کو اس کا خلد میں بھی انتظار ہے
پرفتن دورِ حاضر میں قدسیؔ ہمیں
مسلکِ اعلیٰ حضرت فقط چاہیے

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کا حجرۂ مطالعہ جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابوں سے مزین ہوتا وہیں خصوصی طور پر فقہ حنفیہ کی بیشتر مستند کتابوں کے انوار و تجلیات کا بھی محور رہا کرتا۔ حتیٰ کہ کچھ کتابیں ایسی بھی ہوتیں جو یا تو نایاب ہوتیں یا یہ کہ ان کا ملنا دشوار ہوتا۔ آپ کے پاس کتابوں کے ذخائر کی دو وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کہیں بھی تشریف لے جاتے تو کتابیں ضرور خریدتے یہاں تک کہ جب آپ فریضۂ حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو وہاں سے بھی آپ نے فقہ حنفیہ کی بڑی بڑی کتابوں کا منڈل ساتھ لائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یوں تو آپ کے اجدادِ کرام میں علماء و فضلاء کی کمی نہیں لیکن آپ کے نانا جان حضرت مولانا سید شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ اپنے وقت کے مایہ ناز اور باعثِ افتخار عالمِ دین گزرے ہیں۔ حضرت والا کی لائبریری جہاں سیکڑوں کتابوں سے بھری ہوئی تھی وہیں بہت ساری کتابیں ایسی بھی تھیں جو نایاب ہو چکی تھیں حضرت والد ماجد کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کو وراثت میں یہ علم و حکمت کا سارا خزانہ مل گیا مگر اس

کے باوجود آپ کے اندر کتابیں خریدنے کا بے حد شوق کار فرما تھا۔ خصوصاً اگر کہیں سیدنا اعلیٰ حضرت کی ایسی کوئی تصنیف مل جاتی جو آپ کے پاس نہ ہوتی۔ تو آپ پہلی فرصت میں اسے ضرور خریدتے بھلے ہی اس کی قیمت کثیر ہوتی۔ صرف یہی نہیں بلکہ مجھے اکثر تاکید فرماتے کہ دیکھو! جہاں کہیں بھی سیدنا اعلیٰ حضرت کی کوئی کتاب ملے تو فوراً خرید لینا اس سلسلے میں قیمت کی قطعی پرواہ نہیں کرنا۔ مجھے آپ کا یہ ارشاد بھی اچھی طرح یاد ہے کہ فرماتے دور حاضر میں علم کا انحطاط بڑھتا جارہا ہے اب تو برائے نام علم رہ گیا ہے۔ لوگ علمِ دین کی گیرائی و گہرائی سے بھاگ رہے ہیں۔ مدارس کے نصابِ تعلیم سے تحقیقی کتابیں نکالی جارہی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر جہاں طلبہ میں تحصیلِ علم کا شوق بتدریج کم ہوتا جارہا ہے وہیں ان کا تحقیقی مزاج بھی دم توڑتا محسوس ہورہا ہے، پھر بھی دورِ حاضر میں جو شخص اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے نام اور ان کے مطالب کو سمجھ لے میرے خیال میں وہ ایک اچھا خاصا عالم دین سمجھا جائے گا۔

حضرت والد ماجد کی بارگاہ میں جب بھی حاضری ہوتی تو سیدنا اعلیٰ حضرت کا ذکرِ جمیل ضرور چھڑ جاتا اور اکثر و بیشتر راقم الحروف کو تاکید فرماتے کہ " اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا ہمیشہ مطالعہ کیا کرو کیوں کہ دوسری دس کتابیں پڑھنے کے بعد جو تمہیں معلومات حاصل ہوں گی وہ ساری باتیں بآسانی تمہیں سیدنا اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب میں مل جائیں گی۔ پھر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا اعلیحضرت کے قلم کو محفوظ عن الخطا اور آپ کو تسامحات سے بھی مبرہ رکھا ہے۔ آپ کی کتابیں کثرت سے پڑھو اور آپ سے شیفتگی بڑھاؤ کیوں کہ آپ کی محبت رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی آسان اور سیدھی سبیل ہے اور یہی اصل ایمان ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا روشن ذریعہ بھی۔"

سیدنا اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے وقت آپ بڑے emotional ہوجاتے۔ کبھی کبھی اشک بار آنکھوں سے فرماتے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کی ذاتِ بابرکات آیت من آیات اللہ و معجزۃ من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ آپ کے ہم برصغیر کے مسلمانوں پر اس قدر احسانات ہیں جنہیں بھلایا نہیں جاسکتا اور نہ کوئی ان کا بدل پیش کرسکتا ہے۔ آپ نے انتہائی نازک موقعوں پر ہمارے ایمان و عقیدے کی پاسداری فرمائی۔ ہمارے دلوں میں عشقِ رسول کی شمعیں فروزاں کیں۔ ایمان و عقیدے پر شب خون مارنے والوں سے متنبہ کیا اور ہر باطل کے اقوالِ فاسدہ کا ردِ بلیغ فرمایا۔ المختصر پوری زندگی آپ نے ایمان و عقیدے کے چمنستان کی آب یاری میں صرف فرمادی۔ لہٰذا اس دور میں بلکہ صبح قیامت تک مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی دراصل دینِ حق کا سرچشمہ اور نور ایمان کا محافظ رہے گا۔ تادم حیات اسی مسلک پر سختی سے قائم رہنا اور اسی مسلک کی ترویج و فروغ میں جہدِ مسلسل کرتے رہنا۔

بفضلہ تعالیٰ میں نے حضرت والد ماجد کے مذکورہ ارشاد کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ہندوستان کے باہر بالخصوص western countries میں آنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ اکثر وہ علماء جو ہندوستان میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کے داعی سمجھے جاتے ہیں یہاں آنے کے بعد ڈالر اور پاؤنڈ کے جھانسے میں آکر socalled unity کے علم بردار بن جاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ کتمانِ حق کے خوگر بن جاتے ہیں بلکہ بدعقیدوں سے compromise کرنے کو تقاضائے وقت اور تقاضائے ایمان سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی مسلک فروش علماء کی بنیاد پر احقاقِ حق اور ابطال باطل جیسے اہم امور کی انجام دہی میں بے حد پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود

بہت حسین سہی صحبتیں، گلوں کی مگر
وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گزرے

کے تحت میں نے کبھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کو ٹھیس پہنچائی اور نہ اس کی اشاعت میں اپنی سرگرمیوں کو حوصلہ شکن ہونے دیا اور نہ انشاء اللہ کبھی ایسا ہونے دیں گے۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولا کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا، کبھی چرچا تیرا

اگر وقت نے وفا کیا تو انشاء اللہ میری ایک کتاب ''ویسٹرن کنٹریز اور ذاتی تجربات'' بہت جلد منظر عام پر آئے گی جس کا مطالعہ قارئین کی معلومات میں بیش بہا اضافے کا باعث ہوگا۔

بات چل رہی تھی حضرت والد ماجد کے فتوی نویسی کی۔ دراصل والد صاحب کا یہ طریقۂ کار تھا کہ آپ کسی مسئلے کے حل کے لئے پہلے فتاوی عالم گیری، شامی، وغیرہ جیسی فتاوے کی مشہور کتابوں کا مطالعہ فرماتے اور جب آپ کو ان کتابوں میں مسئلہ کا حل مل جاتا تو آپ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصحابِ ترجیح کے اقوال کی جانب رجوع فرماتے مثلاً قاضی خان، فتح القدیر وغیرہ پھر آپ سیدنا اعلیٰ حضرت کی تصنیفات وفتاوی دیکھتے تب آپ کو اطمینان علمی وسکونِ قلبی حاصل ہوتا اور فتویٰ سپرد قرطاس فرماتے۔ یہ فقط آپ اپنے عمل تک محدود نہیں رکھتے بلکہ راقم الحروف کو بھی تنبیہ فرماتے کہ جب بھی فتوی لکھنا ہو تو مشہورِ زمانہ فتاویٰ کی کتابوں کے علاوہ ''فتاویٰ رضویہ'' ضرور دیکھنا۔

مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں تعطیلات میں گھر آتا تو میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ اوقات حضرت والد ماجد کی صحبت بافیض میں گزاروں۔ جب کبھی سوالات کی بھیڑ زیادہ ہو جاتی تو آپ چند سوالات میرے حوالے کر دیتے کہ ان کے جوابات لکھ کر لاؤ۔ میں ان سوالوں کے جوابات کے لئے مختلف فقہی کتابوں کا مطالعہ کرتا اور پھر حوالہ جات سے مزین کرکے آپ کی بارگاہ میں فتوی پیش کرتا تو آپ بغور جواب پڑھنے کے بعد فرماتے ماشاء اللہ جواب تو بڑا مدلل معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس سلسلے میں ''فتاویٰ رضویہ'' دیکھی کہ نہیں؟ میں نفی میں جواب دیتا تو فرماتے کہ جاؤ ''فتاویٰ رضویہ'' میں اس کا جواب تلاش کرو تاکہ تمہارا لکھا ہوا فتویٰ مزید مبرھن اور قابل اعتماد ہو جائے۔

الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور میں طالب علمی کے زمانے میں راقم الحروف کو معین المدرسین کی حیثیت سے افریقی طلبہ کو انگریزی میں شرح وقایہ، بہار شریعت، نورالایضاح وغیرہ پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اسی زمانے کی بات ہے جب میں نے یہ مسئلہ پڑھا کہ اگر کوئی نمازی سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورہ بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے پھر اسے یاد آئے تو کھڑا ہو سورہ ملائے، رکوع کرے اور پھر اخیر میں سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے'' تو اس وقت میرے ذہن میں یہ سوال وارد ہوا کہ ضم سورہ تو واجب ہے اور سہواً ترک واجب کے لئے سجدہ سہو کافی ہوتا ہے مگر یہاں تو کچھ اور بتایا جارہا ہے پھر یہ کہ رکوع فرض ہے اور ضم سورہ واجب تو گویا ادائے واجب کے لئے فرض کا ترک کرنا بھی لازم آرہا ہے مزید برآں اس تکلف کی کیا ضرورت کیونکہ سہوا ترک واجب ہوا ہے۔ اس کے لئے سجدۂ سہو کافی ہے جیسا کہ قعدہ بھول کر کھڑے ہونے پر اور اسی طرح دعائے قنوت بھول کر رکوع میں جانے پر سجدہ سہو ہی کافی ہوتا ہے۔ میں نے یہ سوال اپنے قابل قدر کئی ایک اساتذہ اور دیگر چند مشاق مفتیان عظام سے کیا۔ سب نے اپنے اپنے طور پر جوابات دئے مگر مجھے تشفی نہیں ہوئی۔ کسی نے کہا کہ دراصل من ادرك الركوع ادرك الركعة کے تحت رکوع میں یاد آنا گویا کہ قیام میں یاد آنا ہے، کسی نے کہا کہ رکوع من وجہ قیام ہے۔ لہذا رکوع میں یاد آئے تو کھڑے ہو کر ضم سورہ کرلیا جائے مگر ان جوابات پر جب میں نے غور کیا تو ان سے بھی تحکم لازم آرہا تھا۔ المختصر میں بہت دنوں تک اس مسئلہ میں الجھن کا شکار رہا۔ میرے والد ماجد کی ایک پیاری سی نصیحت یاد آئی۔ آپ نے مجھ سے بارہا فرمایا تھا کہ جب بھی کوئی سوال اپنے کسی استاذ سے کرو اگر ان کے جواب سے تمہیں تشفی نہ ہو تو ان سے الجھنا نہیں بلکہ خود ہی کتابوں کے مطالعہ سے حل کرنے کی کوشش کرنا اور اگر اس پر بھی تشفی نہ ملے تو مجھ سے پوچھ لیا کرنا۔ میں نے آپ کی اس نصیحت پر ہمیشہ عمل کیا اور میری عادت تھی کہ جب تک والد ماجد بقید حیات رہے جس مسئلے میں الجھن ہوتی آخیر میں انھیں سے رجوع کرتا اور ان کے جواب سے میں پورے طور پر مطمئن ہو جاتا۔

بہر کیف! میں جب تعطیل کلاں میں گھر آیا تو والد ماجد سے یہ سوال کیا۔ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ کسی بھی اہم سوال کا فوراً جواب نہیں دیتے بلکہ کچھ دیر توقف فرماتے۔ اگر آپ کے ذہن

میں تحقیقی جواب نہ ہوتا تو فرماتے کہ بعد میں اس کا شافی جواب دوں گا۔

پندرہ روز گزر گئے مگر والد ماجد نے اس کا جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ تقریباً روزانہ میں آپ سے عرض کرتا کہ ابا! آپ نے جواب سے اب تک نہیں نوازا؟ فرماتے کہ صبر کرو میں ابھی اس کی تحقیق کر رہا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے سولھویں دن نمازِ عشاء کے بعد آپ نے بڑے مسرور کن لہجے میں ارشاد فرمایا کہ قدسی! تمہارے سوال کا شافی جواب مل گیا۔ دراصل میں نے کئی ایک کتابیں اور ان کی شرحیں دیکھ ڈالیں مگر کوئی بھی جواب تمہاری طرح میرے لئے تشفی کا باعث نہیں بن رہا تھا تو اخیر میں میں نے سیدنا اعلیٰ حضرت کے فتاوی کی طرف رجوع کیا تو تاخیر سے سہی مگر تشفی بخش جواب مل گیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاوی میں مسائل خطبہ کے اندر ضمناً اس کا جواب یوں تحریر فرمایا ہے کہ مطلق قرأت فرض ہے اور ضم سورہ واجب۔ چونکہ ضم سورہ مطلق قرأت فرض سے متصل ہے اور اس ایصال کی بنیاد پر ضم سورہ حقیقتاً واجب ہے لیکن حکماً فرض کے زمرے میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضم سورہ جب کوئی بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے تو کھڑے ہو کر سورہ ملانے کا حکم ہے۔ لہٰذا اب اس کا قیاس قعدۂ اولیٰ میں بھول کر کھڑے ہونے اور دعائے قنوت بھول کر رکوع میں جانے پر قیاس نہیں کیا جائے گا ورنہ قیاس مع الفارق ہو جائے گا۔

اسی طرح نوگاواں، راجستھان کے ایک جلسہ میں دورانِ تقریر ایک شخص نے مجھے ایک پرزہ دیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تھی اس وقت حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سلسلے میں کیا موقف تھا، بیان فرمائیں۔ میں نے وہ پرزہ لے لیا اور جلسہ کے اختتام کے بعد اس شخص کا پتہ اس وعدے پر نوٹ کر لیا کہ انشاء اللہ جلد ہی اس کا جواب آپ کو ارسال کر دیا جائے گا۔ جب گھر پہنچا تو کئی ایک کتابیں دیکھیں مگر مجھے خلفاء ثلاثہ کی اس ضمن میں کوئی رائے نہیں ملی۔ جب حضرت والد ماجد سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا ہاں سیدنا اعلیٰ حضرت نے فلاں کتاب میں تفسیر مدارک کے حوالے سے خلفاء ثلاثہ اور حضرت ابوایوب انصاری کی زوجۂ محترمہ کی آراء تحریر فرمائی ہیں (افسوس کہ مجھے کتاب کا حوالہ یاد نہیں رہا) والد ماجد نے باضابطہ مجھے من وعن مع عبارت حضرات خلفاء ثلاثہ کی آرا لکھوا دی تھیں، جواب بھی میری ڈائری میں محفوظ ہے۔

عزیزِ محترم صحافیِ عصر مولانا رحمۃ اللہ صدیقی صاحب کے اصرار پر جب میں نے یہ مضمون لکھنا شروع کیا تو وجہِ بصیرت کے لئے تفسیر مدارک دیکھیں تو والد صاحب کی سیدنا اعلیٰ حضرت کے حوالے سے بیان کردہ عبارتیں بالکل حرف بہ حرف صحیح نظر آئیں۔ قارئین کی معلومات کے لئے وہ عبارتیں ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں۔

روی ان عمر رضی الله عنه قال الرسول الله صلی الله علیه وسلم انا قاطع (متقین) بکذب المنافقین لان الله عصمك من وقوع الذباب علی جلدك لانه یقع علی النجاسات فیتلطخ بهافلما عصمك الله من ذالك القدر من القدر فکیف لا یعصمك عن صحبة من تکون متلطخة بمثل هذه الفاحش

وقال عثمان رضی الله عنه ان الله ما اوقع ظلك علی الارض لئلا یضع انسان قدمه علی ذالك الظل فلمالم یمکن احداً من وضع القدم علی ظلك کیف یمکن احداً من تلویث عرضِ زوجتك

وقال علی کرم الله وجهه ان جبریل اخبرك ان علی نعلیك فذر وامرك باخراج النعل عن رجلك بسبب ما اتصق به من القدر فکیف لا یامرك باخراجها بتقدیر ان تکون متلطخة بشئ من الفواحش

وروی ان ابا ایوب الا نصاری قال لا مرأته الا ترین ما یقال فقالت لوکنت بدل صفوان اکنت تظن بحرم رسول الله سوءاً فقال لا قالت و لوکنت انا بدل عائشه ماخنت رسول الله فعائشه خیر منی

وصفوان خير منك

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں منافقوں کی کذب بیانی پر یقین رکھتا ہوں کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے جسم مقدس کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا اس لئے کہ وہ گندگی پر بیٹھتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گندگی سے آلودہ ہوجاتی ہے تو جب اللہ نے آپ کو اس قدر نجاست سے محفوظ رکھا تو پھر کیسے اس ذات کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے جو فحاشی سے ملوث ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی بیشک اللہ نے زمین پر آپ کے جسم پاک کا سایہ پڑنے نہیں دیا مبادا اس پر کسی انسان کا قدم پڑ جائے جب کسی کے لئے آپ کے سایہ پر قدم رکھنا ممکن نہ ہوا تو پھر کیسے کسی کے لئے یہ ممکن ہوتا کہ وہ آپ کی زوجۂ مطہرہ کی آبرو سے ملوث ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ آپ کے نعلین پاک میں نجاست لگی ہے اور نعلین پاک کے اتارنے کا حکم ربانی سنایا تو پھر کیسے اللہ آپ کو اس زوجہ کو برطرف کرنے کا حکم نہ دیتا جو فحاشی سے ملوث ہو۔

مروی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ حضرت عائشہ کے بارے میں کیا کیا کہا جارہا ہے تو آپ کی زوجہ نے جواب دیا کہ اگر آپ صفوان کی جگہ ہوتے تو کیا حرم رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں سوءِ ظن رکھتے فرمایا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں عائشہ کے مقام پر ہوتی تو میں قطعی طور پر رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہیں کرتی۔ عائشہ مجھ سے بہتر ہیں اور صفوان تم سے بہتر۔

ایک بات اور یاد آئی جو اہلِ علم کے لئے بڑی کارآمد ثابت ہوگی بالخصوص ان طلباء اور علماء کے لئے جو نصف العلم علم الفرائض سے شغف رکھتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ میں جب راقم الحروف جماعت سابعہ میں تھا تو اس وقت علم فرائض کی مشہور کتاب ''سراجی'' زیر درس ہوا کرتی تھی۔ ایک بار دوران درس عصبات کے بیان کے ضمن میں جب عصبات کی تقسیم کے بعد مصنف کی یہ عبادت آئی الاقرب فالاقرب'' تو میں نے استاذِ محترم سے پوچھا حضور! کیا الاقرب فالاقرب فقط عصبہ بنفسہ کے ساتھ مختص ہے یا عصبہ لغیرہ اور مع غیرہ پر بھی اس کا اطلاق ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سراجی کی شرح ''شریفیہ'' کا مطالعہ کرنا اس میں تمہیں اس کا جواب مل جائے گا۔ درس کے بعد میں نے لائبریری سے شریفیہ لی اور مطالعہ کیا تو اس ضمن میں اس قدر عبارت ملی ''الاقرب فالاقرب الي يرجحون بقرب الدرجه'' اس عبارت سے یہ بات واضح ہورہی تھی کہ یہ حکم مطلق ہے خواہ اقرب میں قوتِ قرابت ہو یا نہ ہو بہرحال اقرب ابعد سے مقدم ہے اگرچہ ابعد میں قوتِ قرابت ہو۔ پھر آگے چل کر ایک اور عبارت ملی۔

ثم اى بعد الترجيح بقرب الدر جة يرجحون بقوة القرابة اعنى به اى بالمذكوروهوالترجيح بقوة القرابة ان ذالقرابتين من العصبات اولىٰ من ذى قرابة واحدة مع تساويهما فى الدرجة ذكراً كان ذوالقرابتين اوانثىٰ

ان دونوں عبارتوں سے بات تو بہت حد تک واضح ہوگئی تھی لیکن میری کوشش یہ تھی کچھ اور ایسی مثالیں مل جائیں تاکہ مزید اطمینان حاصل ہوجائے۔ تلاشِ بسیار کے بعد بھی مثالیں مل نہ سکیں۔ نتیجتاً میں ذہنی تردد کا شکار ہوتا چلا گیا۔ بالآخر شعبان کے اخیر عشرہ میں گھر پہونچکر والد ماجد سے میں نے اس مسئلہ کی وضاحت مع مثال چاہی تو آپ نے فوراً فرمایا کہ اس سلسلے میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے الاقرب فالاقرب میں تعمیم ہے۔ پھر آپ نے باضابطہ فتاویٰ عالمگیری کی پوری عبارت مجھے دکھائی اور فرمایا اسے نوٹ کرلو تاکہ آئندہ یہ تمہارے کام آسکے۔

جب ''آپ عالم گیری'' کی عبارتیں پڑھ رہے تھے تو بڑے پُر جوش لہجے میں فرماتے جارہے تھے کہ دیکھو سیدنا اعلیٰ حضرت کا بے مثال تبحر علمی ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپ کی نگاہوں کے سامنے نقد حدیث کی ساری کتابیں ہمیشہ کھلی رہتی تھیں۔

عالمگیری، جلد ۴ ص ۴۵ کی عبارت من وعن ذیل میں لکھی جارہی ہے تاکہ شائقینِ علم فرائض اس سے استفادہ کرسکیں۔

اذا اجتمعت العصبات بعضها عصبة بنفسها و بعضها عصبة لغيرها وبعضها عصبة مع غيرها فالترجيح منها بالقرب الى الميت لا بكونها عصبة بنفسها حتىٰ أن العصبة مع غيرها اذا كانت اقرب الى الميت من العصبة بنفسها كانت العصبة مع غيرها اولىٰ، بيانه اذا هلك الرجل وترك بنتاً واختاً لأبٍ و ام و ابن الاخ لاب فنصف الميراث للبنت و النصف لاخت لاشئ لابن الاخ لان الاخت صارت عصبة مع البنت وهى الى الميت اقرب من ابن الاخ ولذالك اذا كان مع ابن الاخ لاشئى للعم.

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والد ماجد سیدنا اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے کس قدر متاثر اور علم فرائض میں کس قدر آپ کو درک حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے ایک انٹرویو میں (جو ماہنامہ استقامت، کانپور میں شائع ہوا تھا) فرمایا تھا کہ مولوی سید عبدالقدوس اپنے طالب علمی کے زمانے میں علم فرائض میں الہ آباد اور اطرافِ الہ آباد میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ واضح رہے کہ حضرت والد ماجد حضور مجاہد ملت کے تلمیذ اور خلیفہ مجاز تھے۔

میری نعت گوئی کی روداد بھی بڑے تلخ تجربات اور حوصلہ شکن ادوار سے دوچار رہی ہے۔ دراصل جب میں نے نعتیں کہنا شروع کیں تو سرورِ کائنات ﷺ کے فیض و کرم سے نعتیں کہتا چلا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتدائی دور میں نہ مجھے بحروں کا خاص علم تھا اور نہ شاعری کے قواعد وضوابط سے مکمل آشنائی۔ ضرورت تھی کہ سارے کلام اصلاحی مراحل سے گزر کر مرصع و منقع ہوجائیں۔ اس سلسلے میں کئی ایک شاعروں سے رابطہ کیا مگر کسی نے بھی اصلاح تو بہت دور کی بات ہے حوصلہ افزائی تک نہیں کی بلکہ کچھ شاعر ایسے تھے جو آج سے پچیس سال پہلے ایک کلام کی اصلاح کے لئے پچاس روپئے کا معاوضہ طلب کرتے تھے۔ بسا اوقات میں ذہنی طور پر بڑا پریشان رہتا۔ ایک مرتبہ والد ماجد نے پوچھا کہ کیا بات ہے آج کل تم بڑے متفکر نظر آتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنی کہی ہوئی نعتوں کی اصلاح کروانا چاہتا ہوں مگر کوئی مخلص شاعر ملتا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کسی بھی استاذ کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نعت گوئی کی مکمل رہنمائی کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کافی ہے۔ ''حدائق بخشش'' کا مطالعہ کرو یہی کتاب تمہیں شاعری کے رموز واسرار بھی بتائے گی۔ شاعری کے قواعد و ضوابط بھی سکھائے گی، شریعت کی پاسداری کے موثر طریقوں سے آشنا بھی کرائے گی۔ عقائد واعمال کی اصلاح کا سبق بھی پڑھائے گی، بدمذہبوں اور بدعقیدوں سے دور ونفور رہنے کی ترغیب بھی عطا کرے گی، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا جذبہ بھی اجاگر کرے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہی کتاب تمہیں آدابِ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول اور نورِ ایمان کی لازوال نعمت سے ہمکنار بھی کرے گی۔

حضرت والد ماجد کی اس نصیحت کے بعد ''حدائقِ بخشش'' کا مطالعہ میرا معمول بن گیا۔ میں ''حدائقِ بخشش'' اور صاحبِ حدائقِ بخشش'' کا ایسا متوالا بن گیا کہ پھر بے ساختہ بول پڑا۔

قدسی ہوں اس رضا کے درِ پاک کا گدا
سیکھی ہے جس نے نعت خدا کی کتاب سے

میں تو کہتا ہوں اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر بہ نیت خلوص ''حدائق بخشش'' کا بالغائر مطالعہ کرے تو یقیناً نہ صرف یہ کہ اسے سیدنا اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیر شخصیت کا عرفان حاصل ہوگا بلکہ وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سچا پیروکار بن جائے گا۔

مجھے انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ ایسی قد آور شخصیت جو نابغۂ روز گار اور فقید المثال ہونے کے ساتھ ساتھ محسنِ سنیت بھی ہو اور جو علماءِ حرمین شریفین کی عقیدت کا مرکز ومحور بھی ہو اس پر اور اس کے مسلک پر کوئی اعتراض کرنے کی کیسے جسارت کر جاتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جس تھالی میں کھایا جائے اسی میں چھید بھی کیا جائے۔ یہ کام وہی کرسکتا ہے جو سر پھیرا ہو اور جس کے دل میں

بغض و عناد کی آگ سلگ رہی ہو۔ بلاشبہ سیدنا اعلیٰ حضرت سے بغض و عناد بد مذہبی کی پہچان ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ ایک عارف باللہ حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی کا فرمانِ عالی شان ہے۔

فرماتے ہیں'' نحن نعرفه بتصنيفاته و تاليفاته حبه، علامة السنة و بغضه، علامة البدعة'' یعنی ہم حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں۔''

ان کی محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض بدمذہبی کی پہچان ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت جن کی بیعت پر امام حرم حضرت مولانا عبداللہ مرداد ابن کبیر العلماء ابوالخیر مرداد علیھما الرحمہ فخر کریں۔

☆ اعلیٰ حضرت جن کی تصنیف لطیف الدولة المكيه'' سن کر ستر سالہ کبیر العلماء شیخ الخطباء حضرت مولانا احمد ابوالخیر یہ فرمائیں ''انا اقبل ارجلكم انا اقبل نعالكم'' یعنی میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔

☆ اعلیٰ حضرت جن کے فتاوے کے چند اوراق پڑھ کر فقیہہ مکۃ المکرمہ حضرت مولانا سید اسمعیل بے ساختہ بول پڑے'' والله اقول و الحق اقول انه لورأها ابو حنيفة النعمان رضى الله عنه لاقرت عنيه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب'' یعنی بخدا میں کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اعلیٰ حضرت کے اس فتوی کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور انھیں اپنے شاگردوں (امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر وغیرھم کے طبقہ میں) شامل کر لیتے۔

☆ اعلیٰ حضرت جن سے جلیل القدر علماء حرمین شریفین سند حدیث وخلافت لینے کو سرمایۂ افتخار سمجھیں۔

☆ اعلیٰ حضرت جن کے وصال پر ملال کے وقت بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ عالم رویا میں صحابۂ کرام کے حسین جھرمٹ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں اور سرکار کو منتظر دیکھ کر عرض کریں یا رسول الله فداك ابى و امى کس کا انتظار ہے۔ جواب یہ ملے کہ'' احمد رضا کا انتظار ہے''۔

☆ اعلیٰ حضرت پہلی بار جن کی زیارت کر کے قطب حرم یہ فرمائیں'' والله اجد نور الله فى هذا الجبين'' یعنی قسم خدا کی میں آپ کی پیشانی پر اللہ کا نور چمکتا دمکتا پاتا ہوں۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے پوری زندگی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل جیسے صبر آزما امور کی انجام دہی میں صرف کردی۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے بد دینوں، بد مذہبوں، بدعقیدوں اور صلح کلیوں کے عظیم فتنوں سے ہمیں بچا کر ہمارے دلوں میں نورِ ایمان راسخ فرمایا۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے ہمیں عشقِ رسول اور عظمتِ اولیا کی لازوال متاع عطا کی۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے صحابہ کرام، تابعین، و تبع تابعینِ عظام کے نقوش قدم کو مشعلِ راہ بنا کر اللہ اور اس کے رسول کی ذات وصفات پر ایمان رکھنے کا صحیح ادراک فراہم کیا۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے ہزار ہا مسائل کا عرق ریز مفتی بہ حل فتاوی رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کی شکل میں ہمیں عطا کیا۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے قرآن پاک کے گمراہ کن اردو ترجموں سے نجات دلا کر آداب شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا صاف و شفاف آئینے کی طرح unchallengeable کنزالایمان ترجمہ قرآن ہمیں عطا کیا۔

☆ اعلیٰ حضرت جنہوں نے بعض سائنس داں اور فلاسفہ کی ضلالت آمیز دین شکن Theories کا ردِ بلیغ فرما کر ہمیں ایمان افروز مدلل تصنیفات عطا کیں۔

☆ اعلیٰ حضرت جن کے نا قابلِ تسخیر علم وفن، قابلِ صد ستائش کردار وعمل اور مفقود النظیر عشق رسول کا لوہا الفضل ماشهدت به الاعداء اور الحق يعلوولا يعلىٰ کے تحت اغیار (مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی، ابوالحسن علی ندوی، ملک غلام علی نائب امیر جماعت اسلامی وغیرھم) بھی ماننے پر مجبور ہوں۔

خدارا کوئی انصاف سے بتائے کہ ایسی ذات بابرکات جو جملہ عالم اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خداوند قدوس کی

نعمتِ غیر مترقبہ ہو، قدم قدم پر جس نے اپنے تجدیدی کارہائے نمایاں کے ذریعہ اسلام وایمان کے ایوان کو فلک کی ہمدوشی عطا کی ہو، تحفظِ عقائد کے لئے جس کے اجتہادِ متواصل ناقابلِ فراموش ہوں، جس کی تعلیمات، اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا سرچشمہ ہو، جس کی تصنیفات و تالیفات الحاد و لادینیت کے لئے خنجر برق بار ہو، جو انبیاء و اولیاء کی عظمتوں کا بے مثال و بے بدل پاسدار ہو اور جس کے ایثار و کردار صبح قیامت تک پوری امتِ مسلمہ کے لئے راہ نمائے نجات ہو کیا ایسی شخصیت عقیدت و محبت کا مرکز اور اس کا مسلک عین دینِ حق نہ بنے؟ ہاں بلاشبہ دورِ حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی دینِ حق ہے اور صبحِ قیامت تک رہے گا۔

پُر فتن دورِ حاضر میں قدسیؔ ہمیں
مسلکِ اعلیٰ حضرت فقط چاہئے

یہ امر مبنی بر حقیقت ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کفر و ایمان اور سنت و بدعت کے مابین ایک روشن خطِ امتیاز اور حق پرستوں کا ایسا علامتی نشان ہے جو مومنوں کے سینے میں انوار و تجلیات بکھیرتا رہے گا اور باطلوں کو بھیانک انجام کا پیغام سناتا رہے گا۔

مسلک اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے والے نے کبھی یہ سوچا کہ جس مسلک پر وہ اعتراض کر رہا ہے اسی مسلک پر اس کے آباء واجداد اور اساتذہ و مشائخ فقط قائم ہی نہ رہے بلکہ اس مسلک کی ترویج و اشاعت میں تادمِ حیات مصروفِ عمل بھی رہے۔

کیا اس کا یہ کردار اپنے اسلاف کی تعلیمات سے انحراف اور حقیقت پسندانہ رویہ سے فرار نہیں؟ تجربات و مشاہدات شاید ہیں کہ جس نے بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف لب کشائی کی جسارت کی اسے منہ کی کھانا پڑی اور دنیا میں اسے خائب و خاسر ہونا پڑا۔ انجام سے بے پرواہ ایسے لوگوں کو "من عادلی ولیاً فقد اذنتہ للحرب" حدیث قدسی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

مسلک اعلیٰ حضرت بچوں کا کھلونا نہیں کہ جو چاہے بازار سے لے آئے اور جب چاہے اسے توڑ دے، مسلک اعلیٰ حضرت احکامِ الٰہی اور فرامینِ رسالت کے مجموعے کا نام ہے۔ اس میں صدیقِ اکبر کی صداقت، فاروقِ اعظم کی عدالت، عثمان غنی کی سخاوت، مولائے کائنات کی شجاعت اور تمام اسلامی شخصیات کی عقیدت و محبت ملے گی۔ ہمارے بزرگ ترین اسلاف حضور علی حسین اشرفی میاں، صدر الافاضل، حضور محدث اعظم ہند، حضور برہان ملت، صدر الشریعہ، حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت، حضور امین شریعت، پاسبان ملت، رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی ترویج و اشاعت میں قائدانہ رول ادا کیا ہے۔ جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کی عظمتوں پر دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کسی ذاتی تعصب کا شکار ہیں۔ اپنے امتیازی نشان کا تحفظ ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے عاملین کا علاقہ محدود نہیں ہے۔ جہاں جہاں صالح افکار و نظریات رکھنے والے مسلمان موجود ہیں وہاں وہاں مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

اخیر میں ہم اتنا ضرور کہنا چاہئیں گے کہ ایسے سر پھرے لوگوں کے قابلِ مذمت اقدام سے نہ مسلک اعلیٰ حضرت کا کچھ بگڑے گا اور نہ اس کی ہمہ گیریت پر کوئی حرف آئے گا البتہ معترضین ہی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیوں کہ آسمان کا تھوکا خود پر گرتا ہے اور دودھ جب ابلتا ہے تو سیدھے چولھے میں جاتا ہے۔

اللہ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔ اگر لکھنے اور بولنے کا اس قدر شوق ہے تو بے شمار عناوین بکھرے پڑے ہیں اور ہزاروں مسائل سر اٹھائے کھڑے ہیں ان پر اپنے قلم کی جولانیت اور چرب زبانی کا جوہر دکھائیں تو بہتر ہوگا۔

میں اپنی گفتگو کو اپنے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی یہ پیروی
کل صحابہ کی تقلید سے کم نہیں

محمد ادریس رضوی۔ ایم۔ اے

مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کیوں؟

ماہنامہ ''جامِ نور'' دہلی اکتوبر ۲۰۰۷ء میں '' ذیشان احمد مصباحی'' کا مضمون ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ شائع ہوا ہے۔ موصوف کے مضمون کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص عمدہ سڑک تعمیر کرتے وقت اس پر جگہ جگہ زہریلی اور نکیلی کیلیں بھی سجا تا جائے اور سڑک کا معائنہ کرنے والوں کو سمجھ میں نہ آئے کہ معمار کا مقصد کیا ہے؟ تعمیر یا تخریب؟ اگر وہ تعمیر کی سند پیش کرتا ہے تو بھی اعتراض ہوگا اور اگر تخریب کا سبب بتاتا ہے تو لوگ اسے دیوانہ کہیں گے۔ میدانِ جنگ میں اترنے والی فوجوں میں سے کسی ایک کو ہی سپہ سالار مانا جائیگا۔ سب کو نہیں۔ کسی ایک کو سپہ سالار مان لینے سے دوسرے جوانوں کی اہمیت کم نہیں ہوجائے گی۔ سپہ سالار کی قیادت میں چلنے والی فوج ایسا نہ سوچتی نہ سمجھتی ہے۔ کالج ویونی ورسٹیوں اور کمپنیوں میں یونین کا کوئی ایک ہی لیڈر ہوتا ہے۔

وہابی، دیو بندی اور قادیانی کے رد کے لئے ہمارے جو علماء میدان میں اترے ان کی اہمیت سے کسی منافق کو ہی اعتراض ہوسکتا ہے۔ سپہ سالار اور لیڈر اسی کو چنا اور بنایا جاتا ہے جس کے اندر علمی، جسمانی طاقت زیادہ ہو، فہم وادراک کی قوت ہو۔ ملک و ملت کے لئے جان ہتھیلی پر لے کر نکلا ہو، گولیاں کھا کر بھی ملک و ملت کی حفاظت پر کمر بستہ ہو۔ بات آگئی تو کہنا پڑ رہا ہے کہ ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لئے گاندھی جی تنہا میدان میں نہیں اترے تھے۔ بلکہ بے شمار علماء اور عوام نے حصہ لیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا فضل امام خیر آبادی، مفتی صدر الدین خاں آزردہ، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فضل رسول بدایونی، مفتی عنایت اللہ، مفتی لطف اللہ، مفتی انعام اللہ، مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی، مولانا سید احمد اللہ شاہ، مولانا فیض احمد عثمانی، شہید حریت منشی رسول بخش کاکوروی، مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی وغیرہ لیکن ان میں فادر آف انڈیا کا خطاب گاندھی جی کو ہی ملا۔ باپو کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ بی جے پی کے علاوہ کسی کو اعتراض نہیں ہے کہ بے شمار مجاہدوں کو چھوڑ کر گاندھی جی کو خطاب ولقب سے کیوں نوازا جاتا ہے۔ دوسرے کو کیوں نہیں؟ ان کو خطاب سے نوازنے کی کچھ تو وجہ ہے۔ اسی طرح امام اہلسنّت مولانا احمد رضا کو سپہ سالار ماننے کی جو وجوہات ہیں وہ ذیشان احمد مصباحی کی تحریر سے ہی واضح ہوجاتی ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

(الف) وہابیہ کے رد میں اگر چہ اس دور کے سبھی بڑے علماء شریک تھے مگر ان کے بعد کی نسلوں یا شاگردوں میں ردوہابیہ کے تعلق سے وہ اسپرٹ نہیں رہی جو ان (احمد رضا) کے اندر تھی۔

(ب) ''وہابیت'' اور اس کے ہمنواؤں کے خلاف تنہا اعلیٰ حضرت کی تحریریں دوسرے سبھی علماء سے زیادہ اور دلائل وبراہین میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

(ج) امام احمد رضا کے تلامذہ اور خلفا علم وفن میں یگانہ روزگار ثابت ہوئے اور علمائے سلف اور اپنے استاد کے مشن کو سب نے برقرار رکھا۔ انہوں نے تقریر، مناظرہ اور تصنیف وتالیف ہر طرح سے وہابیت کی حقیقت کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی

پوری کوشش کی۔ جس سے جگہ جگہ اسے منہ کی کھانی پڑی۔" (جام نور، دہلی ص ۱۸، اکتوبر ۲۰۰۷ء)

اپنے ہم عصر اور بعد کے علماء پر اعلیحضرت امام احمد رضا کو تفوق حاصل ہونے کے کئی اسباب ہیں۔ ذیشان احمد نے صرف ردّ و ابطال کا آئینہ دکھایا ہے۔ بہر حال ذیشان کو احساس ہے کہ امام احمد رضا نے اپنے ہم عصر علماء سے زیادہ کام کیا، دشمنان اسلام اور گستاخان رسول کی گندی تحریروں کا جواب لکھا، نئے مسائل و دلائل کی روشنی میں ثابت فرمایا۔ دین کی راہ میں اذیتوں کو برداشت کیا۔ مردہ اور بے جان سنتوں کو زندہ فرمایا۔ عشق نبی کا بول بالا کیا۔ آپ کے کارناموں کو دیکھ کر اور پڑھ کر آپ کے ہم عصر علماء نے آپ کو سراہا، مجدد وقت کہا۔ بڑے بڑے خطابات والقابات سے نوازا۔ اپنا پیشوا اور سیدھی راہ دکھانے والا کہا۔ چنانچہ

(۱) استاد حرم مفتی محمد سعید نے تحریر فرمایا: "بعد حمد و صلاۃ میں نے وہ تحریر دیکھی جسے اس علامہ کامل، استاد ماہر نے نہایت پاکیزگی سے لکھا جو اپنے نبی ﷺ کے دین کی طرف سے جہاد و جدال کرتا ہے یعنی میرے بھائی اور میرے معزز حضرت احمد رضا خاں نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "معتمد المستند" میں جس میں بد مذہبی و بیدینی کے خبیث سرداروں کا رد کیا ہے۔"

(۲) مسجد الحرام کے خطیب و امام شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ میرداد رقمطراز ہیں۔ حمد و صلوۃ کے بعد بیشک وہ علامہ فاضل کہ اپنی آنکھوں کی روشنی سے مشکلوں اور دشواریوں کو حل کرتا ہے احمد رضا خاں جو اسم بامسمّٰی ہے اور اس کلام کا موتی اس کے معنی کے جواہر سے مطابقت رکھتا ہے تو وہ باریکیوں کا خزانہ ہے، محفوظ گنجینوں سے چنا ہوا اور معرفت کا آفتاب ہے۔۔ جو ٹھیک دو پہر کو چمکتا ہے۔ علموں کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا۔"

(۳) مفتی مکہ معظمہ علامہ شیخ محمد صالح کمال لکھتے ہیں۔" "حضرت مولانا محقق زمانے کی برکت احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے، سلامت رکھے اور ہر بڑی اور ناگوار بات سے اسے بچائے۔ حمد و صلوۃ کے بعد اے امام، پیشوا تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہمیشہ، بیشک آپ نے جواب دیا اور بہت ٹھیک دیا۔"

(۴) مولانا علی بن صدیق کمال نے اعلیحضرت امام احمد رضا کے بارے میں تحریر فرمایا "وہ وہابیہ اور ان کے تابعین کی گردن پر تیغ براں استاد معظم اور نامور، مشہور ہمارا سردار اور ہمارا پیشوا احمد رضا خاں بریلوی اللہ اسے سلامت رکھے۔"

(۵) حضرت شیخ عبد الحق مہاجر الہ آبادی رقم کرتے ہیں۔" علامہ عالم جلیل دریائے زخار، پُر گو بسیار، فضل کثیر الاحسان، دلیر و دریائے بلند ہمت، ذہین دانشمند، بحر ناپیدا کنار، شرف و عزت و سبقت والے، صاحب ذکا، ستھرے، نہایت کرم والے، ہمارے مولیٰ کثیر الفہم حاجی احمد رضا خاں نے کہ وہ جہاں ہو اللہ اس کا ہو۔" حسام الحرمین۔"

اس طرح تقریباً ۳۵ علماء حرمین نے آپ کو سراہا، خطابات و القابات سے نوازا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سارے خطابات و القابات کو امام احمد رضا سے چھین کر ذیشان احمد کس کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں؟ مرکز کے لئے موصوف کو کون سی چوکھٹ بھا گئی ہے یا بشارت ہوئی ہے؟ اہلسنّت و جماعت کے اکابرین وہ چاہے کچھوچھہ مقدسہ کے ہوں یا مارہرہ شریف کے، بدایوں شریف کے ہوں و یا دیگر جگہوں کے امام احمد رضا کو اپنا پیشوا اور بریلی کو مرکز مانا۔ آج ذیشان کو امام احمد رضا کی ذات میں کیا کمی نظر آئی جو کسی اور جگہ کو مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ادارۂ شرعیہ کے ایک کارکن نے کہا تھا کہ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا نوری کے علم سے قاری محمد طیب کا علم اچھا ہے۔ علامہ ارشد القادری کو جب یہ باتیں معلوم ہوئیں تو آپ نے اس کارکن کو ادارۂ شرعیہ سے نکال دیا۔ اب وہ صاحب اس رنجش کا نزلہ اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اعلیحضرت اور مفتی اعظم ہند پر اتارتے ہیں۔ کبھی اشارے کنایے میں کبھی صاف عیاں ہو کر اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور ایک صاحب کے بارے میں سنا گیا ہے کہ ان کو بریلی شریف میں عرس اعلیحضرت کے موقع سے اسٹیج پر تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا گیا تو وہ صاحب ایک دوسری خانقاہ کے پیر صاحب سے مل گئے اور اب

مسلک اعلیحضرت کی تردید کرتے ہیں۔ ایک صاحب کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ بریلی شریف کے بزرگوں سے اس لئے نالاں ہیں کہ ان کو وہاں کے کسی پیر نے خلافت نہیں دی۔ جس کے وہ متمنی تھے۔ مذکورہ اشخاص میں سے ایک شخص کا کہنا ہے کہ دستار پکڑوا کر بیعت کرنا کہاں سے ثابت ہے؟ یہ تنقید بریلی شریف کے بزرگوں اور پیروں پر ہوتی ہے۔ جبکہ وہی صاحب دعوت اسلامی کے حامی ہیں، دعوت اسلامی کی تائید میں بولتے، اس کی وکالت کرتے، تبلیغی سفر کرتے ہیں۔ مگر دعوت اسلامی کے مبلغوں کو یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے کہ تم لوگ الیاس قادری سے فون پر لوگوں کو بیعت کراتے ہو یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اسی صاحب کے چٹے بٹے میں سے ایک شخص ایک مسجد کے امام ہیں۔ وہ شخص شبیر احمد عرشی کے لکھے ہوئے سلام کے مندرجہ ذیل مصرعوں کو پڑھنے سے اپنے موذن کو منع کرتے ہیں۔

ہم نے سمجھا نہ تھا آپ کا مرتبہ
اک ولی نے مگر ہم پہ احساں کیا
سرمۂ عشق آنکھوں میں پہنا دیا
ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفٰے
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

موصوف کو اعتراض ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ''عظمتِ مصطفٰے'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے نہیں ڈالی ہے۔ ''کتنا بڑا فریب ہے۔ حقیقت سے انکار، حسد کی آگ میں گرفتار، بغض کی مار سے بیمار، ایسے لوگ کینہ کے دریا میں غرق ہو چکے ہیں، ان کے نفسِ امارہ کا کتا ان کو کاٹتا ہے تو وہ چیختے، چلاتے اور آواز لگاتے ہیں۔ دوڑو، دوڑو دنیا ڈوبی، الٹی بولی بولتے ہیں یہ نہیں کہتے کہ میری خواہشیں، میری تمنائیں اور میری آرزوئیں میرے بغض کے دریا میں ڈوب رہی ہیں۔ مردِ مومن کی طرح صاف صاف نہیں بولتے ہیں کہ میرے پیارے مریدوں، معتقدوں اور محسنوں پیٹ بڑا پاپی ہے اس کو بھرنا ہے۔ نفس کا کتا شریر ہے اس کی بھی ماننا ہے۔ نفس کا کتا جو کہتا ہے وہ میں بولتا ہوں تم میرے نفس کے کتا کی ہاں میں ہاں ملاؤ، میرے نفس کا کتا جس پر غرائے تم بھی غراؤ، جس پر بھونکے، تم بھی بھونکو، جس کے پیچھے دُم ہلائے تم بھی ہلاؤ، جس کو اچھا کہے تم بھی اچھا کہو، جس کو برا کہے گالی دے تم بھی برا کہو گالی دو۔ اس طریقے سے میرے حسد و کینہ کی آگ ٹھنڈی ہوتی رہے گی اور میرے بے قرار دل کو قرار ملتا رہے گا اور ہم اپنے کو فاتح سمجھتے رہیں گے۔ تم مجھے سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے اور نہیں سمجھتے ہو تو سن لو یہ راز کی بات ہے کہ میں صورتاً زاہد و دیندار ہوں اور باطناً عیار و مکار۔''

ایسے لوگ ملی اور مسلکی اجتماعیت کا شیرازہ منتشر کرنے، اہم اور عبقری شخصیتوں کی پگڑی اچھالنے، مناسب اور پرسکون ماحول میں آگ لگانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ اور بدایوں شریف و دیگر جگہوں کے بزرگانِ دین پر انگشت نمائی کرکے ذلت و رسوائی کا طوق گلے میں پہننے سے بہت بہتر ہے کہ اپنے قلم کی طاقت کو معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کے سدباب میں لگائیں، تعلیم و تعلم پر صرف کریں، بگڑے ہوئے نوجوانوں کی اصلاح پر خرچ کریں، مسلمانوں کی خوشحالی و ترقی اور دوسرے موضوعات پر لگائیں۔

ذیشان احمد نے اپنے مضمون کا کھاتہ تاریخ کے ایسے واقعہ سے کھولا ہے جس میں منافقین کا اہم رول رہا ہے۔ دوسری طرف یہ لکھ کر ''روافض۔ جو حضرت علی کی محبت میں اس طرح وارفتہ ہوئے کہ بعض نے انہیں پیغمبر بلکہ خدا کا درجہ دے دیا۔'' کو آپ بریلی کی طرف چسپاں کرنا تو نہیں چاہتے ہیں؟ کہ لوگ احمد رضا کی محبت میں وارفتہ ہو کر بریلوی کہتے، لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہیں؟ کیونکہ لفظ بریلوی یا بریلویت سے آپ شرمندہ اور خجالت کے عرق میں نہائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس شرمندگی اور خجالت کو دور کرنے کے لئے آنجناب تحریر کرتے ہیں۔ ''لیکن حالات کی ستم ظریفی یا تاریخ کی بوالعجبی کہیے کہ بعد کے ادوار میں ایک غلط اصطلاح ''بریلویت'' سامنے آئی۔'' واہ رے معصوم گنہگار یہ حالات کی ستم ظریفی اور تاریخ کی بوالعجبی ہے؟ موصوف دوسری جگہ رقم طراز ہیں کہ ''مسلک اہل سنت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیحضرت کی طرف منسوب کر دیا اور ہمارے خطبا نے مسلک اعلیٰ

حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔''

آپ کی تحریر کا یہ پیراگراف پڑھ کر ان دو دوستوں کا واقعہ یاد آتا ہے۔ جو ملازمت کی تلاش میں دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے ایک بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور بادشاہ سے عرض گزار ہوئے کہ ہم دونوں کو دربار میں ملازمت چاہیے۔ بادشاہ ایک سے مخاطب ہوکر بولا۔ تم میں کونسی خوبی ہے؟ حضور میں جھوٹ بولنے میں ماہر ہوں۔ اور بادشاہ دوسرے نوجوان سے پوچھا تم میں کونسی خوبی ہے؟ نوجوان۔ حضور میرا دوست جو بھی جھوٹ بولتا ہے میں اس کو صحیح کردیتا ہوں۔ بادشاہ پہلے شخص سے کہا تم ایک جھوٹ بول کر سناؤ۔ پہلا شخص حضور ایک شکاری جب شکار کرنے کے لئے نکلا تو دیکھا کہ درخت کی ایک اونچی شاخ پر ایک بگلا بیٹھا ہوا ہے۔ شکاری نے تیر چلایا۔ بگلا کے پاؤں میں لگا اور کان ہوکر نکل گیا۔ بادشاہ نے دوسرے نوجوان سے کہا۔ تم اس جھوٹ کو سچ کردو؟ نوجوان۔ حضور شکاری نے جس وقت تیر چلایا تھا۔ بگلا اپنے پاؤں سے اپنا کان کھجلا رہا تھا تو تیر پاؤں میں لگا اور کان ہوکر نکل گیا۔''

ذیشان کہتے ہیں کہ '' مسلک اعلیٰحضرت'' خطبا حضرات کا لگوایا ہوا نعرہ ہے۔'' ذیشان کا اس طرح لکھنا اور مسلک اعلیٰحضرت کو خطبا اور مقررین کی دین کہنا فریب اور جھوٹ ہے۔ اس تعلق سے بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں۔'' پورے ہندوستان کے سنی مراکز نے بھی امام احمد رضا خاں صاحب کی اس دینی خدمت کو محسوس کیا اور موجودہ گمراہیوں سے اہلسنّت و جماعت کو ممتاز کرنے کے لئے امام احمد رضا کی ذات کو سنیت کی علامت قرار دیا۔ اور مسلک اہلسنّت و جماعت کو ان سے منسوب کیا۔ چنانچہ دستور اساسی '' آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت'' صفحہ ۱۲ پر ہے: سنی سے مراد وہ افراد ہیں جو مسلک سیدنا اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے عقائد و اعمال میں بالکل متفق ہوں اور عملاً اس کی موافقت کرتے ہوں۔ ''پیغام رضا'' مارچ ۲۰۰۶ء ص ۱۴۶

مذکورہ بالا اقتباس سے صاف واضح ہوگیا کہ ہمارے اکابر علما نے بہت ہی سوچ سمجھ کر مسلک اعلیٰ حضرت پر اتفاق کیا اور بدمذہبوں سے علیحدہ امتیاز کے لئے مسلک اعلیٰحضرت کا بولنا، لکھنا، پڑھنا روا قرار دیا ہے۔ ذیشا احمد جس ادارہ سے فراغت لینے کے بعد مصباحی لکھ رہے ہیں۔ اس ادارہ کے بھی دستور اساسی میں وہی باتیں لکھیں ہیں۔ جن کی آپ تردید کرتے ہیں چنانچہ اشرفیہ کے تئیں بحر العلوم لکھتے ہیں۔'' دستور اساسی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور صفحہ پانچ پر ہے۔'' ادارے کا مسلک موجودہ زمانے میں جس کی واضح نشانی یہ ہے کہ جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے اعمال و عقائد میں بالکل متفق ہوں۔

ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے دستور العمل صفحہ ۸ پر ہے۔'' اس دستور میں جہاں سنی یا اہلسنّت کا لفظ آئے اس سے وہ صحیح العقیدہ مسلمان مراد ہے جو باب عقائد میں علمائے بریلی کے مسلک سے متفق ہوں۔

پورے غیر منقسم ہندوستان کی عظیم ترین ''تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس'' جس میں پشاور سے بنگلہ دیش تک تمام مراکز اہل سنت کے سارے علماء شریک ہوئے۔ اس میں بھی اہلسنّت کی پہچان مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قرار دیا گیا ہے'' پیغام رضا ۱۴۶ مارچ ۲۰۰۶ء

علاوہ ازیں ہندوستان کے کئی ایک شہروں سے نکلنے والے ماہناموں کے سر ورق کی پیشانی پر لکھا ہوتا ہے۔'' مسلک اعلیٰحضرت کا ترجمان'' ممبئی کی بیشتر سنی مساجد اور مدارس، خانقاہیں وانجمنیں'' مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نام سے رجسٹرڈ ہیں بریلوی یا بریلویت کی اصطلاح کوئی نئی یا بوالعجبی اور تاریخ کی ستم ظریفی نہیں ہے۔ بلکہ باطل فرقوں سے امتیاز کے لئے اس قسم کی اصطلاحات پہلے بھی رائج ہوچکی ہیں۔ حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔'' رافضی، خارجی، معتزلہ، جبریہ، قدریہ، وغیرہ ان کے مقابلے میں علمائے حق نے اعمال و عقائد کے اصول و فروع ترتیب دیئے۔ مباحثوں اور مناظروں میں اصل اسلام کی سچائی واضح کی اور ان کی جدوجہد سے حق کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور ان سے امتیاز اور الگ پہچان کے لئے عقائد کے میدان میں اپنے اماموں حضرت ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کے نام اپنا کر

’’اشعری‘‘ اور’’ ماتریدی‘‘ رکھا۔ پیغام رضا ۱۴تا۱۳ مارچ ۲۰۰۷ء

علامہ ارشد القادری اپنے مضمون ’’ بریلوی دور حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان‘‘ میں لکھتے ہیں۔’’بریلوی‘‘ اور’’ مسلک اعلیٰ حضرت‘‘ جیسے الفاظ پر ناک بھوں چڑھانے والوں کو اس پس منظر میں غور کرنا چاہیے۔‘‘

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ اپنے آپ کو حنفی کہنے والے دو بڑے مکاتیب فکر میں منقسم ہوگئے ہیں۔’’بریلوی مکتبہ فکر‘‘ اور دیو بندی مکتبہ فکر‘‘ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبہ فکر کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل دیو بند کے مقابلے میں جن عقائد و اعمال کی حمایت کی ہے اگر وہی اہلسنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ’’بریلوی مکتبہ فکر‘‘ ہی مذہب اہلسنت کا ترجمان ہے۔‘‘

شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے ایک مضمون کا عنوان ہے۔’’ اہلسنت ہی کو حقیقت میں بریلوی کہا جاتا ہے۔ اس مضمون کے تحت آپ رقمطراز ہیں۔’’اب کوئی اشاعرہ سے ہو یا ماتردیدیہ سے، حنفی ہو یا شافعی ہو، مالکی ہو یا حنبلی اگر وہ صحیح طور پر مسلک اہلسنت و جماعت پر ہے تو مذکورہ الصدر مروجہ اصطلاح کی روشنی میں ’’بریلوی‘‘ ہے۔‘‘

اکابر کو لفظ ’’بریلوی‘‘ کے استعمال پر نہ خجالت تھی نہ شرمندگی، آج کا دانشور طبقہ یا تو غیروں سے مرعوب ہوکر بائیں طرف چلنے پر آمادہ ہے یا اپنی باتوں کو ٹھیک ڈھنگ سے غیروں کے سامنے پیش کرنے سے عاجز ہے۔ لفظ ’’بریلوی‘‘ اور’’ مسلک اعلیٰحضرت ‘‘ کل بھی سود مند تھا اور آج بھی ہے۔ بہار کی ایک مسجد میں لفظ ’’سنی‘‘ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ تبلیغی جماعت والے مسجد میں آدھمکے، درس دینے لگے۔ اعتراض کرنے پر کہنے لگے ہم بھی ’’سنی‘‘ ہیں۔ مسجد کے متولی اور دوسرے ممبران کی نیند اڑ گئی کہ ان کو کیسے دفع کیا جائے تو ’’سنی‘‘ کے ساتھ بورڈ پر ’’حنفی‘‘ کا اضافہ فرما دیا۔ دوسری ٹولی آئی تو کہنے لگی ہم بھی ’’سنی‘‘ حنفی ہیں۔ ممبران مسجد کی تدبیر کار آمد نہیں ہوئی غور و فکر کے بعد بورڈ پر ایک لفظ کا اور اضافہ کیا کہ ’’سنی حنفی کے ساتھ ’’بریلوی‘‘ لکھ دیا۔ تبلیغی جماعت والے کا آنا بند ہوگیا۔ جماعت والے کہنے لگے ہم بریلوی نہیں ہیں۔

دشمن ہمیں کیا کہتے ہیں؟

اگر دشمن ہمیں بدعتی، قبر پرست، متشدد اور بے عمل کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ ہم ویسے ہی ہیں جیسا کہ دشمن ہمیں کہتے ہیں۔ ایک دور تھا کہ مولانا سعید الدین صاحب کو جب حقیقت کا پتا چلا۔ اعلیحضرت کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اپنے عقیدہ سے توبہ کیا اور اعلان فرمایا کہ میں دیوبندی عقیدہ سے توبہ کرکے مسلک اعلیٰ حضرت اختیار کرلیا ہوں۔’’رضا خانی فرقہ‘‘ نام کی کتاب کو نہ کوئی ادارہ چھاپے نہ بیچے۔

مضمون میں بے تکان بے جان، مردہ اور واہیات قسم کے قول یا تحریر کو استعمال کیا گیا ہے کہ’’ یہ جاہلوں اور گنواروں کی جماعت ہے۔‘‘ اگر یہ جاہلوں اور گنواروں کی جماعت ہوتی تو ہندو پاک میں اس کے ہزاروں ادارے، انجمنیں، خانقاہیں اور مساجد نہیں ہوتیں علماء، مفتی، عالم و فاضل، دانشور، مفکر، ادیب و صحافی اور شاعر نہیں ہوتے۔ باطل کا ردو ابطال نہیں کرتے۔ مناظرے کی محفلیں گرم نہیں ہوتیں۔

علم و تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، تو مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں ہمارے علمائے کرام کی منظر عام پر نہ آتیں، مذہبی شخصیات و موضوعات پر مختلف ملکوں میں تحقیق نہیں ہوتی۔ قرآن و حدیث سے زیادہ صوفیا کے ملفوظات پر اعتماد کی بات ہی لغو اور فضول ہے۔ قرآن و حدیث کا دامن تھامے اور شریعت و سنت پر عمل کئے بغیر کوئی شخص صوفی یا ولی نہیں ہوسکتا ہے۔ قرآن حکیم کی ہر گھر میں تلاوت ہوتی ہے۔ صوفیاء کرام کے ملفوظات کتنے گھر میں پڑھے جاتے ہیں؟ صوفی بننے کیلئے قرآن و حدیث کے ساتھ تصوف کے علم کا جاننا بھی ضروری ہے۔

ان میں بعض ہندوانہ رسم و رواج داخل‘‘ ہیں جیسے؟ کوئی مثال تحریر فرمانی چاہئے۔ ہندوانہ رسم داخل ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ وہ بریلوی یا مسلک اعلیٰحضرت کا پیرو کار ہے۔ مہاراشٹر کے بہت سارے دیہی علاقے اور کچھ قصبے و شہری علاقے کے

مسلمانوں کے گھروں میں آج بھی مورتیاں ملتی ہیں۔ بعض گھروں میں ان کی پوجائیں ہوتی ہیں۔ گنپتی کی پوجا میں بہت سے نام نہاد مسلمان حصہ لیتے اور گھروں میں گنیش کی مورتیاں بیٹھاتے ہیں۔ ذرا کبھی آنجناب مہاراشٹرا کا دورہ کرکے ان کا عقیدہ اور مسلک پوچھ لیجئے تو ان میں مسلمانوں کے ہر فرقے کے لوگ مل جائیں گے۔ تو پھر مسلک اعلیٰحضرت پر الزام کیسا؟

سیکڑوں سال قبل جب مہاراشٹر کے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، مسلمان بن گئے۔ اسلام کے سارے ارکان کو اپنا لیا لیکن وہ غیر مسلم والا سرنیم القاب، نہیں چھوڑے، لہذا غیر مسلموں کی طرح آج بھی مسلمانوں کے القاب نام کے آگے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ حضرات لکھتے، پڑھتے، بولتے اور ان پر فخر کرتے ہیں۔ مثلا چوگلے، ڈیسائی، پٹیل، پاٹیل، نائیک، دیشمکھ، چودھری، کھوت، جھومبکر، ابارے، ادھیکاری، انتولے، ارون کر، اونڈے، انڈرے، کنگلے کرتے، چمکر، تھانکر، راؤجی، روگے، گھٹے اور ان جیسے لا تعداد القاب کو لوگ اپنائے ہوئے ہیں تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

یہ عورتوں کو مزارات پر لے جا کر بھیڑ لگاتے ہیں۔ کس نے لے جانے کے لئے کہا اور کون لوگ لے جاتے ہیں۔ کیا لے جانے کے لئے بریلی شریف والوں نے کہا ہے؟ یا بدایوں شریف والوں نے؟ یا کچھوچھ شریف والوں نے؟ یا یہ عوام کی اپنی مرضی، اپنا فعل، اپنی سیاحت ہے؟ اس کام میں صرف بنام بریلوی شامل ہیں؟ یا چپکے چپکے دیو بندی، تبلیغی بھی؟ تحقیق کے دریا میں اترنا ہوگا؟ سدباب کے لئے کمر کس کر، سر سے کفن باندھ کر میدان میں نکلنا ہوگا، صرف قلم کا گھوڑا دوڑانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ایک صدی سے سادہ ذہن آدمیوں پر حملے ہور ہے ہیں۔ مسلک اعلیٰحضرت کی تشریح کرکے انصاف پسند لوگوں کے سامنے پیش کرنے والے کررہے ہیں۔ نتیجہ میں تھوڑا نقصان اور فائدہ زیادہ ہوا کہ لوگ مسلک اعلیٰحضرت کو پرکھنے، پڑھنے میں لگ گئے۔

جاہلوں اور مجاوروں کی غیر شرعی حرکتوں کو مسلک رضا اور بریلویت کی پہچان بنا کر پیش کرنے والے کون ہیں؟ مسلمان یا منافق؟ بعض خانقاہوں اور مزاروں کے سجادہ نشیں گدی نشیں، پیر صاحبان اور مجاور حضرات اعلیٰحضرت یا مسلک اعلیٰحضرت کے پیروکار نہیں ہیں پھر ایسے جاہل مجاوروں کی غیر شرعی حرکتوں کو مسلک رضا کی پہچان بتانا حماقت نہیں ہے؟ کھیت کھائے کوئی، مار کھائے کوئی والا معاملہ ہے۔ کوئی زنا کرے، کوئی سود کھائے، کوئی شراب بیچے اور ان کا سارا الزام مسلک اعلیٰحضرت کے سر ڈال دیا جائے کہ دنیا کی ساری برائیاں کرنے والے کا نام بریلوی ہے۔ نعوذ باللہ آج کل الم غلم لکھ کر دانشور بننے والے کا حال وہی ہے کہ آ بیل مار مجھے'' والا معاملہ ہے۔ اس سے قبل بھی کج روی کے ساتھ متعدد دانشمندانہ ذہن ابھرے ادھر طلوع ہوئے ادھر غروب ہوگئے۔ ان سے اصلاح کا کوئی پہلو نمودار تو نہیں ہوا۔ فتنہ وفساد کے ان گنت باب وا ہوگئے۔ انتشار وافتراق کو ہوا ملنے لگی۔

امام احمد رضا کے عقیدت مند مجرم ہیں۔ مگر یہی مجرم ستون بھی بنے ہوئے ہیں۔ آنکھیں وا کر کے دیکھئے۔ آپ کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا محدود تعارف۔ لیکن اعلی حضرت دنیا کے مختلف کالجوں، یونیورسٹیوں اور دانش کدوں میں متعارف ہوچکے ہیں۔ بنگلہ دیش کی ڈھاکہ یونیورسٹی میں ریاضی سے متعلق آپ کا مضمون شامل ہوچکا ہے۔ جنوبی افریقہ کے کورٹ میں فتاوی رضویہ کی تمام جلدیں شامل ہوچکی ہیں۔ کولمبیا یونیورسٹی نیویارک۔ جامعۃ الازہر قاہرہ مصر۔ قاہر یونیورسٹی قاہرہ مصر، بغداد یونیورسٹی عراق، برمنگھم یونیورسٹی یو کے، اسلامک یونیورسٹی بنگلہ دیش میں اعلی حضرت پر پی ایچ ڈی ہوچکی یا ہورہی ہے۔ نیپال سے امریکہ اور برطانیہ تک میں امام احمد رضا سے منسوب نہ جانے کتنے دارالعلوم چل رہے ہیں۔ کام کے ساتھ اعلی حضرت کا نام بھی بلند ہورہا ہے۔

اعلیٰحضرت کی اصلاحی خدمات سے چشم پوشی کی سرخی لگا کر آپ نے ان کے معتقدین کو مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کردیا ہے۔ جبکہ اعلیٰحضرت کی پوری زندگی اصلاح ہی میں گزری ہے۔ یہ باتیں ان کے معتقدین بھی کہتے ہیں، دانشور اور مفکر بھی۔ اگر معتقدین نے چشم پوشی کی ہے۔ تو اب بھی وقت ہے آگے بڑھئے کام کردکھایئے اور اعلی حضرت کے چاہنے والوں کو عار دلائے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مولانا مفتی محمد مظہر حسن قادری بدایونی

مسلکِ اعلیٰ حضرت پر ایک نظر

الحمد لله الذی هدانا مسلك الحق و اليقين و التائيده علماء الملة والدين المتين والصلوة والسلام على افضل الانبياء و المرسلين و على اله وصحبه و من تبعهم اجمعين. امابعد.

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کیا ہے؟ اور مشاہیر علماء و مشائخ کی نظر میں اس کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے ملاحظہ کرتے ہیں۔

مسلک کا معنی راستہ وطریقہ ہے۔ یہ سلک الطریق سے مشتق ہے جس کا معنی راستہ کی اتباع کرتے ہوئے چلنا ہے۔ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' اعلیٰ حضرت کا راستہ وطریقہ۔ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کوئی جدید مسلک نہیں ہے بلکہ اللہ ورسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے علاحدگی (الحب فی اللہ والبغض فی اللہ دوستی اللہ کے لئے اور دشمنی اللہ کے لئے) یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے (علامہ ارشد القادری، بحوالہ سیرت حضور احسن العلماء ص ۳۷) یہی مسلک سلف صالحین، بزرگان دین، ائمہ مجتہدین اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ جس کی شان والذین معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ہے اور ان کے ساتھ والے کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جماعتِ حقہ کے لئے ہر دور میں بطور علامت وتشخص کوئی نہ کوئی لفظ خاص رہا ہے جس سے وہ جماعت ممتاز ومتشخص ہوتی رہی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جماعت حقہ کے لئے لفظ موحد علامت کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ زمین دنیا پر جلوہ افروز ہوئے، قرآن پاک کا نزول ہوا، اللہ تعالیٰ نے جماعت حقہ کے لئے مومنین، مسلمین الفاظ خاص فرمائے اور جا بجا يايها الذين امنوا، ان المسلمين و المسلمات و المومنين و المومنات ارشاد فرمایا۔ اس کے برخلاف فرقہائے باطلہ کہ انہیں منافقین، مشرکین اور کافرین جیسے اسماء سے نامزد کیا۔ نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام کی موجودگی میں ہی طرح طرح کے فتنوں نے جنم لینا شروع کیا۔ اسی دور میں جو فرقہائے باطلہ رونما ہوئے ان میں کوئی فرقہ شیعہ کے نام سے مشہور ہوا، کوئی فرقہ خارجی کے نام سے موسوم ہوا، کوئی فرقہ معتزلہ کے نام سے۔ ایسے دور میں جماعت حقہ کے لئے صرف لفظ مسلمین ومومنین کافی نہ تھا کیونکہ باطل گروہ بھی اپنے آپ کو مومنین کہتے تھے۔ اس وقت جماعت حقہ کے ساتھ لفظ اہلسنّت کا استعمال ہوا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس کے جمیع افراد، تمام صحابہ کو عادل و برحق ماننے والے اور ان کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ برخلاف خارجی وشیعہ فرقہائے باطلہ، ان سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ لوگ تمام صحابہ کو برحق ماننے والے نہیں ہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کرام پر طعن وتشنیع کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اس دور میں لفظ اہلسنّت علامت قرار پایا۔ اس کے بعد ائمہ مجتہدین کا دور شروع ہوا۔ ائمہ مجتہدین میں بسبب اختلاف دلائل، فروعی وعملی مسائل میں اختلاف ہوا گو کہ ان کے عقائد ونظریات میں کوئی تفریق نہ تھی صرف مقلدین کے مابین امتیاز ظاہر کرنے کے لئے حنفی، شافعی، مالکی وحنبلی جیسے الفاظ زیادہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ مذہب امام اعظم کا ماننے والا ہے اور وہ مذہب امام شافعی کا ماننے والا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ مبارک ومسعود سلسلہ ائمہ مجتہدین یوں ہی چلتا رہا

اور انہیں کے ماننے والوں سے خطہ ارض رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ فتنہ محمد بن عبدالوہاب نجدی برپا ہوا اور اس کے عقائد ونظریات کا ماننے والا گروہ پیدا ہوا جس سے کلی طور پر مذہب حقہ اہل سنت کا رد ہوتا تھا۔ اس کے ماننے والے دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک تو تقلید ائمہ کا منکر ہوا وہ وہابی غیر مقلد کہلایا۔ دوسرا تقلید ائمہ کا منکر تو نہ ہوا مگر عقائد ونظریات میں ابن عبدالوہاب کا پیروکار رہا تو یہ دیوبندی کہلایا۔ یہ اپنے آپ کو امام اعظم علیہ الرحمہ کا مقلد کہلاتا ہے اور اپنے کو حنفی کہتا ہے۔ ایسے نازک دور میں جب کفر اور اس کے متبعین اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے سامنے آئے اور اسلام کے دعویدار بن بیٹھے اس وقت ضرورت پڑی کہ ایسا لفظ جماعت حقہ اہل سنت کے ساتھ استعمال کیا جائے جس کے بولتے ہی بد مذہبوں کے ایوان میں زلزلہ آجائے اور ان کا صحیح وقبیح چہرہ حامیان اسلام کے سامنے آجائے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ماکان الله لیذ ر المومنین علیٰ ما انتم علیـه حتی یمیز الخبیث من الطیب ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے کی سچی تعبیر پیش کردے۔ لہٰذا مذہب اہل سنت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال کیا جس کے بولتے ہی فرقہ ہائے باطلہ کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔ حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھنچ جاتا ہے، کھرے کھوٹے کی پرکھ ہوجاتی ہے، نفاق وایمان کے مابین تمیز پیدا ہوجاتی ہے۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں" یہ امر واقعہ ہے کہ مسلکِ اہلسنّت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی ودینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکزِ فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کردیا کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہلِ حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہ ہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس " بریلوی یا مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔"

(سیرت حضور احسن العلماء ص ۳۷)

لہٰذا جب بھی کوئی مسلکِ اعلیٰ حضرت بولتا ہے تو فوراً ذہن کا تبادر عقائد اہل سنت امکانِ کذب باری محال، علم غیب مصطفیٰ، حاضر وناظر، شفاعت، استعانت، حیات النبی، اختیارات النبی، نداء یارسول اللہ اور معمولات اہلسنّت میلاد، قیام، صلوٰۃ وسلام، فاتحہ، ایصال ثواب وعرس وغیرہ کی طرف ہوجاتا ہے۔ اور جو کوئی اپنی ذات کو مسلک اعلیٰ حضرت سے منسوب کرتا ہے تو اس کے سنی ہونے میں کوئی تردد وشک وشبہ نہیں رہ جاتا ہے بلکہ مذہب اہل سنت کے پیروکار ہونے کی پکی سند ہوجاتی ہے اور جو کوئی اس سے گریز کرتا ہے تو اس کے سنی ہونے میں طرح طرح کے وہم وشکوک جنم لینے لگتے ہیں اور مخاطب مشکوک ہوجاتا ہے۔

نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح شئی واحد کو چند اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے، جن کا مدلول ایک ہی ذات ہوتا ہے یونہی سنی مسلمان، سنی حنفی مسلمان، سنی حنفی مسلک اعلیٰ حضرت کا پیروکار مسلمان یہ سب الفاظ بھی شئی واحد پر دلالت کرتے ہیں اور ایسا ہونا بدیہی مسئلہ ہے جو اظہر من الشّمس ہے جس میں کسی کم پڑھے لکھے شخص کو بھی اختلاف نہ ہوگا۔ مثلاً اسد، لیث، شیر، غضنفر وغیرہ یہ الفاظ شئی واحد پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآنِ پاک، قرآن مجید، قرآن شریف، بڑی کتاب، کلام پاک، کلام الٰہی، کلام اللہ، کتاب اللہ یہ الفاظ بھی شئی واحد پر دال ہیں۔ ان سے نہ کوئی عالم اور نہ کوئی جاہل الگ الگ معنی و مدلول مراد لیتا ہے بلکہ ان تمام الفاظ کا مدلول ایک ہی ہے اور ایک ہی مراد لیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مسلمان، سنی مسلمان، سنی حنفی مسلمان، سنی حنفی، مسلک اعلیٰ حضرت کا پیروکار مسلمان یہ الفاظ بھی ایک ہی معنی پر محمول ہیں اور ایک ہی ذات مراد ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ لفظ" مسلک اعلیٰ حضرت" کافی شہرت یافتہ ہوچکا ہے کہ اب یہ تنہا مستعمل ہونے لگا اور یہی لفظ دور کے لحاظ سے سنیت کی علامت قرار پایا۔ اور شئی کو اغیار سے ممتاز کرنے کے لئے اسکی علامت کا ذکر کرنا از حد ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ شئی ممتاز نہ ہوگی۔ ایسا ہر دور میں ہوتا رہا ہے جس پر شواہد کے انبار موجود ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ رہا یہ سوال کہ اس دور میں لفظ مسلک اعلیٰ حضرت ہی کیوں اختیار کیا گیا؟ اس کے علاوہ

کوئی اور لفظ کیوں نہیں منتخب کیا گیا؟ اس کے انتخاب میں کون سی خصوصیت ہے؟ تو اس کا کھلا ہوا اور صاف جواب یہ ہے کہ لفظ ایسا منتخب کرنا چاہئے جو کما حقہ، شریعت اسلام کی سچی تصویر پیش کردے اور جماعت حقہ اہل سنت کی صحیح ترجمانی کردے اور اس ذات کی جانب منسوب ہو جو آئینہ کے مثل بے غبار ہو۔ قول و فعل، چال و چلن ہر ایک میں شریعتِ محمدیہ اس کا نصب العین ہو۔ اب غور سے دیکھا جاتا ہے تو اسی دور میں بہت سی شخصیتیں منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئیں جو اعتماد و استناد کے درجہ پر فائز ہوئیں مگر وہ درجۂ کمال نہ پاسکیں جو درجۂ کمال مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پایا۔ اسی وجہ سے جماعت اہلسنت کی عظیم شخصیت حضرت علامہ مفتی ظہیر الدین زیدی یہ کہنے پر مجبور ہوئے ”علامہ شامی کی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے جن کی نظیر گذشتہ دو صدیوں میں نظر نہیں آتی۔“ (ضمیمہ بہار شریعت ص ۵۸۳)

حضرت العلام مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب رقمطراز ہیں: ”مشاہیر علماء اسلام کا خیال ہے کہ تقریباً دو صدیوں سے آپ جیسا متبحر عالم و فقیہ پیدا نہیں ہوا“ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ۴) اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو دنیائے اسلام نے اپنا مقتدا و مجدد اسلام تسلیم کیا۔ تمام مسائل شرعیہ میں آپ ہی کے فتویٰ کو فیصل اور حکم کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ محافظ کتب حرم مکہ حضرت شیخ سید محمد اسماعیل اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں واللہ اقول و الحق اقول انه لوراء ابو حنیفة النعمان لاقرت عینه، ولجعله، مؤلفه من الاصحاب ترجمہ: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر اسے امام اعظم ابوحنیفہ دیکھتے تو بلاشبہ یہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا یقیناً وہ اسکے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۵) مسلک اعلیٰ حضرت کے استعمال کو تمام علماء اسلام نے سراہا اور کلی طور پر تسلیم کیا۔ علماء تو علماء عوام الناس اس کے استعمال کو اچھا ہی سمجھتے ہیں ما راہ المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی حسن ہوتا ہے (مشکوٰۃ شریف) اور علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے ”بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ بریلوی آفاقیت کا دوسرا نام ہے یعنی سنیت آفاقیت ہے اور سنیت کا دوسرا نام بریلویت ہے۔“ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت مئی ۱۹۹۵ء ۱۴) دنیائے سنیت کی ایک عظیم شخصیت مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین، ائمۂ مجتہدین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمھم اللہ کے مسلک پر ہو“ (السواد الاعظم ۲۹) ایک اور مذہب اہل سنت کی مسلم شخصیت مخزنِ علم و حکمت، خانوادۂ چشتیہ صمدیہ کے چشم و چراغ حضرت العلام سید شاہ مصباح الحسن مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سجادگان، اہل خاندان اور متعلقین و مریدین کو اپنی وصیت خاص میں ارشاد فرماتے ہیں ”مذہب حقہ اہل سنت جس کا معیار اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف ہیں۔ یہی مسلک میرے حضرت قبلۂ عالم کا تھا اور یہی مسلک حضرات پیرانِ عظام سلسلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا اور اسی کا میں پابند ہوں۔ اس کی حمایت میں کسی کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور پابندیٔ مذہب کیلئے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا پابند رہنا چاہیے۔ اس سے ہٹنا بد مذہبی ہے۔ جس کی گنجائش نہ میں اپنے جانشینوں کو دیتا ہوں اور نہ متوسلین کو“ (چشتی کلینڈر ۲۰۰۱ء)

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے معمولات میں سے رقم کرتے ہیں ”حضور احسن العلماء مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت سے سرِ مو انحراف برداشت نہ کرپاتے“ (سیرت حضور احسن العلماء ۲۹)

اب اگر کوئی کم فہم مسلک اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتا ہے تو اس کا اعتراض بے بنیاد بے اصل ہے۔ اس کے باوجود بھی کوئی ہٹ دھرم نہ مانے اور کہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت نیا اور پانچواں مسلک ہے تو اسکو ہم یہی جواب دیں گے کہ مسلک اعلیٰ حضرت مذہب اہل سنت کا ترجمان ہے جو علامت و تشخص کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گروہ مخالف نے اپنے لئے ایک الگ لفظ خاص استعمال کرلیا ہے جوان کی شناخت کراتا ہے مثلاً شیعہ، رافضی، معتزلہ، خارجی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، اہل حدیث و اہل قرآن وغیرہ۔ اگر غور و خوض کیا جائے تو خود فرقہ ہائے باطلہ پر اعتراضات ہوں گے۔ مثال کے طور پر ایک اعتراض یہ ہوگا کہ انہوں نے شی کو اس کی اصل سے ہٹا کر غیر محل میں رکھ دیا ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے نیا اور پانچواں مسلک کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی ایک الگ مستقل مسلک ہے حالانکہ کوئی بھی اس کو الگ مسلک نہیں مانتا ہے۔ بلکہ اہل سنت کے ترجمان کی حیثیت سے مانتا ہے۔ یہ امر نا معقول ہے جس کو وضع الشی فی غیر محلہ کہا جاتا ہے۔ اور ایک اعتراض یہ بھی ہوگا کہ انہوں نے ایک شی غیر مستقل کو مستقل قرار دیا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکورہ ہوا۔ رہ گیا یہ سوال کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی کیوں کہتے ہیں؟ مسلک امام اعظم، مسلک غوث اعظم، مسلک خواجہ کیوں نہیں کہتے؟ تو اس کا کھلا ہوا جواب ہے کہ وہ لوگ جو انبیاء و مرسلین و بزرگان دین ائمہ کرام کی شانِ اقدس میں گالیاں دیتے ہیں اور اہانتیں کرتے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی تنقیص کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے ہیں، یہ بھی اپنے آپ کو ان حضرات قدسیہ سے بظاہر محبت کرنے کا دم بھرتے ہیں اور اپنے کو ہی منوانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر مسلک اعلیٰ حضرت کی بجائے مسلک غوث و خواجہ یا مسلک امام اعظم استعمال کیا جائے تو گستاخ رسول و بزرگان دین اور محبان رسول و اولیاء اللہ میں امتیاز نہ ہو پائے گا۔ اسی سبب سے مسلک اعلیٰ حضرت کا لفظ استعمال کیا۔ اس کے استعمال کرتے ہی فرقہ ہائے باطلہ کی قلعی اتر جاتی ہے اور ان کا صحیح چہرہ سامنے آجاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ محبان حق کی شناخت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بات بالکل واضح ہوگئی کہ دوست و دشمن کے درمیان فرق کرنے کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے اور یہی حق و صحیح ہے، اہل سنت کا ترجمان ہے اور مسلک امام اعظم کی پہچان ہے۔ اسی پر قائم رہئے اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کیجئے۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت، حضرات مشائخِ عظام و علماء کرام کی نظر میں بھی حق و درست ہے۔ ہمارے وہ مقتدر علماء و مشائخ جن کا قول و فعل قابل اسناد اور قابل عمل ہے جو خود بھی بہ نفس نفیس مسلک اعلیٰ حضرت کو استعمال کرتے اور اس کے نقیب بھی تھے۔ ہم اہل سنت کے ان علماء و مشائخ کے اسماء گرامی نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) قدوۃ الواصلین سید شاہ **اسمٰعیل حسن** ملقب بہ شاہ جی میاں قدس سرہ مارہرہ مطہرہ۔

(۲) جبلِ استقامت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول **محمد میاں** قدس سرہ مارہرہ مطہرہ۔

(۳) عارف باللہ حضرت **شاہجی میاں محمد شیر خاں** مجددی قدس سرہ پیلی بھیت۔

(۴) شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت **حامد رضا خاں** علیہ الرحمہ بریلی شریف۔

(۵) شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ **مصطفی رضا خاں** علیہ الرحمہ بریلی شریف۔

(۶) معارف حق سید العلماء حضور سید شاہ **آل مصطفی قادری** برکاتی علیہ الرحمہ مارہرہ شریف۔

(۷) عاشق اعلیٰ حضرت مرشد اعظم ہند حضور **احسن العلماء** مصطفیٰ حیدر حسین رحمۃ اللہ علیہ مارہرہ شریف۔

(۸) صدر الافاضل حضرت مولانا سید **محمد نعیم الدین** رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد۔

(۹) سیف اللہ المسلول حضرت علامہ **فضل رسول** عثمانی قادری بدایونی علیہ الرحمہ

(۱۰) تاج الفحول حضرت علامہ **عبدالقادر** عثمانی قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) محدث اعظم ہند حضرت مولانا **سید محمد** میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف۔

(۱۲) مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ **عبدالعلیم صدیقی** میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ۔

(۱۳) استاذ زمن حضرت علامہ **حسن رضا خاں** صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۴) شہزادۂ استاذ زمن حضرت علامہ **حسنین رضا خاں** بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵) ملک العلماء حضرت مولانا **ظفر الدین** بہاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۶) مخزن علم وحکمت حضرت مولانا سید **مصباح الحسن** چشتی علیہ الرحمہ پھپھوند شریف

(۱۷) صدر الشریعہ حضرت علامہ **محمد امجد علی** صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۸) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا **ابراھیم رضا** خاں جیلانی میاں بریلوی علیہ الرحمہ

(۱۹) شیخ المحد ثین حضرت علامہ **وصی احمد محدث سورتی** پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۰) امیر ملت حضرت پیر سید **جماعت علی شاہ** محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱) فقیہ اعظم حضرت علامہ **محمد شریف** صاحب محدث کوٹلوی پاکستان۔

(۲۲) برہان ملت حضرت علامہ **برھان الحق** صاحب رحمۃ اللہ علیہ جبل پور

(۲۳) اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی **محمد اجمل** رحمۃ اللہ علیہ سنبھل مراد آباد

(۲۴) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ **سردار احمد** رحمۃ اللہ علیہ لائل پور پاکستان۔

(۲۵) امین شریعت حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین رحمۃ اللہ مبلغ دین وملت حضرت مولانا قاری **مصلح الدین** رحمۃ اللہ علیہ کراچی۔

(۲۶) حضرت العلام مفتی **خلیل خاں** برکاتی مارہروی ثم پاکستانی حیدر آباد پاکستان

(۲۷) حضرت العلام پیر **محمد فاضل تاجدار** ڈھانگری رحمۃ اللہ علیہ کشمیر۔

(۲۸) شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ مفتی **حشمت علی خاں** رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیتی

(۲۹) وقار دین وملت حضرت علامہ مفتی **وقار الدین** رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش

(۳۰) شیخ الحدیث حضرت علامہ محدث **احسان علی** صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور

(۳۱) امام النحو حضرت علامہ سید **غلام جیلانی** صاحب سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ

(۳۲) شمس العلماء حضرت علامہ قاضی **شمس الدین** رضوی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۳) فخر المحد ثین، بحر العلوم حضرت علامہ **عبدالمصطفیٰ** ازہری رحمۃ اللہ علیہ کراچی۔

(۳۴) حافظ ملت حضرت مولانا **عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۳۵) رئیس اڑیسہ، مجاہد ملت حضرت علامہ **حبیب الرحمن** رحمۃ اللہ علیہ اڑیسہ

(۳۶) حضرت العلام مولانا **عبدالحق** صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت

(۳۷) حکیم الامت حضرت علامہ مفتی **احمد یار خاں نعیمی** بدایونی علیہ الرحمہ گجرات

(۳۸) شہزادۂ محدث سورتی حضرت علامہ **عبدالاحد** حنفی علیہ الرحمہ پیلی بھیتی

(۳۹) ریحان ملت حضرت علامہ **ریحان رضا خاں** بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۰) ابوالجمیل حضرت علامہ مفتی **رضوان الرحمن** فاروقی سہسوانی مفتی مالوہ اندور

(۴۱) مجاہد دوراں حضرت علامہ **سید مظفر حسین** علیہ الرحمہ کچھوچھ شریف

(۴۲) مبلغ دین وملت حضرت علامہ مفتی **محمد عمر نعیمی** علیہ الرحمہ کراچی پاکستان

(۴۳) حضرت العلام مفتی **جہانگیر** صاحب امجدی علیہ الرحمہ اعظم گڑھ

(۴۴) استاذ العلماء حضرت علامہ سید **احمد عالم** قادری برکاتی علیہ الرحمہ بہار

(۴۵) پاسبان ملت حضرت علامہ **مشتاق احمد** صاحب نظامی رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد

(۴۶) شارح بخاری حضرت مولانا **مفتی شریف الحق** امجدی رحمۃ اللہ علیہ گھوسی

قائد ملت، رئیس القلم حضرت علامہ **ارشد القادری** علیہ الرحمہ جمشید پور (بہار)

(۴۷) مصلح قوم وملت حضرت علامہ مفتی **محمد حسین** صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سنبھل

(۴۸) حضرت العلام مولانا مفتی **غلام محمد** صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ ناگپور

(۴۹) حضرت العلام مولانا مفتی **جلال الدین** امجدی رحمۃ اللہ علیہ اوجھا گنج (بستی)

(۵۰) شہزادۂ شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت علامہ مفتی **مشاہد رضا** خاں رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت

خوف طوالت کی بنا پر انہیں حضرات پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ بیشمار علماء وفضلاء کے اسماء گرامی ذہن میں ہیں جن کا نام درج کرنا امر دشوار ہے۔ اس لئے معذرت چاہتا ہوں۔ اخیر میں بطور رحمت و برکت حضور صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے جواہر پارے حاضر خدمت ہیں پڑھیئے اور قلوب کو جلا بخشئے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔ فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ بیٹا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ درحقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلکِ غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انہیں گوارہ نہ تھا۔ خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خاندان سے ہو، کتنا ہی بڑا عالم یا پیر ہو۔ ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔" (سیرت احسن العلماء۴) اور وصال سے چند روز قبل علامہ ارشد القادری سے فرمایا "مسلک اعلیٰ حضرت پہ ڈٹے رہئے" (سیرت احسن العلماء۴) اس کے بعد علامہ صاحب لکھتے ہیں: "آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی۔ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انہیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی۔" (سیرت احسن العلماء۴)

تمام علماء کرام و مشائخ عظام کی بیان کردہ سنی کی تعریف اس بات کی دلیل ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں ہے بلکہ یہی وہ دین برحق ہے جس کو سرور عالم نور مجسم ﷺ اس خاک دان گیتی پر لے کر آئے، جس کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا ہم تمام مسلمانوں سے یہی عرض گزار ہیں کہ آپ حضرات انہیں نفوسِ قدسیہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیے تبھی کامیابی و کامرانی اور حفاظتِ ایمانی ہے۔ ورنہ سوائے محرومی و خسارہ کے کچھ نہیں ہے۔ رب بے نیاز کی بارگاہ اقدس میں دعا گو ہوں کہ تمام مسلمانوں کو تادمِ آخر اسی مسلک پر قائم رکھے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی

مسلکِ اعلیٰ حضرت اور کچھ جدید فکری زاویئے

(اعتراض وتنقید کے تناظر میں)

ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور دوسرے ایشیائی ملکوں میں دین حق اور مذہب اہل سنت و جماعت کو ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کہا جاتا ہے۔ اہل علم وفن اور ارباب فکر و دانش کے مابین یہ ''اطلاق'' بلانکیر جاری وساری ہے۔ مزید برآں یہ کہ جب بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' بولا جاتا ہے یا اس نام کا نعرہ لگایا جاتا ہے تو فوری طور پر اس اطلاق سے مسلک اہل سنت ہی متبادر ہوتا ہے اور سننے والے یہی تصور کرتے ہیں کہ اس سے وہی دین و مذہب مراد ہے جو ہمارے اسلاف، علماء، فضلاء صالحین، ائمہ مجتہدین اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا رشتہ ماضی کی گہرائیوں سے جڑا ہوا ہے بلکہ زمانۂ اقدس ﷺ سے متصل ہے۔ اس سلسلۂ اتصال سے آج تک کسی بھی مفکر اور دانشور نے انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس اطلاق کے خلاف کسی نے آواز بلند کی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کا اطلاق دورِ حاضر کی اختراع نہیں، بلکہ نصف صدی پیشتر سے یہ بولا جارہا ہے اور سمجھا جارہا ہے۔ یہ بات تو پڑھے لکھے لوگوں کی تھی۔ وہ حضرات جو پڑھے لکھے نہیں ہیں اور نہ ہی علم وفکر سے آشنا ہیں ان کا بھی یہی حال ہے کہ وہ خود بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت بولتے ہیں اور اس سے صدائے حق اور دینِ حق ہی مراد لیتے ہیں۔ کیا یہ واقعی صورت حال، معتبریت کی دلیل و علامت نہیں......؟ عوامی سطح پر عام بول چال میں کسی لفظ کا استعمال ہونا ادبی نقطۂ نظر سے محمود ومعتبر ہے۔ مثال کے طور پر علاقائی زبانوں میں مطلب کو مطبل کہا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آج تک کسی بھی تنقید نگار اور ماہرین لسانیات نے مطبل کو غلط قرار نہیں دیا۔ یہ صرف علاقائی بولی کے معتبر ہونے کی بات تھی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا بولا جانا کسی ایک علاقہ سے متعلق نہیں بلکہ ہندوستان کے تمام بلاد و امصار میں اس کا رواج عام ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخرکار یہ اطلاق کس پہلو سے غلط کو آتا ہے؟ ہواؤں میں تیر چلانا، ریت کے ڈھیر پر تاج محل تعمیر کرنا سب کو آتا ہے مگر یہ کوئی کمال اور دانشوری نہیں؟ جن لوگوں نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اطلاق پر تنقید کی اور انگشت نمائی سے کام لیا۔ انھوں نے کوئی تیر نہیں مارا بلکہ تخریبی ذہنیت کا ثبوت دیا اور خودنما شخصیت کا اظہار کیا۔ ذرا سوچیے کسی خاموش سمندر میں اینٹ مار کر سطح آب پر ہلچل مچانے سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے اور یہ کیسی دانشوری ہے جس کا عملی طور پر اظہار کیا گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ رویہ منفی رجحانات کے فروغ و ارتقاء کا باعث ہو اور اس کے پس منظر

میں کلیم الدین احمد بننے کی کوشش کی جارہی ہو......؟ ایسے روشن اور اعلیٰ دماغ رکھنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ ادب کی دنیا اور ہوتی ہے اور مذہبی علم وشعور کا دستور کچھ زیادہ ہی نرالا ہوتا ہے۔ ہر شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اکابر اور معتمد علماء کرام نے جو موقف اختیار کیا ہے، سچائی انھیں کے ساتھ ہے اور وہ اپنے موقف میں حق بجانب ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ان کی سچائی تک رسائی حاصل نہیں کر پارہے ہیں۔ یہ کوئی یورپی سائنس وفکر کی پگڈنڈی نہیں کہ بعد میں آنے والا کوئی اس پر چلنے کو تیار نہیں۔ جسے دیکھئے وہ اپنی راہ الگ متعین کرتا ہے اور اپنے پیشرو سائنس داں کے مزعومات، خیالات کی دھجیاں بکھیرتا ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہورہا ہے کہ ان کے یہاں کوئی ربط وتسلسل نہیں، اتصال کی کوئی کیفیت نہیں۔ مگر ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے۔ ہم اتصالی کیفیت سے کام لیتے ہیں کہ اس میں برکت بھی ہے اور بزرگوں کا فیض بھی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے مندرجہ ذیل تنقیدیں سامنے آئی ہیں......

(الف) مسلکِ اعلیٰ حضرت جماعتی ہم آہنگی کے لیے سم قاتل ہے۔

(ب) مسلکِ اعلیٰ حضرت مسلک اہل سنت کو محدود کررہا ہے۔

(ت) مسلکِ اعلیٰ حضرت رجال کے ذریعہ حق کی شناخت کے نظریہ کو فروغ دے رہا ہے۔

(ث) مسلکِ اعلیٰ حضرت جدید مسلک کی جانب مشعر ہے۔

(ج) مسلک دیوبندیت جب نیا ہے تو پھر مسلکِ اعلیٰ حضرت کیوں نہیں؟

(د) مذہب اہل سنت کی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تعبیر مذہب اہلسنّت یہ لفظی مناقشے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ افکار ونظریات ہیں جو جدید ذہنیت رکھنے والے افراد کی سطح سے اُٹھ کر آئے ہیں، ان نظریات کی کیا حقیقت ہے؟ اور اس کے پسِ پردہ کیا ٹھوس دلائل ہیں؟ اسی قسم کے سوالات اور اس کے جوابات کے لئے زیرِ نظر مضمون قلم بند کیا گیا ہے تاکہ اس کے مطالعہ سے اندھیرے اور اجالے کے مابین فرق وامتیاز پیدا ہو سکے اور عوامی سطح پر اُٹھنے والے کچھ شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے۔

اس مقالہ کے مطالعہ سے قبل یہ چند باتیں ضرور گوش گزار کرلیں۔

اولاً - مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اطلاق کرنے والے کوئی فرد واحد نہیں بلکہ ایک پوری جماعت ہے، ایک پورا گروہ ہے۔ اس میں ایسے عظیم مایہ ناز افراد بھی شامل ہیں جو اپنے وقت کے نابغۂ روزگار، میدان علم وشعور کے شہسوار اور فکر ودانش کے سپہ سالار بھی ہیں۔ مدرسین، مفکرین، علماء، فضلاء، مفتیان کرام اور مصنفین عظام بھی ہیں۔ نصف صدی قبل سے لے کر اب تک جس قدر اہل علم ہوئے، سب کے سب اس اطلاق پر متفق ہیں۔ اسکے برخلاف جن حضرات نے اس کی مخالفت کی وہ گنے چنے افراد ہیں اور ایسے ہیں جن کا کوئی علمی معیار نہیں۔ ان کی حیثیت تو محض پانی کے ایک بلبلہ کی ہے جو چند ثانیے کے لئے ابھرتا ہے اور پھر اس کا وجود روپوش ہو جاتا ہے۔ ایک جمعیت کے مقابلہ میں چند افراد کی کیا حیثیت؟

ثانیاً - مسلکِ اعلیٰ حضرت ایک ایسی اصطلاح ہے، جس میں شریعت کی ساری بہاریں موجود ہیں۔ اس کے برخلاف اختلاف کی آواز، انفرادی اور ذاتی ہے جس سے تعصب اور تنگ نظری کی بو آتی ہے تو اس قسم کی باتوں پر دھیان دینا اور انھیں سننا کسی بھی صورت میں مناسب نہیں۔

ثالثاً - مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے جو اختلاف رائے رکھتا ہے اسے اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ انفرادیت کو اس وقت اہمیت وعظمت حاصل ہوتی ہے جب جمعیت اسے تسلیم کرلے اور تسلیم نہ کرنے کی صورت میں یہ انفرادیت بھی گھٹتے گھٹتے دم توڑ دیتی ہے اور پھر یہی انفرادیت اپنے موجد، موسس کو روز وشب کوستی رہتی ہے۔ ان ناگفتہ بہہ حالات میں تنقید نگار عالم کسمپرسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زباں سے یہ سرد بھری آہ نکلتی ہے کہ......

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

رابعاً - اس تنقید کو تعمیری تنقید کیسے کہا جائے کہ اس سے جمعیت منتشر ہورہی ہے، پوری جماعت کرب واضطراب میں مبتلا

ہے۔ اس سے عام طور پر یہ ذہن بن رہا ہے کہ اس تنقید کے ذریعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت مجروح کی جا رہی ہے اور ان کی تعلیمات ونظریات کو پس پشت ڈالنے کی تیاری چل رہی ہے۔ اُن کے علم وفن، فکر وشعور، فہم وفراست اور فقہی نظریات پر بے اعتنائی کی دھول ڈالنا ہے اور بریلی شریف کی مرکزیت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے:

حق سے بد ہو کے زمانے کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معمہ تیرا

مسلکِ اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے والوں کی تحریریں قطعی وقیع نہیں۔ کسی کے گلے نہیں اتر رہی ہیں اور منصف مزاج افراد کو ایک آنکھ بھی نہیں بھا رہی ہیں۔ تو پھر اس قسم کی تحریروں سے کیا فائدہ......؟ سوا اس کے اور کیا کہا جائے کہ ان تحریروں کے سہارے ''شخصیت نمائی'' کی جارہی ہے اور بزبان خود اپنی ہمہ دانی کا جلوہ بکھیرا جارہا ہے۔ اس روش سے ہمارا باشعور طبقہ شدید اضطراب کا شکار ہے:

مسلکِ اعلیٰ حضرت اور تشریح و تجزیہ

میری یہ گفتگو دو مرحلوں پر مبنی ہے۔ پہلے مرحلہ میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تشریح اور اس کا تجزیہ کیا جائے گا اور دوسرے مرحلہ میں یہ بتایا جائے گا کہ آخر وہ کون سے اسباب و عوامل تھے کہ مسلک اہل سنت کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرحلہ اولیٰ - مسلکِ اعلیٰ حضرت مرکب ناقص ہے جو صرف مضاف اور مضاف الیہ پر مشتمل ہے۔ اس کی تشریح دو طریقے سے کی جاسکتی ہے۔

(الف) جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت مضاف اور مضاف الیہ پر مبنی ہے اور اہل علم کے نزدیک اضافت، جزوی صوری کے طور پر پائی جاتی ہے اور تشریح کے وقت اس کے اجزائے ترکیبی کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ کل کا تجزیہ اس کے اجزا کے تجزیہ پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ اسی تشریحی عمل کو اہل علم، تشریح باعتبار اضافت کا نام دیتے ہیں۔ یہاں تشریحی عمل کی صورت حال اس طرح ہوگی۔

اولاً - مسلک کی وضاحت واستعمال۔

ثانیاً - اعلیٰ حضرت کی تشریح وتجزیہ۔

ثالثاً - اضافت اور اس کی نوعیت وحیثیت۔

مسلک اور اس کی حیثیت - مسلک عربی زبان و ادب کا لفظ ہے۔ یہ فارسی ادب اور اردو ادب میں بھی بولا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے اسکا معنی ''طریقہ'' ہے۔ دین، مذہب بھی اسی معنی میں آتا ہے اس طرح سے یہ تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ طریقہ، راستہ، ظاہری طور پر محسوسات میں سے ہے۔ اہل علم وفکر نے اسے وسعت دی اور مجازی طور پر معقولات کے لیے بھی اس کا استعمال کرنے لگے۔ طرز نگارش، انداز فکر، علوم وفنون میں غیر محسوس جامعیت اور مختلف معانی میں قیام ترتیب کا نام بھی مسلک رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ علوم عقلیہ میں بھی مسلک کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ لفظ مسلک اصل کے اعتبار سے عمومیت کا متقاضی ہے۔ اچھے راستہ کا نام بھی مسلک ہے اور برے راستہ کا بھی، مسجد کی جانب جانے والا راستہ بھی مسلک ہے اور شراب خانہ کی طرف جانے والا راستہ بھی، اہل کفر کا بھی مسلک ہوا کرتا ہے اور اہل ایمان وعشق کا بھی۔ بہر صورت مسلک تمام راستوں کو محیط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما أمروا الا ليعبد الله مخلصين له الدين
حنفاء و يقيموا الصلوة و يؤتوا الزكوة ذالك
دين القيم۔ (پارہ ۳۰، سورہ: لم یکن)

انھیں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، یہ سیدھا دین ہے۔

جب وقت اسلام کی جلوہ گری نہ ہوئی تھی، اس وقت بھی دین ومذہب کا تصور تھا۔ یہودیوں کا بھی دین تھا اور نصرانیوں کا بھی۔ آتش پرستوں کا بھی اور ستارہ پرستوں کا بھی۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جب دین/ مذہب/ مسلک کا استعمال بغیر کسی اضافت کے ہو تو اس کا کوئی معنی معتد بہ ذہن میں نہیں آسکتا اور

جب اس کی اضافت کر دی جائے یا اس کی کوئی صفت بیان کر دی جائے تو فوراً ذہن کسی معنی معتد بہ کی طرف متبادر ہوتا ہے۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے……

ان الدين عندالله اسلام.

بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

آیت کریمہ میں لفظ دین کا استعمال ہوا۔ اگر یہ کسی معنی معتد بہ پر دلالت کرتا تو اس کی توضیح کے لئے اسلام لانے کی ضرورت نہ تھی اور یہاں اسلام کے ذریعہ اس کی توضیح کر کے یہ ذہن دیا گیا کہ دین ہر قسم کا ہوسکتا ہے۔ اچھا بھی اور برا بھی، حق بھی اور باطل بھی، مگر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں جس دین کا تصور پایا جاتا ہے وہ ایسا دین ہے جو معنی معتد بہ پر دلالت کرتا ہے اور دین غیر معتد بہ سے انسانی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے کہ سماج ومعاشرہ کا ہر دانشمند طبقہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبۂ علم سے ہو جب وہ مسلک کا استعمال کرتا ہے تو اس کی اضافت کسی نہ کسی شے کی طرف ضرور کرتا ہے۔ لہٰذا مسلکِ اعلیٰ حضرت میں اگر اس کی اضافت اعلیٰ حضرت کی طرف کی گئی تو یہ کوئی غلط کام نہ ہوا بلکہ اس سے لفظ مسلک کے اندر حسن و بانکپن، ندرت معنی اور اس کی اہمیت وافادیت میں زبردست اضافہ ہوا۔ مسلک کی اضافت ہر ایک کی طرف ہوسکتی ہے۔ فرد ہو یا جماعت، یا کوئی شہر اس میں علمی اعتبار سے کوئی حرج نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کی اضافت فلاں کی طرف ہوسکتی ہے اور فلاں کی طرف نہیں ہوسکتی ہے۔ جب لغت، ادب اور فکر وفن نے اضافت کو وسیع تر رکھا ہے تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس اضافت کو محدود کر دیں۔

لفظ اعلیٰ حضرت - یہ لفظ اعلیٰ + حضرت سے مرکب ہے، جس کا معنی بڑے حضرت سے کیا جاتا ہے یہ لقب ایسا ہی ہے جیسے کسی کو بڑے مولوی صاحب کہہ دیا جائے۔ مگر اس کے تلفظ ہی سے ذہن میں ایک ایسی ذات کا تصور ابھر آتا ہے جو اپنے زمانہ کے تمام امثال میں تفوق و برتری رکھتی ہو۔ یہ تصور تلفظ کرنے والے کے فہم وشعور پر منحصر ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ نفس الامر میں وہ ذات ایسی ہی ہو جیسا کہ تصور کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایسی بہت سی شخصیتیں ہیں جن کے بارے میں مریدین ومعتقدین کا حلقہ سب سے اعلیٰ و برتر تصور کرتا ہے۔ اس کے برخلاف جو سلسلۂ بیعت سے وابستہ نہیں ہیں۔ وہ ان کے بارے میں ویسا تصور نہیں رکھتے، اس کے باوجود سماج ومعاشرہ کا کوئی فرد ان سے نہیں کہتا کہ تم اپنے پیر ومرشد کے لئے ایسا کیوں سوچتے ہو؟ ایسا نہ کہنا اس بات پر مبنی ہے کہ کسی کی فکر وشعور پر پابندی عائد کرنا اصول فطرت کے خلاف ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب اتفاق ہے۔ ہم جب امام احمد رضا کے لیے لفظ اعلیٰ حضرت کا استعمال کرتے ہیں تو یاران نکتہ داں ہماری سوچ اور فہم وفراست پر بند باندھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذرا سوچئے آخر وہ کون سا جذبہ ہے جو اصول فطرت کے خلاف راہ چلنے پر مجبور کر رہا ہے۔ ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچئے اور پھر فیصلہ کیجئے۔ حالانکہ ان کے علمی کارنامے، تجدیدی اصلاحات بتا رہے ہیں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نفس الامر میں اس لقب کے صحیح طور پر مصداق ہیں۔ یہاں انفرادی واجتماعی شعور اور عملی حیثیت میں ایسی مطابقت ہے جیسی طابق النعل بالنعل میں پائی جاتی ہے۔ پھر امام احمد رضا فاضل بریلوی کے لئے یہ جذبۂ انحراف کیوں؟ اور اس انحراف کے پس منظر میں وہ کون سے اسباب وعوامل ہیں جو اس جذبہ انحراف کو جنم دے رہے ہیں، یہاں پر ایک اور لمحہ فکریہ ہے جس پر ہم سب کو سنجیدگی سے غور کر لینا چاہیے۔ شخصیت کسی کی بھی ہو وہ ارتقاء پذیر ہوتی ہے، اس سے انکار نہیں، مگر اسے ارتقاء کہاں سے ملتا ہے؟ گھر کے ماحول سے یا عوام کی زندگی سے، معاشرتی ماحول سے یا پھر اپنے بڑوں کی صحبت سے۔ اہل علم، اصحاب فکر ودانش اسی کو مدارج نشو ونما سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس زمرہ میں القاب و آداب کے ذخیرے نہیں آتے، کیونکہ بڑے بڑے القاب سے شخصیت قطعی متاثر نہیں ہوتی، کاش اگر ایسا ہوتا، تو لوگ صرف القاب وآداب ہی سے استفادہ کرتے اور مدرسہ کے ماحول سے بہت دور رہتے اور کسی بڑے باپ کی اولاد کبھی نہ بگڑتی کہ ان کے یہاں القاب کی کمی نہیں ہوتی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے……نوابوں، راجاؤں اور سجادہ نشینوں کی اولادیں دن بدن بگڑتی جارہی ہیں۔

لٰہٰذا ثابت ہوا کہ کسی بھی لقب سے شخصیت متاثر نہیں ہوتی بلکہ القاب خود متاثر ہو جاتے ہیں۔ نوابین اور دیگر اشخاص کے لئے بھی لفظ اعلیٰ حضرت بولا گیا۔ خود دیوبندی حضرات نے اپنے اکابر کو اعلیٰ حضرت کہا ہے مگر یہاں نتیجہ صفر رہا کہ اس لفظ و ترتیب سے ان کی شخصیتوں کے مفید ہونے کا سوال ہی نہیں اور خود لفظ اعلیٰ حضرت بھی اس سے اکتساب کیفیت نہ کر سکا۔ کیونکہ یہاں انفرادی/ اجتماعی شعور اور عملی حیثیت میں بہت زیادہ فاصلہ رہا۔ اس لیے اکتساب و استفادہ کا سلسلہ قائم نہ ہو سکا۔ مگر جب یہ لفظ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے لئے استعمال ہوا تو یہاں انفرادی/ اجتماعی سوچ اور علمی حیثیت میں مطابقت کے سبب خود لفظ اعلیٰ حضرت میں معنویت وسعت، علمی بانکپن اور فکری بہار پیدا ہو گئی۔ یہ اعلیٰ حضرت وہ اعلیٰ حضرت نہ تھا جس کا استعمال نوابوں کے لئے ہوا تھا بلکہ اس اعلیٰ حضرت میں بہت سی خوبیاں، کمالات، جمالیات در آئیں۔ اسی لئے ارباب کمال اس لفظ کو اچکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور آئے دن اس کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ لفظ اعلیٰ حضرت میں ایک خوبی یہ پیدا ہوگئی عہد حاضر میں جب یہ بولا جاتا ہے تو اس سے لزوم ذہنی کے طور پر صرف اور صرف امام احمد رضا کی ذات و شخصیت ہی مراد لی جاتی ہے اور ذہن کی رسائی اس سے آگے پرواز نہیں کرتی۔ اس قسم کا لزوم ذہنی ہر لقب کو نصیب نہیں ہوتا کچھ ہی ایسے القاب ہیں جہاں لزوم ذہنی پایا جاتا ہے۔ ابھی حال ہی میں بہار شریف سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے صاحب کتاب نے اپنے باپ کو اعلیٰ حضرت لکھا ہے۔ باوثوق ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ صاحب کتاب کے والد واجبی پڑھے لکھے تھے۔ نیک سیرت و نیک صورت بھی رہے ہوں گے اگر ایسے ہی لوگوں کو اعلیٰ حضرت بنانے کی ہوڑنگ جاری رہی تو اعلیٰ خطاب و القاب کی اہمیت کا خدا ہی حافظ ہے۔ اعلیٰ حضرت وہی ہو سکتا ہے جو اپنے دور کے تمام لاینحل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جسے دینی، سیاسی اور سماجی اعتبار سے بلا نکیر مرکز توجہ ہونا نصیب ہو۔

اضافت اور اس کی قسمیں - مسلک اور اعلیٰ حضرت کے مابین اضافت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ مرکب، ترکیب اضافی کی صورت میں سامنے آیا۔ اضافت دو لفظوں کے درمیان پائی جاتی ہے جو نہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی سننے سے مگر عقل رسا اس کا ادراک ضرور کر لیتی ہے۔ اضافت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) اضافت لفظیہ، (۲) اضافت معنویہ۔

مسئلہ ہٰذا میں اضافت لفظیہ سے کوئی بحث نہیں کیونکہ اس صورت میں مضاف اسم فاعل ہوتا ہے یا اسم مفعول یا پھر صفت مشبہ۔ مسلک اعلیٰ حضرت میں مسلک نہ اسم فاعل ہے نہ اسم مفعول اور نہ ہی صفت مشبہ ہے۔ اس لئے اس ترکیب میں اضافت معنویہ ہی متصور ہو سکتی ہے۔ اضافت معنویہ سے دو طرح کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) مضاف الیہ اگر نکرہ ہے تو اس سے مضاف میں تخصیص کا معنیٰ پیدا ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر غـلام امـرأۃٍ-عورت کا غلام، دیکھئے مضاف الیہ یعنی امرأۃٍ نکرہ ہے، اس لئے غلام کی نکارت تو ختم نہ ہوئی مگر اس میں خصوصیت اس اضافت معنویہ سے ضرور آ گئی کہ اس سے وہ غلام مراد کے دائرہ سے باہر نکل آئے جو مردوں کے تھے۔

(۲) مضاف الیہ اگر معرفہ ہے تو مضاف کی عمومیت ختم ہو جاتی ہے اور اس میں معرفہ کی تمام خصوصیات متعین ہو جاتی ہیں۔ غلام زید میں صرف وہ غلام مراد ہوگا جو زید کا ہے۔ اس طرح سے غلام بھی معرفہ ہوا اگرچہ عارضی طور پر ہی سہی۔

مسلک اعلیٰ حضرت میں بھی اضافت معنویہ پائی جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت لقب ہونے کے سبب علم کے زمرہ میں آتا ہے کہ علم تین صورتوں میں منحصر ہوا گر، اسم ہو یا کیفیت یا پھر لقب ہو۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک ایسا مضاف الیہ ہے جو معرفہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے سبب مسلک کے اندر صرف خصوصیت ہی نہیں بلکہ عظیم خصوصیت کا معنیٰ شامل ہو رہا ہے۔ جس کے سبب ان تمام مسالک کی نفی ہو گئی جو وہابیت، دیوبندیت، مرزائیت، شعیت، قادیانیت، چکڑالویت یا اور دوسرے فرقہ کی

طرف منسوب تھے اور اس مضاف الیہ یعنی اعلیٰ حضرت سے متصور ہونے والا مسلک عام مسلک نہ رہا بلکہ وہ دین حنیف بن گیا اور یہی دین حنیف قرآن وحدیث کا مطلوب ہے اسی کو دین قیم بھی کہتے اور ملت بیضاء بھی اور جب کسی مضاف الیہ کے سبب مسلک صاف ستھرا اور نکھر کر اس طرح رو برو آ جائے کہ دوسرے مسلکوں سے اسے کوئی تعلق ہی نہ رہے بلکہ صرف ایک بن کر رہ جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی مضاف الیہ مسلک حق اور مذہب صادق کی علامت بن جاتا ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا جو اس مضاف الیہ سے تعلق رکھتا ہے، اسی دین حق پر قائم رہے اور جو اس سے بدک گیا وہ ضلالت و گمراہی میں جا گرا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ اس قسم کا تصور و یقین صرف خوش عقیدگی پر قائم نہیں، بلکہ نفس الامر میں حقیقت بھی یہی ہے۔ اس حقیقت سے روشناس ہونے کے باوجود اگر کوئی اعلیٰ حضرت کو مضاف الیہ کی حیثیت سے تصور نہیں کرتا ہو تو یہی سمجھا جائے گا اس کے دل میں کدورت اعلیٰ حضرت کی طرف سے کم ہے مگر مسلک کی طرف سے زیادہ ہے۔ ایسی صورت میں وہ نہ اِدھر کا رہا اور نہ اُدھر کا، بلکہ صلح کلیت ہی اس کی پناہ گاہ ہے۔ خدا خیر کرے اس ترقی اور روشن خیالی کا جو انسان کو کسی گھاٹ کا نہ رہنے دے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ''دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا''۔

مرحلہ ثانیہ - مسلکِ اعلیٰ حضرت لقب ہے مگر کس کا؟ اس سوال کے جواب پر میں سمجھتا ہوں تمام ارباب فکر متفق ہیں کہ یہ ''دین حق'' مذہب عشق و محبت اور تمام اہل سنت و جماعت کے مسلک کا لقب ہے۔ اپنی جماعت کے افراد تو اس لقب اور اس کے معنی و مصداق کو تسلیم کرتے ہیں مگر وہ افراد جو ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے وہ بھی اس مفہوم کا ضرور اقرار کرتے ہیں۔ وہابی حضرات بھی اور دیوبندیت کے جھنڈا تلے آنے والے لوگ بھی۔ خود مولوی ثناء اللہ امرتسری نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش سے اسی سال پہلے بھی ہندوستان میں وہی عقائد ونظریات پائے جاتے تھے۔ جن کی بنیاد پر آج مسلکِ اعلیٰ حضرت۔ کہا جاتا ہے اس لقب یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے پسِ پردہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو ہم سب کو دعوت فکر دے رہی ہیں......

(الف) یہ کہ علَم ہی کی طرح لقب بھی ذات وشخصیت کا تعین کرتا ہے اور اس کے مصداق کی حیثیت بھی نمایاں کرتا ہے کہ یہاں اس سے وہ مسلک مراد لیا جائے گا جو ہمارے اکابر اور علمائے حق کا تھا۔ بقیہ دوسرے مسالک اور مذاہب سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں ہے اور نہ ہم اسے پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں کہ یہ مسلک ''مسلک حنیف'' ہے اگر اسے مسلک حنیف تصور نہ کیا جائے تو پھر لقب میں اعلیٰ حضرت کی طرف اس کی اضافت کا کیا مفاد ہو سکتا ہے؟

(ب) مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ایک دوسرا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے اور وہ پہلو منفی صورت اور نئے انداز میں متصور ہوتا ہے۔ گویا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ان تمام مسالک کی نفی ہو رہی ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دور میں موجود تھے اور جن کا آپ نے رد بلیغ فرمایا ہے۔ ان غلط مسالک کی ایک لمبی فہرست ہے...... دیوبندیت، وہابیت، قادیانیت، مرزائیت، نیچیریت، چکڑالویت، گاندھویت وغیرہ وغیرہ۔ مقام خدا کی اس نزاکت و لطافت اور اس کے احساس وشعور سے نظریں چرائی جائیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر اعتراض وتنقید کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو اس سے ملت اسلامیہ کو زبردست نقصان ہوگا بلکہ یوں کہیے کہ اس کی واقعی حیثیت بھی مجروح ہو جائیگی۔ کیونکہ مسلکِ اعلیٰ حضرت صحیح معنی میں مذہب وسنیت، دین و ملت اور مسلک کے تئیں جامعیت کو بھی برقرار رکھ رہا ہے اور اس کی مانعیت کو بھی استوار کر رہا ہے اور اس ترکیب اضافی یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نہ ہونے سے اس کی جامعیت بھی متاثر ہوگی اور مانعیت بھی، اس طرح سے صلح کلیت کا بازار گرم ہو جائیگا۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ جس شاخ پر بیٹھے ہیں اسے ہی کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ زبردست حماقت ہے اور نری جہالت بھی۔ اگر روشن خیالی اور جدت طرازی اسی کا نام ہے تو پھر ملت کا کیا ہوگا؟ الاماں والحفیظ۔

(ج) مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی مسلک اہل سنت کا دوسرا نام ہے۔ یہ صرف نام ہی نہیں بلکہ اس کی شناخت اور مابہ الامتیاز بھی

ہے اور اس بات کی یہاں سخت ضرورت تھی کہ مسلک اہل سنت کا زبردست انداز میں اس طرح اعلان کیا جائے کہ اس کے تمام کل پرزے نمایاں ہو جائیں اور یہ صرف مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صورت میں ہی ہوسکتا تھا کہ یہی اس کی صورت نوعیہ ہے۔ اس مقام پر اگر صرف مسلک اہل سنت ہی کہا جاتا تو اس کے ممتاز ہونے کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ دوسرے بعض گمراہ فرقے بھی اپنے آپ کو بوقت ضرورت اہل سنت ہی قرار دیتے ہیں اس لئے مسلک اہل سنت کے لئے ضروری تھا کہ اسے ایسے نام سے یاد کیا جائے جس میں اس کی اصل حقیقت بھی شامل ہو اور اس کی امتیازی خصوصیت بھی برقرار رہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر جب سے وہابیت، دیوبندیت اور دوسرے باطل فرقوں کے بال و پر نکلے ہیں اور جہاں مسلکوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ تو اس صورت میں مسلک اہل سنت میں صرف اصل حقیقت پائی جا رہی تھی۔ امتیازی اور شناختی خصوصیت کا اس میں زبردست فقدان تھا اس کے برخلاف مسلکِ اعلیٰ حضرت میں یہ دونوں چیزیں پائی جا رہی تھیں یعنی اصل حقیقت بھی، اور امتیازی شان بھی۔

اس لئے ہمارے اکابر علماء کرام اور مفتیان عظام نے مسلک اعلیٰ حضرت کو ہری جھنڈی دے دی۔ تاکہ مسلک اہل سنت کی اصل حقیقت اور اس کی امتیازی حیثیت دونوں نمایاں ہو جائے اور یہ صرف مسلکِ اعلیٰ حضرت کے ذریعہ ہوسکتا تھا جن لوگوں نے اس سے انحراف اختیار کیا، نہ وہ صحیح معنی میں مسلک اہل سنت پر قائم ہیں اور نہ ہی ان کی اس حیثیت سے پہچان بنی ہوئی ہے۔ خواہ وہ مدارس ہوں یا مراکز، خانقاہیں ہوں یا کوئی اور تہذیبی، معاشرتی ادارے ہوں، مگر خیال رہے کہ یہ تمام تقاضے اس دور کے تھے جب اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروؤں کی فتنہ انگیزیاں جاری تھیں اور آج بھی ہیں۔ تو پھر میرے دوست آپ لاکھ کوشش کریں، سر پٹک پٹک کر مر جائیں مگر آپ کو مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کا کوئی جواز حاصل نہیں ہوسکتا کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا اطلاق دورِ حاضر میں ضرورت و حاجت بن گیا ہے۔ آپ اسے مسرت سے قبول کرلیں یا ندامت سے یہ آپ کو اختیار ہے۔

(د) اہل سنت و جماعت بھی ایک اصطلاح ہے جو معتزلہ فرقے کے مقابلہ میں وضع ہوئی، کیونکہ معتزلیوں نے احادیث سرکار ﷺ کے خلاف دین میں اختلاف کیا اور الگ قواعد کی بنیاد ڈالی اور خود کو اہل حق سے تعبیر کیا۔ حضرت امام ابوالحسن اشعری نے معتزلی کا رد فرمایا اور اہل سنت ہی پر قائم رہے، تو ان کے پیروکاروں نے خود کو اہل سنت کہا۔ زمانہ کی نیرنگی دیکھئے کہ اہل باطل نے خود کو اہل حق کہا اور جو صحیح معنی میں دین حق پر تھے انھوں نے اپنا نام اہل سنت رکھا اس سے یہ مزاج بن گیا کہ اہل باطل سے اہل حق خود کو ممتاز رکھیں۔ خواہ اس امتیاز و شناخت کے لئے وہ اپنے آپ کو کسی بھی نام سے تعبیر کریں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہندوستان میں جب نئے نئے فرقوں نے جنم لیا اور خود کو اہل سنت سے موسوم کیا۔ تو اہل سنت و جماعت نے خود کو باطل فرقوں سے الگ تھگ رکھنے کے لئے ایک خوبصورت ذریعہ کا انتخاب کیا۔ وہ ذریعہ مسلکِ اعلیٰ حضرت / بریلوی مسلک ہے۔ اس تعبیر سے ہمیں یا ہماری ملت کو کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا۔ تو پھر اس نام پر اس قدر شور و شرابہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کم از کم اس تنقید سے قبل معترضین اس تاریخ کا مطالعہ کر لیتے تو اس شور و غوغا اور آہ و فغاں کی ضرورت پیش نہ آتی......

"یہ دلوں میں اتر جانے والی اور ذہنوں میں پیوست ہو جانے والی باتیں تھیں جو آپ کے گوش گزار کر دی گئیں۔ اس کے باوجود آپ کے علم ناقص اور ناپختہ شعور و ادراک میں نہ آسکے تو اس میں میری کیا کوتاہی ہے؟ سورج تو اپنی تابانیوں کے ساتھ چمک رہا ہے اگر شپرۂ چشم اسے نہ دیکھ پائے تو اس میں بھلا آفتاب کا کیا قصور ہے؟

مسلکِ اعلیٰ حضرت، اہل سنت و جماعت کے دین و مذہب، تہذیب و معاشرت، عشق و وفا، عقیدہ و ایمان اور جذبۂ دروں کا لقب بھی ہے اور اس کی شناخت بھی، جو چیز شناخت بن جاتی ہے، ناقابل فراموش ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ بے اعتنائی برتنا گویا خود کو گم کرنے کے مترادف ہے اور اپنی واقعی حیثیت کو مجروح کرنا

بھی ہے۔ مسلک اہل سنت جنس کا درجہ رکھتا ہے۔ کہ جس طرح ہم لوگ حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی ہیں...... یہ لوگ بھی خود کو حنفی شافعی اور مالکی سے منسوب کرتے ہیں۔ اس لئے دیوبندی حضرات خود کو اہل سنت و جماعت بھی کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ جبکہ وہ اہل سنت و جماعت نہیں ہیں۔ اہلِ سنت و جماعت کی کوئی خصوصیت ان کے اندر نہیں پائی جاتی اس سے نمایاں ہوا کہ مسلک اہل سنت و جماعت میں یہ تمام افراد خود کو شامل مانتے ہیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت ''فصل'' کا مقام رکھتا ہے کہ اس سے ہم اہل وفا ممتاز ہوا کرتے ہیں یہیں سے دونوں یعنی مسلک اہل سنت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت میں ایک باریک سا فرق و امتیاز یہ محسوس ہوا کہ مسلک اہل سنت ما بہ الاشتراک ہے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت ما بہ الامتیاز ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں لفظی مناقشہ کی صلاحیت واستعداد ہی نہیں مگر یہ اس وقت محسوس ہوتا ہے جب لفظوں کے پسِ پردہ اس کے معنیاتی نظام کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور اس کے تمام پہلوؤں پر محققانہ انداز سے کام لیا جائے اور جو لوگ سرسری انداز میں دیکھتے ہیں اور پھر فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ان دونوں ترکیبوں میں صرف لفظی مناقشہ ہے یہ اس کی شخصیت کا کھوکھلا نظام ہے جو دیکھنے میں سندر اور خوشنما ضرور نظر آتا ہے مگر اندر کیا ہے؟ یہ آنجناب خود جانتے ہونگے یا پھر اربابِ تحقیق اپنی امعانِ نظر سے اسے محسوس کر لیتے ہیں۔ اس باریک فرق و امتیاز کے سبب ان میں تضاد کی کیفیت بھی نہیں ہاں دونوں میں تقابل عدم بالملکہ ہو سکتا ہے؟ جو نسبت تساوی کا داعی ہے، اس داعی کے سبب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت مسلک اہل سنت کی وسیع اور کشادہ تر شاہراہ کو محدود کر رہا ہے اور دن بہ دن اس کے دائرہ کو تنگ کر رہا ہے کیونکہ شی ما بہ الامتیاز، شی ما بہ الاشتراک کو محدود نہیں کرتی بلکہ اس کی معنویت، ندرت اور انوکھے پن میں اضافہ کرتی ہے اور اس کی تابانیوں میں چار چاند لگاتی ہے۔ جہاں تک مسلک اہل سنت کی افرادی حیثیت ہے اس میں بھی کوئی فرق نہیں اور اگر اس میں فرق ہوتا۔ تو غیر مقلدین کے مقلدین کی صف سے نکل جانے کے سبب اہل سنت و جماعت سوادِ اعظم نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا، سوادِ اعظم کی معنویت میں غیر مقلدوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس معنویت کا اظہار کس خوبصورت پیرایہ میں کسی شاعر نے کیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں اور شاعر کی نازک خیالی، لطافت بیانی کی داد دیں، وہ پُر کیف شعر یہ ہے۔

نکالیں سینکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

جس طرح سینکڑوں نہریں نکالنے کے بعد بھی دریا کی طغیانی، روانی اور تیز رفتاری میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح درجنوں فرقوں کے پیدا ہو جانے کے باوجود اہل سنت کی جمعیت میں بھی کوئی فرق نہیں اور نہ ہی اس کا دائرہ محدود ہوا۔ اس واضح حقیقت کے باوجود اگر کوئی دائرہ کے محدود ہونے کی بات کرتا ہے تو مجھے اس کی حماقت اور نادانی پر ہنسی آتی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ملک کا دانشور ہونے کے باوجود اتنی کچی گولی کھیل رہا ہے۔ افسوس صد افسوس۔

یہاں ایک زبردست لمحہ فکریہ یہ ہے کہ جبریہ، قدریہ، معتزلیہ، تفضیلیہ، وہابیہ، دیوبندیہ اور انھیں جیسے باطل فرقوں کے اہل سنت و جماعت سے نکل جانے کے بعد بھی اہل سنت کا دائرہ محدود نہیں تو مسلکِ اعلیٰ حضرت نے اس کا دائرہ کیونکر محدود ہوگا کہ وہاں خروج لازمی تھا اور یہاں تو ''خروج'' کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کا خیال لانا طبع نازک پر گراں گزرتا ہے۔ اس کے باوجود یہ کہہ کر کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے مسلک اہل سنت کا دائرہ محدود ہو گیا۔ ایک انہونی بات کو ہونی تسلیم کر لینا ہے جو کسی زاویۂ فکر سے درست نہیں۔ میں دعوتِ فکر دیتا ہوں اس پر غور کریں اور پھر اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں۔ یہ ایسا دلخراش جملہ ہے کہ اس سے اپنوں کے دل تو چھلنی ہوئے ہی مگر آنجناب کی شخصیت بھی مجروح ہوئی اور علمی بھرم کا گھڑا بیچ چوراہے پر پھوٹ گیا۔ یہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مسلک دیوبندیت اور مسلک بریلویت میں آسمان و زمین کا فاصلہ ہے کہ مسلک دیوبندیت کے لئے جنس ما بہ الاشتراک یعنی اہل سنت سے خروج لازم، کیونکہ ان کے بعض عقائد، نظریات اور افکار کفریہ ہیں۔ جس

کی وجہ سے وہ اہل سنت سے خارج ہو گئے۔ اور ان کے اندر مابہ الاشتراک کی صلاحیت ہی مفقود ہو گئی اور مسلک اعلیٰ حضرت ماننے کی صورت میں مابہ الاشتراک کی صلاحیت بھی موجود ہے اور مابہ الامتیاز کی عملی قوت بھی، یہی وجہ ہے کہ دیوبندی، وہابی، معتزلی وغیرہ جدید فرقے ہیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے ماننے والے کسی جدید فرقہ سے جڑے ہوئے نہیں ہیں تو پھر ایک دوسرے کے لئے مقیس علیہ کس طرح بن سکتا ہے اور جو مقیس علیہ تسلیم کرتا ہے وہ نہ معلوم کس بھول بھلیوں میں رہتا ہے؟ اور کس زعم و نخوت کا آدمی ہے۔ جو اس قسم کا نظریہ پیش کر کے، ہزاروں کے دلوں اور ان کی تمناؤں کا خون کر رہا ہے کیا اسی کا نام صحافت ہے اور اسی قسم کی دیانت ہوا کرتی ہے؟

آخر کار تحریر کی یہ بے راہ روی کب تک رہے گی اور بے اعتنائی کی زلف کہاں تک دراز ہوگی۔ کبھی اس پر بھی غور کیا، سوچئے اور بتایئے، اس قسم کی اونچی اڑان کس کام کی۔ جو اپنے ہی گھر کا راستہ بھلا دے۔ یہ رویہ کس قدر خطرناک ہے اور کیسا ستم ڈھا رہا ہے رات کی تنہائی میں سوچیں اور بتائیں یہ اڑان کیسی ہے؟ ایسا بھی ہوا ہے کہ بسا اوقات اڑنے والے بھی، کھڑاؤں کی شدید ضرب سے زمین کا بوسہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قول، وہابی کبھی سنّی نہیں ہو سکتا، کی سچائی ثابت ہو جاتی ہے اور عقل و فکر میں اس قول کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص اپنے عقائد کفریہ کے سبب جنس سنیت ہی سے نکل جائے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لے۔ وہ مذہب حق میں کس طرح قدم رکھ سکتا ہے۔ اس کی مثال اس پتھر کے مانند ہے جو جنس حیوانیت ہی سے خارج ہو۔ اس کا شمار انسان /حیوان ناطق میں کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور لوگ انھیں انسان، آدمی، مرد و عورت یا بچہ نوجوان کس طرح کہہ سکتے ہیں اور جو وہابی سنی بن جائے......تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی تک جنس اہل سنت سے خارج ہی نہیں، اس لئے واپس آ گیا۔

مخالف گروپ کا یہ کہنا کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی یہ اصطلاح جماعتی انتشار کا باعث ہے۔ یہ سراسر غلط اور خطا ہے نیز غیر واقعی صورت حال پر مبنی ہے۔ اس کے باوجود یہ نظریہ، کسی دیوانے کی بڑ ہو سکتی ہے۔ مگر کسی صاحب فکر اور عالی ظرف کی نہیں۔ مذکورہ غیر فکری جملہ کے تعلق سے مندرجہ ذیل متزلزل صورت حال در پیش ہو سکتی ہے۔

اولاً – یہ کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ایک اصطلاح ہے اور اصطلاح کسی فرد واحد کی نہیں ہوتی۔ پوری جماعت جب کسی نظریہ پر اتفاق کر لیتی ہے تب کہیں جا کر اصطلاح کے جوبن میں نکھار آتا ہے اور اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب مسلکِ اعلیٰ حضرت اصطلاح کی صورت میں ہے تو یقین جانئے اس میں تمام اطراف و اکناف کی خوشگوار آوازیں شامل ہوئی ہونگی اور ہر دل کی دھڑکنیں بھی؟ ٹھیک اسی طرح ہر طبقہ انساں کی فکریں بھی، اس کے باوجود یہ باعث انتشار و افتراق ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے چاندنی رات کو دن کا اجالا کہا جائے یا چمکتی ہوئی ریتوں کو آب حیات۔ جس طرح یہ ممکن نہیں، اسی طرح اس کا باعث اختلاف ہونا بھی ممکن نہیں۔ مخالف گروپ کے قولِ مذکور سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے عقل و خرد میں فکری قوت نہیں اور نہ ہی سوچ میں توانائی ہے۔ ایسی سوچ اس لیے ہے کہ آنجناب دور حاضر کے شہزادے جو ٹھہرے۔

ثانیاً – یہ قول اس طرح بھی درست نہیں کہ کسی جمعیت یا جماعت میں انتشار اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کے ہم جنس اجزائے ترکیبی میں کوئی جزوِ غیر جنس داخل ہو جائے۔ تالاب کی خاموش سطح پر انتشاری کیفیت اسی وقت نمودار ہوتی ہے جب اس میں ڈھیلا مارا جائے اور اگر اس میں ایک گلاس یا ایک گھڑا پانی ڈال دیا جائے تو اس میں انتشار کہاں سے آئے گا۔ زمیں سے یا آسمان سے، بتایئے ارے بھئی جب مسلکِ اعلیٰ حضرت جماعت اہل سنت کا ہم جنس ہے، ہم رکاب و ہم قدم ہے تو پھر یہ باعث انتشار کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کے منکشف ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی نہ سمجھ پائے تو انھیں اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے اور شرم و ندامت سے سر جھکا لینا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ انھیں نہ شرم ہے اور نہ ہی حیا کی بو۔

کہا جاتا ہے روٹی دونوں ہاتھوں سے پکتی ہے، صرف ایک ہاتھ سے نہیں، ٹھیک اسی طرح جہاں دو کا تصور آتا ہے تو لازمی طور پر دونوں رفتہ رفتہ قدم بڑھائیں گے جبھی قربت، نزدیکی پیدا ہوتی ہے اور اگر کوئی ایک دھیرے دھیرے سرک رہا ہے اور دوسرا بت بنا کھڑا ہے تو فطری طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے جو کھڑا ہے وہ اندھا ہے اور دوسرے کا محتاج ہے اور کبھی یہ تصور ہوتا ہے کہ جھکنے والا اندھا ہے، جو روشنی کا متمنی ہے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ہمارا مسلک بھی نور والا ہے، جو دونوں ہاتھوں سے اجالا بانٹتا ہے اور ہماری جماعت کے افراد و رجال بھی اسی سے اخذ نور کرتے ہیں، اسی لیے کہیں حق کی شناخت رجال کے ذریعہ ہوتی ہے اور کہیں رجال کی شناخت حق کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ یہ دونوں نظریئے اپنے اپنے مقام پر حق بجانب ہیں۔ کہاں کونسا نظریہ کارگر ہو، یہ حالات اور زمانہ کے بدلتے مزاج پر موقوف ہے۔ ہواؤں کا رخ پہچانے بغیر کوئی بات کرنا غیر مناسب ہے۔ یہ تو ایک اصول کی بات ہے حق کے اندر اگر شناخت کا مادہ نہیں تو وہ رجال کی شناخت کیونکر کرا پائے گا اور اگر رجال کے اندر شناخت کی صلاحیت نہیں، تو وہ دین اسلام اور مذہب حق کی کیا پہچان کر وائے گا۔ جہاں تک رجال کے ذریعہ حق کی شناخت کی بات ہے ہر دور میں یہ نظریہ پسندیدہ رہا ہے تاریخی حقائق اس پر شاہد عدل ہیں۔

دین اسلام کی شناخت ہمیں کس طرح حاصل ہوئی؟ صحابہ و تابعین کے ذریعہ، ائمہ مجتہدین کے توسط سے ہمارے اسلاف نے بتایا۔ اسلام ہی اللہ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے۔ خواجہ غریب نواز کے ذریعہ اہل ہند مذہب حق اور دین فطرت سے روشناس ہوئے۔ ہم احادیث کی صداقت کو اس لئے تسلیم کرتے ہیں کہ محدثین نے فرمایا...... یہ اقوال رسول ہیں۔ مفسرین نے ارشاد فرمایا...... اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا یہ معنی ہے، یہ مفہوم ہے، کیا یہ رجال کے ذریعہ حق کی شناخت نہ ہوئی - ہوئی اور بے شک ہوئی تو مسلکِ اعلیٰ حضرت میں اگر یہی نظریہ کارفرما ہے تو اس میں غضب ناک ہونے کی کیا بات ہے، یہ کیسی کدورت ہے کہ دوسرے مقامات پر اس نظریہ کو سراہا جائے اور یہاں منہ بسورا جائے، کیا یہی انصاف کا تقاضا ہے اور یہی دیانت ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو انصاف کا دروازہ کھلا ہے۔ آیئے اور اس کی چوکھٹ کا بوسہ لیجئے اور اگر جواب اثبات میں ہے تو اس اندھی شخصیت کو بالائے طاق رکھ دیجئے اور نور والوں سے اجالوں کی خیرات مانگئے کہ یہی عیسیٰ حیات سرمدی ہے اور ابدی زندگی کا پہلا زینہ بھی یہی ہے۔

بظاہر یہ وہ تحریر ہے جو نوک قلم سے صفحہ قرطاس پر نمود پا گئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تحریر میں خون جگر شامل ہے۔ اس لئے اس کا رنگ چوکھا دکھائی دیتا ہے اور قلب ونظر کو خوشگوار محسوس ہوتی ہے۔ میرا اذعان بول رہا ہے کہ اس تحریر سے آپ کے دل کی کلیاں شگفتہ ہو جائیں گی اور دماغ کی رگوں میں تازہ خون دوڑتا محسوس ہوگا۔ اگر میری تحریر سے آپ کی یہی کیفیت بن جائے تو اس حسین اور جنت نظیر ساعت میں اس بے نوا کو ضرور یاد رکھیں اور اپنی مخصوص دعاؤں میں شامل کر لیں کہ یہی میرے قلب کی آواز ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے کچھ دلنواز خوشگوار باتیں تھیں جو صادر ہو گئیں اور ذہن وفکر، ادراک وشعور کو اپیل کر رہی ہیں۔ چلتے چلتے کچھ اور اہم باتیں بھی بطور تتمہ عرض کی جا رہی ہیں تاکہ مقالہ اپنے حسن اختتام تک پہنچ سکے اور قارئین اس کے مطالعہ سے اپنے قلب وجگر میں خوشگوار، کیفیات کا احساس کر سکیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور اس کا فطری ارتقاء - مسلکِ اعلیٰ حضرت منظم صورت میں آج موجود ہے اس میں انسانی ضرورت و حاجت کی وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جن کا شرعی طور پر التزام واعتنا زندگی کو خوبصورت اور دلکش و جاذب نظر بنا سکتا ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو اس میں مصرح نہ ہو۔ عقیدہ وایمان، عشق و وفا، عبادت و ریاضت، تصوف و سلوک، بیعت و ارشاد، خرید و فروخت، حسن معاملت، حسن معاشرت، سماجی اصلاح کے طریقے، سیرت سازی، کردار نوازی، حسن تبسم، شیریں بیانی، رفتار و گفتار، نشست و برخاست، لین

دین، ہبہ و عطیہ، وصیت و توریت وغیرہ وغیرہ...... ان تمام پہلوؤں سے متعلق مسائل مسلکِ اعلیٰ حضرت میں مصرح ہیں اور تفصیلی وفکری انداز میں مبرھن ہیں۔ اس کا ارتقاء، اچانک نہیں ہوا بلکہ خونِ جگر پلا پلا کر اسے پختہ کیا گیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر فکری نظر رکھی گئی ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تجزیاتی مطالعہ سے یہ چند باتیں بھی نکل کر سامنے آتی ہیں۔

(الف) تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان کی سرزمین پر جہاں اور فتنے بیدار ہوئے تھے اور شر انگیزی نے جنم لیا تھا۔ وہیں یہ فتنہ تو جب بھی اُٹھا تھا کہ انگریزوں کی ملی بھگت سے کچھ ہندوستانی علماء نے غلط تاویلیں پیش کر کے اہل سنت و جماعت کے عقائد ونظریات پر قدغن لگائی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی مبارک زبان وقلم سے مذکورہ عقائد ونظریات پر جمے گرد وغبار کو صاف کیا اور اس کی حقیقی ویقینی تابانیوں کو اجاگر کیا اور اس کے جسم و جاں میں تازگی کی روح دوڑا دی اور اسے تازہ خون سے آشنا کر دیا کہ فکری انداز میں اس کا مداوا اسی طور پر ہوسکتا ہے۔ علم غیب رسول اللہ ﷺ، خاتمیت محمدی، شفاعت و وسیلہ، مزارات پر حاضری، عرس و فاتحہ، چادر پوشی، گل پوشی جیسے اہم مسائل پر محققانہ انداز میں بحث کی ہے کیونکہ ان مقامات کا صاف وستھرانہ کرنا، جن کا علاج کرنا مقصود ہو غیر فطری عمل ہے۔ جس سے مرض میں افاقہ کے بجائے اضافہ ہوا کرتا ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے ارتقاء میں اس شعبۂ علم کا بھی زبردست حصہ رہا ہے۔

(ب) امام احمد رضا فاضل بریلوی نے فرق باطلہ کے ان فاسد عقائد اور غلط نظریوں کی طرف دھیان مرکوز کیا۔ جو ایمان و وفا کے اجالوں کو اندھیروں میں تبدیل کر سکتے تھے۔ تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، فتاویٰ رشیدیہ اور دوسری کتابیں جنھیں فرق باطلہ کے اکابر نے تصنیف کی تھیں، ان کا رد بلیغ فرمایا اور علم وشعور کے ذریعہ ان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت نے باطل نظریات کے حاملین کی بھی خیر وخبر لی اور ان کی شاطرانہ، عیارانہ باتوں کو اس طرح نمایاں کر دیا کہ......

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

اس خوشگوار پہلو کو ہم سلسلۂ ارتقاء سے خارج نہیں کر سکتے ہے کیونکہ رجال کا تعارف ان کی شناخت بھی علمی فروغ وارتقاء میں داخل ہوتی ہے اور اسے پروان چڑھاتی ہے اس طرح رد وتنقید میں بھی رجال کی اہمیت ہے۔ یہاں یہ بات بھی لائق التفات ہے کہ ارتقائی سفر میں خاص طور سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔

اول – وہ چیزیں جو ارتقائی سفر میں مانع ہوتی ہیں اور قدم کو آگے بڑھانے سے روکتی ہیں جیسے کسی صاف ستھری اور ہموار راہ میں کانٹے اور نوکیلے پتھر ہوں، فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے کانٹوں کو صاف کیا جائے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے منظم طریقوں سے پہلے انھیں کانٹوں کو صاف کیا، یہ کانٹے غلط اور کفری نظریات کی صورت میں تھے یا پھر فرق باطلہ کے اکابر واصاغر جو مجسم کانٹے تھے، اسی لئے ان کا تعاقب کیا اور ان کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ کر ان کے بھیانک صورت حال کی وضاحت فرما دی اور یہ چیلنج بھی کر دیا کہ

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

یہ ایک قسم کا چیلنج بھی ہے اور دعوت فکر بھی کہ ذرا ان سے بچے رہو کہ یہ اس طرح ایمان ومحبت پر حملہ کرتے ہیں کہ اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اس طرح سے امام احمد رضا نے پوری جماعت اہل سنت کو اس کی نشاندہی کر دی اور خطروں سے آگاہ فرما دیا۔ کیا اس قسم کی خدمت دین بروقت فراہم کرنا۔ انوکھی شخصیت اور نادر الوجود ہستی کا پتہ نہیں دیتی؟

دوم – ارتقائی سفر میں اس بات کی بھی زبردست اہمیت ہے کہ ان راستوں کو بھی سنوارا جائے ان کے خد وخال نمایاں کئے جائیں جن پر اہل حق کو چلنا ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھئے تو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے علمی فن پاروں اور ان کے ذخیرۂ معلومات سے استفادہ فرما کر ایسے اصول ونظریات قائم فرما دیئے۔ جن کے تناظر میں انسانی حیات کی ہر ساعت اور ہر لمحہ مشکبار ہوسکتا ہے اور زندگی میں کیف وبہار

کی موجیں اُٹھ سکتی ہیں۔ ''فتاویٰ رضویہ'' میں انسانی معاملات، حسن معاشرت، کردار وعمل اور تہذیب نو بہار کے تمام گوشے پائے جاتے ہیں، اس کا مطالعہ کیجئے، اپنی مشام جاں کو معطر کیجئے اس کے علاوہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے تہذیبی اقدار، معاشرتی اصول اور اقتصادی قواعد بھی منضبط کر دیئے ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر علوم وفنون کے دریا بہا دیئے ہیں جن کی وجہ سے دل میں انوکھی کیفیت اور ذہن شعور میں بھی بالیدگی آتی ہے نیز اپنی جماعت کے افراد ورجال میں بھی خود اعتمادی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ آپ نے ایمان واذعان، عشق ووفا، خلوص و پیار اور جذبۂ اخلاص کی ایسی عطر بیزی کی ہے کہ ہر مشام جاں اب تک مہک رہی ہے اور ہر سنّی مسلمان کی سانسوں میں بوئے جاناں کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ یہ تمام چیزیں مسلک اعلیٰ حضرت کے سلسلۂ ارتقا کی سب سے اونچی اور بلند چوٹی ہے کہ بظاہر اس سے زیادہ بلند ہونا مشکل نظر آ رہا ہے۔ زوال پذیر اس ماحول میں تو اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ یہیں سے مسلک اعلیٰ حضرت کی انفرادیت نمایاں ہوتی ہے اور تمام ذی ہوش افراد کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اسی لیے دورِ حاضر کا ہر باشعور انسان یہ کہنے پر مجبور ہے کہ:

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

مسلک اعلیٰ حضرت اور جمالیاتی اقدار

مسلک اعلیٰ حضرت اور جمالیاتی اقدار – مسلک اعلیٰ حضرت کے تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات اور اصول ونظریات میں جمالیاتی اقدار کا جس قدر اہتمام و انصرام پایا جاتا ہے۔ وہ اہتمام کہیں اور نظر نہیں آتا، صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس مسلک کے جو پیروکار ہیں انھیں بھی جمالیات کا احساس شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس مسلک کا لب لباب یہ ہے کہ ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ سرور دین ﷺ کے حسن و جمال کا اسیر ہو جائے اور ان کی نگاہ میں ایسی روشنی نمودار ہو جائے کہ انھیں محبوب سے زیادہ اور کوئی پسند نہ آئے اور انھیں کے جمالیات کے سایہ میں زندگی کا کارواں گذرتا چلا جائے......

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

●●●

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

●●●

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

●●●

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ان اشعار میں جمالیاتی اقدار اور اس کا شدید احساس نمودار ہوتا ہوا نظر آتا ہے اسی جمالیاتی احساس کے اظہار کے لئے امام عشق ومحبت نے شعری ادب کو پسند فرمایا۔ لہٰذا ہم اس صنف سخن کو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے جدا نہیں کر سکتے۔ اس عنوان پر مزید گفتگو ہو سکتی ہے مگر طوالت کے اندیشہ سے میں اپنی بات یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

حضرت احسن العلماء ایک نظر میں

اسم گرامی : سید مصطفیٰ حیدر حسن، (قدس سرہ)

والد ماجد : سید آلِ عباء بشیر حیدر (قدس سرہ)

عرفی نام : حسن میاں

لقب : احسن العلماء

مشرب : قادری

مسلک : رضوی اور نسبت برکاتی

ولادت : (۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء

بیعت وخلافت: حضرت ابوالقاسم سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ میاں قدس سرہ سے ۱۹۲۸ء میں

مسند نشینی : ۳ر شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مارچ ۱۹۶۵ء

اساتذہ : تاج العلماء حضرت مولانا مفتی سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہ
حضرت مولانا مفتی غلام جیلانی تھوسوی
حضرت مولانا مفتی خلیل احمد برکاتی، مفتی سندھ، پاکستان
شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا مفتی حشمت اللہ علی خاں، علیہ الرحمہ

اعزازات : حافظ قاری، مولانا، مفتی، خطیب وامام، شاعر وادیب

حلیہ : چہرہ وجیہ اور بارعب، کشادہ پیشانی، کھڑی ناک، گھنی داڑھی، کالی آنکھیں،
نرم اور ملائم ہتھیلی، صندلی رنگت، گلابی ہونٹ، معتدل جسم۔

شادی : ۲۰ر جنوری ۱۹۴۹ء

اولاد وامجاد : پانچ صاحب زادے: سید محمد جمیل، سید محمد خالد مرحوم، سید محمد امین، سید محمد اشرف، سید محمد افضل، سید محمد نجیب حید
دو بچیاں: سیدہ قادریہ مرحومہ، سیدہ ثمینہ خاتون

وفات : ۱۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء

مزار : خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف

ارشادات : میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں۔
میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس
کے مسلک حق کو مضبوطی سے تھامے رہنا، پیری مریدی، بزنس نہیں ہے۔ تم سب لوگ (اپنے بچوں سے) ظا
معاش کے طریقے تلاش کرو اور سلسلے کی تبلیغ واشاعت کرو۔

سید ین نمبر ۱۸/۱۶

محمد رحمت اللہ صدیقی

حضرت احسن العلماء اور مسلکِ اعلیٰ حضرت

حضرت احسن العلماء اہلسنت و جماعت کا ایک ایسا پاکیزہ اور تعمیری کردار ہے جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے تاحیات زندگی برائے بندگی کے اصول پہ عمل کیا۔ ان کی کتاب زندگی کا ورق ورق عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو میں بسا ہوا ہے۔ لوگ اعزازات کے آرزومند ہوتے ہیں، اعلیٰ مناصب کے متمنی ہوتے ہیں لیکن اعزازات ان کی ٹھوکروں میں پلا کرتے تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے صاحبانِ فضل و کمال ان کی چند ساعتوں کی صحبت کو اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ ان سے نسبت وانسیت سعادتوں کے درجنوں دریچے کھول دیا کرتی تھی۔ اضطراب کے صحرا میں بھٹکنے والوں کو ان کا قرب تسکین روح فراہم کرتا تھا ان کی مسیحائی بہت مشہور تھی۔ وہ جسم و روح دونوں کے طبیب حاذق تھے۔ جہاں بیٹھ جاتے وہاں حاجت مندوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی۔ اہل ضرورت کا میلہ لگ جاتا۔ اپنی بارگاہ میں آنے والے ہر شخص کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا ان کی فطرت تھی۔ ان کے یہاں علمائے کرام کے سوا کسی کے لیے کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔ امیر وغریب میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ ان کی بارگاہ اس شعر کی ترجمان تھی:

بندۂ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
(ڈاکٹر اقبال)

حضرت احسن العلماء کی ذات علماء، فقہا اور صوفیاء کی مرجع تھی۔ مشاہیر علمائے اہلسنت کو جب بھی کسی دینی، علمی اور فقہی مسئلے میں اشکال ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے۔ جماعت صوفیاء شریعت وطریقت کے باریک سے باریک تر مسائل کی تفہیم کے لیے آپ سے رابطہ بنائے رہتی۔ اہل زبان وادب اپنی زبان و بیان کی اصلاح کے لیے دور دراز کا سفر کر کے آتے۔ سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ان کی عادت تھی اور سب کی الجھنوں کو دور کرنا ان کے معمولات میں داخل تھا۔ ان کی تمام تر حرکت و عمل کا مرکزی نقطہ ملی فلاح تھا۔ لوگ طلب دنیا کے لیے جدوجہد کرتے ہیں لیکن ان کی جدوجہد دینی وملی روایات کے تحفظ کے لیے ہوتی۔ ان کا مینارۂ عظمت بہت بلند ہے۔ اتنا بلند کہ دیکھنے والوں کی ٹوپیاں گر جاتی ہیں۔ ان کے پاس مانگے کا اجالا نہ تھا۔ وہ اجالوں کی کان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی ولادت جس خانوادے میں ہوئی تھی۔ اسی خانوادے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، برکاتی قدس سرہ نے کہا ہے:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا
کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے میری سرکاروں کے

حضرت احسن العلماء کی ولادت، بیعت وخلافت اور جانشینی سب سے بے پناہ کرامتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کا بچپن، ان کی جوانی اور ان کا بوڑھا پا سب میں ایک عجیب قسم کی ماورائیت پائی جاتی ہے جو دنیا کی بہت کم شخصیات میں نظر آتی ہے۔ اگر آپ کسی دوسرے خانوادے میں پیدا ہوئے ہوتے تو اہل خانہ، اہل خاندان اور اہل محبت ان کا چرچہ کر کر کے آسمان سر پہ اٹھا لیتے۔ کتابیں لکھی جاتیں۔ پمفلیٹ چھاپے جاتے، اور جگہ جگہ محافل و مجالس کے ذریعے ان کا اظہار واعلان کیا جاتا لیکن آپ کی ساری ماورائیت، سارے کرامات مآب واقعات اور سارے امتیازات

درون خانہ رہے، گھر کے مخصوص افراد کے ذہنوں میں محفوظ رہے۔ اس لیے کہ دریں خانہ تمام آفتاب است۔ کس کس کا ذکر کرتے۔ اس خانوادے میں جو بھی پیدا ہوتا ہے آفتاب و ماہتاب ہی کی حیثیت لیے پیدا ہوتا ہے، جو بھی پیدا ہوتا ہے اپنے ساتھ کرامتوں اور نجابتوں کا اک جہان لیے پیدا ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں حقائق کے اجالے میں کہی جارہی ہے۔ تاریخ سے ان ساری باتوں کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے اعترافات دیکھئے لکھتے ہیں:

شاہِ برکات و برکات پیشیاں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام
سید آلِ محمد امام الرشید
گلِ روضِ، ریاضت پہ لاکھوں سلام
حضرت حمزہ شیرِ خدا ورسول
زینت قادریت پہ لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال
سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام
نورِ جاں عطر مجموعۂ آلِ رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام
زیب سجادہ سجاد، نوری نہاد
احمدِ نورِ طینت پہ لاکھوں سلام

حضرت احسن العلماء کی جس وقت ولادت ہوئی آپ سر سے پاؤں تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصے پر چاند کی شکل بنی ہوئی تھی۔ دایہ نے اپنے ہاتھ کا کڑا توڑ کر اس کی نوک سے غلاف چاک کیا۔ چہرے سے جیسے ہی غلاف ہٹا پورا کمرہ نور میں نہانے لگا۔ میرے علم کے مطابق یہ شرف یہ فضل اور یہ کرامت شاید ہی تاریخ میں کسی بچے کو حاصل ہوئی ہو۔ ولادت کے چودہ ماہ بعد آپ اپنے نانا مجدد برکاتیت ابوالقاسم حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ آپ کے نانا نے اسی محفل میں آپ کو اپنا جانشین بھی قرار دیا جب کہ تاج العلماء حضرت مولانا مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس اللہ سرہ اپنے والد ماجد کے جانشین کی صورت میں موجود تھے۔ افراد خانہ کے اعتراض کرنے پر حضرت ابوالقاسم قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ محمد میاں میری نسل کے جانشین ہیں اور حسن میاں میری ذات کے جانشین ہیں۔

حضرت احسن العلماء، کا بچپن بھی عام بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ دنیوی کھیل کود سے آپ کو شدید نفرت تھی۔ حتی الوسع شریعت کی پاسداری کی کوشش کرتے۔ اسلامی وضع قطع میں رہتے۔ سر سے ٹوپی کبھی نہ اترتی۔ جب کہ شرعی احکام اس وقت آپ پر نافذ نہ تھے۔ والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کا کوئی لمحہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ آپ کے بچپن کی اداؤں سے بھی شعور کی پختگی کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔

حضرت احسن العلماء ابتدا ہی سے انتہائی ذہین وفطین تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ گیارہ سال کی مختصر عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء آتے ہیں۔ تاج العلماء حضرت مولانا مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں، شیخ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام جیلانی گھوسوی، خلیل العلماء، حضرت مولانا مفتی خلیل احمد برکاتی اور شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا مفتی حشمت علی خاں علیہم الرحمہ۔

حضرت احسن العلماء سیرت میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم تھے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے حضور سیدنا غوث اعظم کا ذکر کرتے۔ آپ کو سرکار غوثیت مآب سے بے پناہ انسیت تھی۔ دینی محافل ومجالس میں حمد ونعت کے بعد مناقب غوث اعظم بالالتزام سناتے۔ سفر آخرت پہ روانہ ہونے سے دو تین روز پہلے انہوں نے ہوسپٹل میں محفل غوثیہ کا اہتمام کیا۔ ذیل میں حضور سیدنا غوث اعظم کی چند خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔ پھر حضرت احسن العلماء کی خصوصیات پیش کی جائیں گی۔ جس سے یہ احساس ہوگا کہ آپ ہر حال میں، حضور سیدنا غوث اعظم کی متابعت کرنے کی کوشش کرتے:

''حضرت شیخ معمر جرادہ علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس، رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضور سیدنا غوث اعظم دنیوی طمع سے بالکل بے نیاز تھے۔ آپ کے توکل اور استغناء کی یہ کیفیت تھی کہ ساری عمر کسی بادشاہ، امیر یا وزیر کے پاس نہیں گئے اور نہ ہی ان کے عطیات قبول کئے۔ آپ کی دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جب کسی ضرورت مند کو دیکھتے تو جو کچھ میسر آتا اسے عنایت کر دیتے۔ غریبوں اور مسکینوں کے لیے آپ مجسم رحمت تھے۔ آپ ہمیشہ دوسروں کے مفاد کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ سخاوت اور فیاضی میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ کی حق گوئی و بے باکی نے اس دور کے سلاطین و امراء کو بڑی حیرت میں ڈال رکھا تھا، آپ چھوٹوں کی رعایت کرتے اور بزرگوں کی توقیر کرتے۔ سلام میں ہمیشہ سبقت فرمانے کی کوشش کرتے۔ عام معمولات زندگی میں آپ کے عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ کوئی بچہ بھی آپ سے مخاطب ہوکر بات کرتا تو آپ ہمہ تن گوش ہوجاتے۔ آپ دینی مجلس میں آنے والوں کے لیے ہر وقت ہمدردی کا اظہار فرماتے۔ اگر کوئی ملنے والا چند روز نہ آتا تو دوسروں سے اس کی خیر و عافیت دریافت فرماتے۔ آپ نے ہمیشہ مخلوق خدا کی بھلائی کی، اپنے پاس آنے والوں کی راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتے، آپ بڑے بلند درجے کے مہمان نواز تھے۔ جو شخص بھی مہمان کی حیثیت سے آتا اس کی حسب استطاعت مہمان نوازی کرتے۔ (سیرت غوث اعظم، ۱۰۸ تا ۱۳۰)

اب حضرت احسن العلماء کی چند خصوصیات ذیل میں ملاحظہ کریں:

''اپنے جیتے جی انہوں نے پڑوس کا کوئی چولہا بجھنے نہیں دیا۔ وہ حقوق اللہ کے شانہ بشانہ حقوق العباد کو بھی بہت ذمہ داری کے ساتھ نبھاتے تھے۔ ان کی علم و علماء نوازی دنیائے نیست میں ضرب الامثال کی طرح استعمال ہوتی تھی۔ وہ اپنے ذاتی ملازمین سے اتنی شفقت و محبت کے سلوک کرتے تھے کہ ان کے ملازمین ان کی شخصیت میں اپنے باپ کو دیکھا کرتے تھے۔ ان کی عادت کریمہ تھی، دین کی خدمت کرنا، دوسرے خدمت کرنے والوں سے تعاون کرنا۔ دین کی خدمت کرنے والوں کی تحریراً و تقریراً حوصلہ افزائی کرنا۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمان کو کھانا نہ کھلوا دیتے انہیں اطمینان نہ ہوتا تھا۔ خانقاہ میں اگر بے وقت بھی کوئی مہمان آجاتا تو چیں بہ جبیں نہ ہوتے تھے۔ طبعاً بہت فیاض اور سخی تھے۔ یہ فیاضی صرف اہل خاندان تک محدود نہیں تھی۔ وہ ریاکاری سے بہت نفرت کرتے تھے۔ خود بھی اس بلا سے محفوظ تھے اور دوسروں کو بھی محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اخلاق و کردار اور حسنِ سلوک کے ایسے کوہِ گراں تھے کہ عام مشائخ زمانہ اس کا تصور نہیں کرسکتے۔ وہ دانش کو مومن کا کھویا ہوا مال سمجھتے تھے اور معاملات میں جوش سے زیادہ ہوش اور عجلت سے زیادہ تدبر کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو خود پریشان ہوجاتے اور جب تک اس کی پریشانی رفع نہ ہوتی اس کی دل جوئی کرتے رہتے۔ وہ طبعاً امن پسند اور عافیت خواہ تھے۔ ان کا ہاتھ کشادہ اور دسترخوان وسیع تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ علمائے کرام ان سے ملنے خانقاہ میں حاضر ہوتے اور وہ رخصت ہوتے وقت علمائے کرام کو خانقاہ کے تبرک کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرورت پیش کرتے۔'' (یادِ حسن)

حضرت احسن العلماء اپنے اسلاف کی زندہ یادگار تھے۔ ان کی ذات ایک منظم اور مستحکم تحریک تھی، ان کا ذہن تعمیری تھا، ان

کی فکر تعمیری تھی اور ان کا شعور تعمیری تھا۔ وہ ہواؤں کے رخ پر نہیں چلتے تھے بلکہ ہواؤں کا رخ بدل دیتے تھے۔ ان کی حس بہت بیدار تھی۔ چہرہ دیکھ کر دلی کیفیات سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ ان کا دل ملی درد کا گہوارہ تھا۔ وہ فضیلتوں کے محتاج نہ تھے بلکہ فضیلتیں ان کے قدموں میں سمٹی رہا کرتی تھیں۔ ان کی ذات میں ایک کہنہ مشق حافظ، ایک ماہر فن قاری، ایک جید عالم، ایک زبردست مفتی اور ایک حق آگاہ شیخ طریقت کی ساری خصوصیات موجود تھیں۔ انہوں نے اپنے کسی عہدے کا کبھی بھی غلط استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے ہر فن سے وقار ملت کی بحالی کا فریضہ انجام دیا۔ وہ حق و صداقت کی ایک ایسی آواز تھے جسے دنیا کی کوئی طاقت کسی بھی حال میں دبا نہ سکی۔

ان کی زبان فیض ترجمان سے ہر وقت محبت کے موتی جھڑتے تھے۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے باب اجابت ہر وقت منتظر رہتا تھا۔ ماضی، حال اور مستقبل ان کے سامنے ایک آئینہ تھا۔ ان کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والے خود دھوکے میں آجاتے تھے۔ ظلم و زیادتی کرنے والوں کے لیے بھی ان کے لب پہ دعائیں ہوتی تھیں۔ اگر کسی پہ ظلم ہوتا ہوا دیکھتے تو خود تڑپ اٹھتے تھے۔ ماہرین علوم و فنون کی بھیڑ میں ان کی حیثیت ماہ کامل جیسی تھی۔ ان کے جلوؤں میں گم ہونے کے لیے مشتاقانِ دید دور دراز کی مسافت طے کر کے آتے تھے اور اپنی بے قرار نگاہوں کی تسکین کا سامان فراہم کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے در پہ آنے والے کسی سائل کو کبھی محروم نہیں کیا۔ بھیگی پلکوں کو دیکھ کر ان کی پلکیں بھیگ جاتی تھیں۔ وہ حالات کی تیز دھوپ میں جلنے والوں کے لیے سائبانِ رحمت تھے۔ تاریک راہوں میں سفر کرنے والوں کے لیے ان کی ذات چراغ ہدایت تھی۔ مذہب و مسلک کے لیے ان کے بے کراں جذبوں کو دیکھ کر لوگ حوصلہ پاتے تھے۔ ان کی کتاب حیات علم، عمل اور خلوص سے عبارت تھی۔ ان کے کرم کا دریا ہر وقت موجیں مارتا رہتا تھا۔ دلوں کی کثافتوں کو دھلنے کا جو انہیں ہنر آتا تھا۔ عہد حاضر میں اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ وہ اپنے زمانے میں تاجدار سلطنتِ برکات تھے، ان کی سلطنت کی سرحدوں میں جو داخل ہو جاتا وہ اپنے آپ کو امن کے گہوارے میں محسوس کرتا۔ ان کے امتیازات کہاں تک بیان کیے جائیں، بازار عشق و عرفان میں دور دور تک ان کا کوئی بدل نظر نہیں آتا۔ ڈھونڈنے والے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک کے بیٹھ جاتے ہیں، آخر میں انہیں یہی کہنا پڑتا ہے کہ

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

حضرت احسن العلماء بڑی نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی آنکھوں میں نور کے تارے تیرتے رہتے تھے۔ ان کے مزاج میں بڑی سادگی تھی۔ ان کی یادوں کو جس نے بھی اپنے دل میں بسایا وہ زمانے میں گلاب کی صورت مہکنے لگا۔ ان کا چہرہ نور کے پیکر میں ڈھلا ہوا تھا۔ ان کے لب و لہجے میں ایک عجیب طرح کی متانت ہوتی تھی۔ ان کی باتوں سے خوشبو آتی تھی۔ ان کو جس نے بھی محبت و عقیدت کی نظر سے دیکھا اس کی کایا پلٹ گئی۔ اس کی قسمت بدل گئی۔ اس کے دل کی سیاہی دور ہوگئی۔ اس کا بخت خفتہ بیدار ہو گیا۔ ان کی جبینِ ناز پہ سعادتوں کی کائنات کھیلتی رہتی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں بے پناہ برکتیں تھیں۔ وہ شاہ برکات کی برکتوں کے امین تھے۔ وہ نوری میاں کی نور بھری اداؤں کے داعی و پیامی تھے۔ وہ میکدۂ بغداد کے ساقی تھے۔ ان کے ہاتھوں سے جس نے بھی ایک قطرہ پی لیا وہ اسرار طریقت کا دُرِ شہوار ہو گیا۔ ان کے امتیازات بیان کرنے کے لیے دفتر چاہیے۔ علماء، محدثین، مفکرین، مدبرین اور پیران طریقت سب ان کے مدح خواں تھے۔ اپنے بیگانے سب کے دلوں میں ان کا کافی احترام تھا۔ وہ الفت شاہ مدینہ میں دن رات مگن رہا کرتے تھے۔ اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی لکھتے ہیں:

”وہ الفت رسول ﷺ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یا اللہ اور یا رسول منہ سے نکلتا۔ سیرت پاک پر گفتگو کرتے تو آنکھیں وفور محبت میں بھیگ جاتیں۔ اپنے وعظ میں جب حضور ﷺ کا ذکر فرماتے تو ہم لوگوں کو محسوس ہوتا گویا ہم چشم تصور سے آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ کو دیکھنے کا شرف

حاصل کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو ان کا چہرہ کھل جاتا۔ حضور ﷺ کا ذکر فرماتے اور فوراً کسی فارسی شاعر یا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کا کوئی شعر پڑھ دیتے اور وہ شعر اس موضوع سخن کے لحاظ اتنا مناسب ہوتا کہ سننے والے کے دل کی کلی کھِل اٹھتی۔ جب سلام کا وقت آتا تو بہت جوش وخروش اور بلند آواز ۔۔۔ ترنم کے ساتھ سلام پیش فرماتے۔ شدتِ جذبات کا یہ عالم ہوتا کہ پیشانی مبارک پر سخت سردی کے باوجود پسینے کے قطرے بہنے لگتے۔ سنتوں پر عمل کرنے میں بہت راغب تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت ان کا بایاں قدم پہلے اندر گیا ہو۔ یا باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر آیا ہو۔

(یادحسن، ص: ۱۲۰، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف)

شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سننے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول وفعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔''

(یادحسن، ص: ۱۵۰، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف)

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رضوی فرماتے ہیں:

''سیدی وسندی حضرت العلام مولانا، حافظ، قاری، مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری، برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احسن العلماء بھی تھے اور احسن المشائخ بھی۔ کتاب وسنت کے عالم بھی تھے اور عامل بھی، عارف باللہ تھے اور واصل الی اللہ بھی۔ آپ کے محبوب مشاغل میں سے ایک اہم مشغلہ خلقِ خدا کی اصلاح اور رشد و ہدایت تھا۔'' (سیدین نمبر، ص: ۲۴۸)

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب شیخ الجامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

''اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع ومقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں۔ ان کے بعد یہ اعزاز صرف احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔ اس وقت ہماری صفوں میں جو انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لیے متفق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ صرف حضرت ہی کی ذات تھی۔ افسوس کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطۂ التقاء اور مرکز اجتماع جاتا رہا۔ اب کون ہے جو اس انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارے؟ اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلے کو یکجا کرے؟ اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہِ راست پر لانے کی سچی تڑپ، بچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ، بدکنے والوں کو اپنانے کا فن اور بھٹکنے والوں کو تھامنے کا یارا ہو؟ وہ کیا گئے یہ سب جاتا رہا؟ (سید نمبر، ص: ۸۸۹)

مزید آگے لکھتے ہیں:

''صلابت عقائد میں اخلاص، الحب للہ والبغض فی الدین میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہما کا ذکر بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ کرتے۔ ان کے فتاویٰ کو حرز جان بناتے۔ ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جایئے، کوئی مرید باصفا، محبّ بے ریا جو بیان کرتا اس سے زیادہ اس جانشین پیرانِ بزرگ کی زبانِ حق ترجمان سے چرچا ہوتا۔ (اہلسنّت کی آواز، ص: ۶۱)

حضرت احسن العلماء کی ذات اپنے عہد میں نقطۂ اتحاد تھی، مرکز عقیدت ومحبت تھی۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں زیادہ

تعداد علماء اور مشائخ کی ہے۔ ان کے خلیفہ و مجاز حضرات کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ ان میں بھی علماء کی اکثریت ہے۔ ان کے فیض یافتہ دنیا کے ہر خطے میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کی حیات کا اولین مقصد استحکام سنیت و ترویج مسلکِ اعلیٰ حضرت تھا۔ ان کی خلوت وجلوت ذکر اعلیٰ حضرت سے مہکتی رہتی تھی۔ ذکر رضا ان کی روحانی غذا تھی۔ دنیا میں لاکھوں لاکھ مداحان اعلیٰ حضرت ہیں۔ ان میں اہل علم بھی ہیں اور اہل کمال بھی لیکن جو بات حضرت احسن العلماء میں تھی وہ کسی میں نہیں۔ قرآن حکیم کے حافظ تو ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر علاقے میں ملیں گے لیکن ''حدائقِ بخشش'' کا حافظ شاید ہی دنیا میں کہیں مل سکے۔ حضرت احسن العلماء، جہاں قرآن حکیم کے حافظ تھے وہیں آپ ''حدائق بخشش'' کے بھی حافظ تھے۔ جس طرح قرآن حکیم کی تلاوت ان کے معمولات میں داخل تھا۔ اسی طرح ''حدائقِ بخشش'' کا ورد بھی ان کے محبوب مشاغل میں شامل تھا۔ ''حدائقِ بخشش'' کے اشعار صحیح تلفظ اور صحیح مخرج کے ساتھ پڑھنا یہ سب کے بس کا روگ نہیں۔ لوگ دعویٰ تو بہت کرتے ہیں۔ ڈینگیں تو بہت مارتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے ''حدائق بخشش'' کھول کر رکھا جاتا ہے اور ان سے اشعار پڑھنے کی گذارش کی جاتی ہے تو ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا ہے۔ مذہبی اسٹیج کا جو لوگ اپنے آپ کو ہیرو مانتے ہیں اور جنہیں اپنی زبان و بیان پر خوب خوب ناز ہے ان میں غالباً اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ''حدائقِ بخشش'' کے اشعار صحیح نہیں پڑھتے۔ جہاں تک اشعار کی تعبیر وتشریح کا معاملہ ہے تو تعداد اور بھی مایوس کن ہے۔ ''حدائق بخشش'' کی تیس سے زائد شرحیں مارکیٹ میں آچکی ہیں۔ ان میں ایک بھی شرح ایسی نہیں ہے جو اشعار رضا کی صحیح ترجمان ہو۔ شارحین حضرات قابل ستائش ضرور ہیں اس لیے کہ ان کی نیت بہر کیف خیر کی تھی۔ اس کار خیر کا انہیں ثواب ملے گا اور آئندہ ایسی جو بھی کوشش ہوگی اسے سراہنے کی ضرورت ہے لیکن حضرت احسن العلماء کی ذات اس معاملے میں طاق تھی، انہیں شارح ''حدائق بخشش'' ہونے کا حق حاصل تھا۔ اس لیے انہیں ماہر رضویات نہیں بلکہ شارح رضویات کہا جاتا ہے۔ سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جو لوگ زبان و بیان کے ابجد سے واقف نہیں ہیں وہ اعلیٰ حضرت کے منہ لگنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی نے کہا ہے:

منارِ قصرِ رضا تو بلند کافی ہے
تم ان کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو

فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے۔ ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو۔

حضرت احسن العلماء ابواب رضویات کے نشیب و فراز سے خوب خوب واقف تھے۔ ان کے زمانے میں جب بھی کسی کو رضویات کے کسی گوشے کی تفہیم میں دشواری ہوتی تو وہ آپ سے رجوع کرتا اور آپ کی تشریحات سن کر سائل کی ساری الجھنیں دور ہوجاتیں۔ اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی اس تعلق سے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر۔ ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکالر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کرتے، سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ آگے لکھتے ہیں:

ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کرکے ہم لوگ مطمئن ہوجاتے کہ اب والد معظم ہم لوگوں کو کوئی نیا نکتہ، کوئی نئی بات اور کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے اور یہی ہوتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا۔ پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہوجاتی۔ کبھی کبھی ہم بیٹے جب دیکھتے کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمہ کسی بات سے متفکر ہیں تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر لمحہ بھر میں دور ہوجاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ

رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت کے اشعار ''حدائقِ بخشش'' سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس ایک مضبوط تر وسیلہ تھا اور وہ تھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور منقبتیں اسی ترتیب سے سناتے چلے جاتے جیسی کتاب میں درج ہیں۔''

(یادِحسن، ص:۲۲-۲۳، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف)

راقم الحروف نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ اور ان کی تحریک سے جو بے لوث محبت مشائخ مارہرہ میں دیکھی ہے اس کی کوئی دوسری نظیر اب تک سامنے نہ آسکی ہے اور آئندہ بھی ایسی کوئی امید نہیں ہے۔ مشائخِ مارہرہ اپنے دینی معمولات میں پہلے بھی بے مثال تھے، آج بھی بے مثال ہیں اور انشاء اللہ صبح قیامت، تک بے مثال رہیں گے۔ امام احمد رضا قادری، برکاتی قدس سرہ کی محبت کے دعوے داروں سے دنیا اَٹی پٹی ہے لیکن ان کی تحریک اور ان کے مشن سے محبت کرنے والوں کو انگلیوں پہ گنا جاسکتا ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے تو بہت ہیں لیکن مسلکِ اعلیٰ حضرت کے عامل و ناشر بہت کم ہیں۔ برِصغیر ہند و پاک میں ہزاروں دینی ادارے اور تنظیمیں ان کے نام سے منسوب ہیں۔ ماضی قریب میں اتنی مقبولیت شاید ہی کسی دینی شخصیت کے حصے میں آئی ہو۔ مگر مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانے میں وہ ادارے خاطر خواہ رول ادا نہیں کر پا رہے ہیں۔ ہندوستان سے ایک درجن سے زائد سنی رسائل پابندی کے ساتھ نکل رہے ہیں لیکن اس تعلق سے ان رسائل پہ بھی خوف کا گہرا سایہ پڑا ہوا ہے۔ راقم الحروف ذاتی طور پر ایسے لوگوں سے بھی واقف ہے جن کے اقوال و افعال مسلک اعلیٰ حضرت کے سراسر منافی ہوتے ہیں۔ لیکن پوسٹروں اور کتابوں میں ان کے نام کے ساتھ ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت لکھا ہوتا ہے۔ وہ چند سکوں کے عوض اپنا ضمیر و خمیر بیچتے رہتے ہیں اور عوام کے ذہن و فکر کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ میں ایسے افراد کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اصلاح حال کے لیے مشائخ برکات کی صحبت میں بیٹھیں۔ اگر میرے مشورے پر عمل کر لیا گیا تو مجھے یقین ہے کہ مذہب و مسلک کے حوالے سے ان کی دو رنگی ختم ہو جائے گی اور دارین میں انہیں سرخ روئی بھی حاصل ہوگی۔

حضرت احسن العلماء مسلک اعلیٰ حضرت کے جانفروش مجاہد تھے۔ سچے داعی و پیامی تھے۔ ان کی ہر سانس اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی محبت میں ڈوبی ہوئی تھی، جن کے قول و فعل سے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کا شبہ ہوتا۔ ان کی طرف آپ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، وہ اپنی آنکھوں میں دنیا کے گوشے گوشے میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نفاذ کا خواب سجائے ہوئے تھے، ان کی ہر محفل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نعروں سے گونجتی تھی۔ ان کی ہر بزم کی ابتدا و انتہا مسلک اعلیٰ حضرت پہ ہوتی تھی، ان کے میکدۂ عشق و عرفان میں جو جام چلتا تھا اس سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی میں عشق رسول، عشق صحابہ اور عشق اولیاء کا تحفظ دیکھتے تھے۔ اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری، برکاتی لکھتے ہیں:

> ''تعظیم رسول اور حب رسول کے معاملے میں وہ کسی سمجھوتے کے قائل نہیں تھے۔ غالباً یہی سبب تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو صرف چاہتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت کے معتبر ترین شارح رضویات تھے ''حدائق بخشش'' انہیں زبانی یاد تھی اور میں نے انہیں کبھی اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ان کا لگاؤ اس قدر گہرا تھا کہ اپنے وصال سے کچھ دن پہلے انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی جائیداد کے بارے میں نہیں بلکہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تحفظ اور ترویج کی وصیت کی۔ وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کو اسوۂ صحابہ، ارشادات امام اعظم، طرزِ غوث پاک اور طریقۂ صاحب البرکات سے جدا تصور نہیں کرتے تھے۔'' (یادِ حسن ص:۶)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''سرور عالم ﷺ کی عظمت پر انہوں نے کسی قسم کا کمپرومائز

(سمجھوتہ) نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے حضور احسن العلماء کو جو ایک مخصوص، والہانہ محبت تھی وہ بھی غالباً عشق رسول ﷺ کی دین تھی، مسلک اعلیٰ حضرت کی اساس الفت رسول و عظمت نبی پر قائم ہے۔ اسی لیے تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے وقت آخر سے دو تین دن پہلے اپنے بچوں کو جو وصیت کی وہ یہ ہے:

مسلکِ اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا، میرا جو مرید اس مسلک سے ہٹ جائے میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو عشق رسول، عظمت نبی اور اپنے بزرگوں کے اقوال سے جدا نہیں جانتے تھے، خدا گواہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرۂ شیرانہ جس دلیری، استقامت، مداومت اور تسلسل سے خانوادۂ برکات کے ان دو بزرگوں یعنی حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے لگایا۔ اس کی سعادت ان کے زمانے میں شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔ دراصل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے پردے میں وہ الفت رسول کا نعرہ لگاتے تھے۔ عظمت نبی کا پرچار کرتے تھے۔"

(یاد حسن، ص:۱۲۱، دارالاشاعت برکاتی مارہرہ شریف)

حضرت احسن العلماء، علم پرور اور علماء نواز تھے۔ ان کی علماء نوازی بہت مشہور ہے۔ خانقاہوں میں عام طور پر علماء نوازی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ ملک میں ایسی بہت کم خانقاہیں ملیں گی جہاں علماء کا شایانِ شان احترام کیا جاتا ہو۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ خانقاہیں اہل علم سے خالی ہوتی جارہی ہیں۔ اہل تصوف کی جو تعریف کی گئی ہے زمین بہت حد تک ان سے خالی ہوچکی ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا۔ اس لیے جس خانقاہ کی سربراہی صوفیا کو حاصل ہوگی وہاں علما کی عزت افزائی لازمی ہے۔ صوفیاء جہاں اسرار الٰہی کے رازداں ہوتے ہیں وہیں مقام علم و علماء کے بھی عارف ہوتے ہیں، ملک میں کچھ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں امام احمد رضا قادری برکاتی کا نام لینا جرم سمجھا جاتا ہے۔ ایسا اس لیے کہ ان خانقاہوں سے علم اٹھ چکا ہے اور دنیا داروں کا غلبہ ہوچکا ہے۔ خانقاہِ برکاتیہ اپنے اجداد کے قدم بقدم چل رہی ہے۔ علم پروری اس خانقاہ کے دستور اساسی میں شامل ہے۔ مشائخ برکات کا نعرہ ہے "آدھی روٹی کھاؤ بچوں کو پڑھاؤ" اس نعرے پر ان کا سو فی صدی عمل بھی ہے۔ اس کے شواہد علی گڈھ اور مارہرہ شریف میں سر کی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت احسن العلماء نے جو خواب دیکھا تھا ان کے صاحبزادگان ان کے خوابوں کو تعبیر دے رہے ہیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت بھی صاحبزادگان کے مشن کا ایک اہم حصہ ہے۔

حضرت احسن العلماء کی رضا نوازی اور مسلک دوستی ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، برکاتی کی محبت میں سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے، وہ صحیح معنی میں اسیر رضا تھے۔ ان کے لبوں پہ ہر وقت نغمات رضا مچلتے تھے، ان کی محفلوں میں جب تک ذکر رضا نہیں ہوتا تھا، اس وقت تک انہیں سیری نہیں ہوتی تھی، اس طرح کی ایک محفل کا ذکر حضرت علامہ بدالقادری صاحب نے اپنی کتاب "جادہ و منزل" میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آج ان شہباز ان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے۔ مسرت و شادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے رکشہ سے اتر گئے اور پیدل چل کر آستانہ بوسی کرتے ہوئے پہلے مسجد میں داخل ہوئے۔ غسل ولباس میں مصروف تھے کہ خادم نے آکر خبر دی، آج عاشورہ محرم ہے۔ قرآن خوانی شروع ہوچکی ہے، خانقاہ برکاتیہ میں آج سید الشہداء، نوشاہ گلگوں قبا شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ امام الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ کا عرس بھی ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا۔ نعمانی

صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں۔ چند لمحوں کی زیارت ہو جائے تو بھی غنیمت ہے، ہم عمر ہا عمر کے پیاسے مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خدا نے کرم ایسا کیا کہ عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ نکلی۔ اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاس گنج کے مولانا قاری صغیر احمد صاحب برکاتی تشریف لائے۔ تعارف ہوا اور انہیں کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ نعت خواں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے۔ ملاقات کی پھر کیا تھا؟ تقریر شروع ہوئی۔ ڈھائی گھنٹے تک تصوف و تاریخ اور معارف و حقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی اور تقریباً پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی لوگ تھے۔

اس محفل کا اختتام بھی حسب روایتِ اہل سنت صلوۃ و سلام اور دعا پر ہوا۔ پھر شیرنی تقسیم ہوئی۔ اس واقعے کی خاص بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس محفل میں دو ڈھائی گھنٹے کی تقریر کے بعد بھی صلوٰۃ وسلام خود احسن العلماء ہی نے پڑھا اور سلام بھی کون وہی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا جاں نواز، ایمان افروز عشق آگیں اور مشہور انام سلام یعنی ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا:

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں عقیدت و مسرت کے آنسو امنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقا زادوں کی ان سے عقیدت و محبت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھئے تو امام احمد رضا کی ان کی سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے ان کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنا دیا۔'' (یادِ حسن، ص: ۱۱۹-۱۲۰، جادۂ و منزل ۷۹/۴۸۰/۴۸، دارالاشاعت برکاتی مارہرہ شریف)

حضرت احسن العلماء کو اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے جو گہرا لگاؤ تھا اس کا ذکر علمائے اہلسنت نے کثرت سے کیا ہے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''آخری زیارت کا شرف مجھے ۲۴ راگست ۱۹۹۵ء کو حاصل ہوا جب کہ حضرت دہلی کے جی. بی پنتھ اسپتال میں دل کے آپریشن کے لیے سی، سی، او میں صاحب فراش تھے۔ ان کے عالی وقار صاحبزادگان پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین، سید محمد اشرف اور حضرت کے بھانجے پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی معیت میں ان کے کیبن میں داخل ہوئے۔ حضرت کے نورانی چہرہ پر جیسے ہی نظر پڑی رقت طاری ہوگئی اور ہم آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت پر بھی اس وقت کچھ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی۔ اسی عالم میں حضرت نے ''کل ہند سنی کانفرنس'' کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی جو ۲۶ راگست کو دہلی کے ''رام لیلا'' میدان میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کو اپنی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے سرفراز کیا۔ دم رخصت فرمایا۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ ڈٹے رہیے۔

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انہیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی۔

اعلیٰ حضرت ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے عشق رسول کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا، ہزاروں رحمتیں نازل ہو تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروزمند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ

وسلامت رہا۔" (سید ین نمبر، ص:۸۳۶/۸۳۷)

حضرت احسن العلماء نے لوگوں سے تعلقات کے لیے اپنا ایک واضح پیمانہ بنا رکھا تھا اور وہ پیمانہ تھا مسلک اعلیٰ حضرت۔ انہوں نے اچھے اچھوں کو صرف اس لیے نظرانداز کردیا کہ ان کے دل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے صاف نہ تھے۔ یا ان کی زبانیں تو مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید کرتی تھیں لیکن قول وفعل سراسر اس کے منافی تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی سے ذرہ برابر کدر رکھنے والوں کے لیے ان کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"مسلک اعلیٰ حضرت میں نہ ادنیٰ سی مداہنت خود فرماتے تھے اور نہ اس کو برداشت فرماتے تھے، اگر اپنے کسی مرید یا متعلق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ذرے کے برابر بھی متجاوز دیکھتے تو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی نیازمند ظاہر کرے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کی عملی تصویر تھے۔ ایک بہت مشہور سلسلہ کے افراد ہیں جن کا تعلق تاج العرفاء حضور اچھے میاں صاحب کے عہد پاک سے ہے۔ اس خاندان کے بہت سے افراد بعض مشائخ برکاتیہ کے استاذ بھی ہیں اور یہ لوگ ظاہری نیازمندی اور عقیدت ظاہر کرنے میں سب سے آگے بھی ہیں اور یہ لوگ جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے احسن العلماء شایان شان آؤ بھگت فرماتے۔ مگر جب انہوں نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایک فتوے پر کچھ ناروا جملے استعمال کردیئے تو حضور احسن العلماء قدس سرہ نے ان لوگوں سے بالکلیہ تعلقات منقطع فرمادیئے۔"

(ماہنامہ کنزالایمان، دہلی، شارح بخاری نمبر، ص:۲۲)

حضرت احسن العلماء نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کو اپنے دل میں بسا رکھا تھا۔ آپ ہر اس چیز کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس کو اعلیٰ حضرت سے دور کا بھی تعلق تھا۔ ان کو خانوادہ رضویہ بریلی شریف کے ہر فرد سے خصوصی لگاؤ تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ خانوادۂ رضویہ کے بہت سارے معاملات میں عملی طور پر دخیل بھی تھے۔ جب بھی خانوادہ رضویہ کو کسی الجھاؤ کا سامنا ہوتا تو خاندان کے بزرگ افراد حضرت احسن العلماء سے رابطہ کرتے اور آپ ان کی معقول رہنمائی فرماتے۔ آپ خانوادۂ رضویہ کو خانوادۂ برکات سے الگ کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کے صاحبزادگان کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت احسن العلماء کی خانوادۂ رضویہ سے یہ محبت ہی تو تھی کہ آپ نے اپنے بعض صاحبزدگان اور خاندان کے دوسرے افراد کے لیے شیخ طریقت کے طور پر حضور مفتی اعظم ہند کا انتخاب فرمایا۔ کچھ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ آپ سید ہوکے اپنے بچوں کو خان زادے کی بیعت میں دیا ہے تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ سیدوں میں ویسا کوئی پیر بتادے تو میں اپنے بچوں کو ان کی بیعت میں دے دوں گا۔ آپ اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کا نام دیتے تھے۔ حضرت مولانا لیٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"روایت متواترہ کے مطابق ممبئی کی ایک محفل میں جہاں بہت سے علماء اور معززین شہر تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت احسن العلماء کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا کہ حضور آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟ احسن العلماء نے جواباً ارشاد فرمایا۔ میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں ایک کا نام ہے اعلیٰ حضرت بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان۔ یقیناً یہ احسن العلماء کی کرم نوازی و اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ اپنے خانوادہ کے ان دونوں غلاموں جو عصر حاضر میں اہلسنت کے امام بن چکے ہیں انہیں اپنے خانوادے کی سب سے بڑی کرامت قرار دے رہے ہیں اور انتخاب و اپنائیت کی بات یہیں تک محدود نہیں رہ گئی ہے بلکہ خانوادہ برکاتیہ کے کئی افراد

حضور مفتی اعظم سے بیعت وارادت بھی رکھتے ہیں۔"

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

(اہلسنّت کی آواز، جلد دوم، ص: ۷۲/۱۷)

حضرت احسن العلماء مسلک اعلیٰ حضرت کو مسلک صدیق اکبر، مسلکِ فاروق اعظم، مسلک عثمان غنی، مسلک مولائے کائنات، مسلک صحابہ، مسلکِ امام اعظم، مسلکِ غوث اعظم اور مسلک خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جدا کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت ہی میں اسلامی قدروں کا صحیح تحفظ دیکھتے تھے اور یہ عین حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو مسلک اعلیٰ حضرت کو اختلافی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا مذہبی امتیاز دن بدن مشکوک سے مشکوک تر ہوتا جارہا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات مقبول بارگاہ خدا و رسول ہے۔ ان سے عداوت و دشمنی رحمت الٰہی سے دوری کا سبب ہے اور اس کے بہت سارے شواہد بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ حضرت احسن العلماء کی مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ استقامت کے تعلق سے امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (جنہیں ان کے مرشدان کرام "چشم و چراغ خاندان برکات" کہتے تھے) سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتیِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔ فرماتے تھے یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ بیٹا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا، درحقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہی مسلک صاحبُ البرکات ہے۔ مسلک غوث اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر۔ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں ادنیٰ توہین کرنے والے سے ملنا انہیں گوارہ نہیں تھا خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو۔ کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو۔ ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت اور مفتیِ اعظم کا ذکر میرے اعلیٰ حضرت اور میرے مفتیِ اعظم کہہ کر فرماتے تھے، اور اعلیٰ حضرت کو رضائے آلِ رسول فرماتے تھے۔"

(سیرت احسن العلماء، ص: ۷، برکاتی پبلشرز، کراچی)

حضرت احسن العلماء ایک عہد تھے۔ ایک روشن تاریخ تھے۔ جب تک آپ بقید حیات رہے ملی فیروزمندی کے لیے کوشاں رہے۔ مسلکی اتحاد کی دعوت دیتے رہے۔ ان کا نسبی و ایمانی رشتہ مدینے سے جڑا ہوا ہے۔ ان کا مشربی و خاندانی تعلق بغداد معلیٰ سے انتہائی مستحکم ہے۔ وہ میخانۂ بغداد کے ساقی تھے۔ ان کی محفل نور و نکہت میں جو جام چلتا تھا وہ بغدادی جام ہوتا تھا۔ قدرت نے انہیں اتنا نوازا تھا اتنا نوازا تھا کہ انہیں کسی دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان کی حیات کے سارے نقوش کو محفوظ کرنے کی ضرورت ہے اور انہیں بڑے پیمانے پر عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے ارشادات و پیغامات میں اتنی وسعت و جامعیت ہے کہ انہیں پڑھنے کے بعد قلب ہنگامۂ ایں و آں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ ان کی زندگی کا ہر باب اپنے اندر جہان فلاح وظفر لیے ہوتا ہے۔ ہماری کم مائیگی یہ ہے کہ ہم ایسی شخصیات کو سمجھنے اور ان کی ذات سے وابستہ ذروں کو سمیٹنے کی ابتدا ان کے وصال کے بعد کرتے ہیں۔ اگر ان کی حیات میں ایسی کوششیں ہوتیں تو بہت سارے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھ جاتیں اور ملی فلاح کے ہزاروں ابواب کھل جاتے۔

ہم نے حالیہ برسوں میں کچھ ایسے حوصلہ افزا کام کیے ہیں لیکن جن حضرات پہ کام ہوا ہے وہ حضور احسن العلماء کے مستفیدین میں تھے۔ حضرت احسن العلماء نے حیات و خدمات پہ اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی نے "یادِ حسن" کے نام سے اچھی کوشش کی ہے۔ مولانا مبارک حسین مصباحی نے بھی سیدین

نمبر کے ذریعے ان کی بارگاہ میں بہتر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ پھر بھی ابھی بہت سارے گوشے ایسے ہیں جو پردۂ خفا میں ہیں۔

حضرت احسن العلماء نے بہت سارے خواب اپنی آنکھوں میں سجا رکھے تھے۔ ان کے جذبات واحساسات اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ ان کی اولین خواہش تھی کہ ہر گھر کی دہلیز پر مسلک اعلیٰ حضرت کا چراغ جلتا ہوا دکھائی دے۔ ان کی رضانوازی ومسلک نوازی کے حوالے سے مزید علماء ومفکرین کے خیالات وتاثرات ذیل میں ملاحظہ کریں، فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ عنہ المولی القوی سے حضرت کو غایت درجہ عشق تھا۔ ان کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' کے تینوں حصے کے حافظ تھے۔ اکثر ان کے اشعار بڑی محبت کے ساتھ پڑھتے۔ پھر ان کی بہترین شرح فرماتے۔ انداز بیان بڑا والہانہ اور پرکشش ہوتا تھا۔ ان کا مشن تھا اسلام وسنیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت، اس کے علاوہ ان کی ذات بابرکات میں اور بھی بہت ساری خوبیاں تھیں جن سے میں متاثر ہوکر ان کا گرویدہ ہوا۔

(یادِ حسن، ص: ۲۵۶، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف)

حضرت مولانا خلیق احمد اعظمی لکھتے ہیں:

''آپ نے پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت اور اس کی ترویج میں صرف کردی۔ آپ اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنی ہر محفل میں ان کی اور ان کے صاحبزادگان کی ضرور تعریف کرتے تھے۔ احسن العلماء کا اکثر سفر دعوت حق، تبلیغ دین متین اور مسلک اعلیٰ حضرت ہی کے لیے ہوا کرتا تھا۔ آپ قادر الکلام تھے۔ آپ کو احقاقِ حق و ابطال باطل سے کوئی چیز مرعوب وخائف نہیں کیا کرتی تھی۔ امام احمد رضا کی باتوں کو واضح اور جامع اسلوب کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ (سیدین نمبر: ص: ۱۰۲۶ء)

حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی پوربندر گجرات لکھتے ہیں:

''فقیر سراپا تقصیر کو مارہرہ مقدسہ کے دو بزرگوں کے علاوہ کسی اور بزرگ کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ وہ دو بزرگ ہیں حضرت سید العلماء سید آلِ مصطفیٰ صاحب اور احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ حضرت قبلہ حسن میاں علیہ الرحمہ کی خدمت عالی میں متعدد بار حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ تو پوری پوری رات ان کی خدمت میں بیٹھنے کی سعادتیں ملی ہیں۔ آپ کی نجی محفل کیا تھی؟ ایک یونیورسٹی تھی۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمان تھی بلکہ ان کی کوئی محفل امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے ذکر سے خالی نہ ہوتی۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے عظیم سپہ سالار کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کے قلوب کو حرارت عطا کرتے رہے۔ عشق رسول کی روشنی اور چمک سے مزین فرماتے رہے۔ آپ کی محفل میں علم وعرفان کی بارش ہوا کرتی تھی۔ آپ کا نورانی چہرہ اور اس کی تابانی کا کیا کہنا۔ آپ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون حاصل ہوجاتا تھا اور اس پر مزید وصف یہ تھا کہ آپ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے شیریں جملے سن کر ایمان تازہ ہوجاتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ زندگی کی یہ حسین گھڑیاں مرتے دم تک ایمان کی حفاظت کریں گی۔ آپ کی زبان سے مارہرہ مطہرہ کے اسلاف اور خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تذکرے سننے کی جو سعادتیں حاصل ہوئی ہیں وہ تادم مرگ یاد رہیں گی۔'' (مسلم ٹائمز ممبئی، احسن العلماء نمبر، ص: ۶۲، ۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی لکھتے ہیں:

اس خصوص میں حضرت کی ذات منفرد تھی کہ پیرزادہ ہونے کے باوجود انہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

والرضوان سے غایت درجہ عشق اور والہانہ تعلق تھا۔ اعلیٰ حضرت کو جب وہ ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہوگیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو — ان کی کوئی محفل ایسی نہیں ہوتی تھی جب کہ مزے لے لے کر وہ اعلیٰ حضرت کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔''

(سیدین نمبر، ص:۸۶۱/۸۶۲)

حضرت مولانا عبدالوحید مصباحی لکھتے ہیں:

''جالون، کالپی، اورئی، کدورہ، کھرونج، گلولی، موئی موہاری یعنی پورے ضلع جالون کے بیشتر قصبات و دیہات میں حضرت احسن العلماء برابر دورہ فرماتے۔ ان تمام دیہات کے بیشتر سنی حضرات آپ ہی کے دست حق پر سلسلہ برکاتیہ میں داخل ہیں۔ آپ اس علاقے کے لیے ایک ایک ہفتہ کا وقت عنایت فرماتے، لیکن عقیدت مندوں کے لیے ایک ہفتہ کا ٹائم چند لمحوں کی طرح گزر جاتا۔ جب تک آپ کا قیام رہتا آپ کے گرد معتقدین کا تانتا لگا رہتا۔ کوئی مرید ہونے کے لیے آرہا ہے کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنے تو کوئی اپنی الجھن و پریشانی سنا کر دعا و تعویذ کا خواستگار ہے۔ غرضیکہ ایسا محسوس ہوتا کہ ایک شمع ہے جس کے گرد پروانے ہجوم لگائے ہیں۔

اس علاقے پر حضرت احسن العلماء و حضرت سید العلماء کا خصوصی فضل و کرم رہا۔ آپ ہی حضرات کے ورود مسعود سے لوگوں کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہا۔ دیوبندیت و نجدیت داخل نہ ہوسکی اور پورے علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہوا۔ جہاں آپ کے دوروں سے وہابیت و دیوبندیت کی بیخ کنی ہوئی اور اس کا صفایا ہوا وہیں بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو نفس پرست، شکم پرور اور دنیا دار پیروں سے نجات مل گئی۔ جو پیری مریدی کے نام پر لوگوں کا استحصال کر رہے تھے، نذرانہ کے نام پر موٹی موٹی رقمیں لے کر اپنی جیبیں بھر رہے تھے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا جھوٹا ڈنڈھورا پیٹ رہے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے ان کی قلعی کھل گئی اور ان مکاروں کا صفایا ہوگیا۔ آپ ہی سے شریعت و طریقت کے اصول و ضوابط اور پیر و مرید کے باہمی روابط کا قطعی علم ہوا۔ آپ نے امراء کے موٹے موٹے نذرانوں کو ٹھکرا کر شانِ استغنا اور توکل کی عملی تربیت فرمائی اور غریب مریدوں کی امداد و اعانت کر کے ''والید العلیا خیر من الید السفلی'' کی عملی نظیر پیش فرما کر لوگوں کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ (سیدین نمبر ص:۱۰۶۲)

حضرت مولانا حافظ شمشاد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو گہری عقیدت تھی۔ کثرت سے اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھتے اور بڑے ہی والہانہ انداز میں اعلیٰ حضرت کا ذکر جمیل کرتے، اس مجلس میں کئی مرتبہ آپ نے اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر گفتگو فرمائی اور اپنی گہری عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں کا خصوصیت سے آپ نے تذکرہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی ایمان کی کسوٹی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا ہے وہی حق ہے۔ اسی میں نجات ہے۔ وہی صحابہ اور تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مذہب

ہے۔ اس سے سرمو انحراف آدمی کو ہلاک کردے گا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کثرت سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم لوگوں کو کئی ایک رسالے کا نام لے کر بڑے ہی مؤکد انداز میں حکم فرمایا کہ ان رسالوں کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں کہ عقائد و اعمال کی اصلاح و درستگی میں یہ رسالے حد درجہ مفید ہیں اور آپ کے الفاظ تو ابھی تک دل و دماغ میں گردش کررہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے رسائل و کتب کو سمجھ لینے کے بعد آدمی مکمل عالم بنتا ہے۔ جب کہ اس کے بغیر آدھا عالم رہتا ہے۔

(سیدین نمبر، ص:۱۰۷۷)

حضرت مولانا ناظم علی لکھتے ہیں:

''آپ مجدد اعظم، محدث اکبر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عاشق زار تھے۔ آپ امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی عبقریت و انفرادیت کا ذکر فرماتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات کا ذکر بارہا فرماتے اور فرماتے میرے اعلیٰ حضرت، آپ اپنے مریدین و معتقدین کو امام احمد رضا قدس سرہ کی محبت وعقیدت کا جام عطا فرماتے۔ قرآنی آیتوں کا اردو ترجمہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مقبول زمانہ ترجمہ ''کنز الایمان'' سے فرماتے۔ تقریری مضامین کے خلاصہ کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کے نعتیہ کلام پیش فرماتے۔ آپ نے اپنے اشعار میں بھی امام احمد رضا سے عشق و الفت کا اظہار فرماتے۔'' (سیدین نمبر، ص:۹۱۳)

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی لکھتے ہیں:

''حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کا جوڈنکا بجایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس مسلک حقہ کے فروغ و استحکام کے لیے آپ نے تحریری اور تقریری، انفرادی اور اجتماعی کاوشیں کیں جو ان کی حیات و خدمات کو دیکھنے اور پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بکواس کرنے والوں اور اس پر اعتراض کرنے والوں کو وہ دنداں شکن جواب دیتے رہے۔'' (تجلیات رضا، ص:۱۶۶، ۱۹۹۵ء)

حضرت احسن العلماء پوری دنیائے سنیت کے قائد و سربراہ تھے۔ ان کے آگے بڑے بڑے فضل و کمال کے حامل حضرات کی گردنیں عقیدت و احترام میں خم رہا کرتی تھیں۔ دنیائے سنیت میں کوئی ایسا سر نہ تھا جس نے آپ کے آگے جھکنے سے انکار کردیا ہو۔ آپ کو عالم سنیت کی فرماں روائی حاصل تھی۔ ایک قائد ایک سربراہ اور ایک عادل فرماں رواں کا جو رول ہوتا ہے، آپ نے کبھی اسے مجروح ہونے نہیں دیا۔ ان کی پیشانی کشادہ تھی لیکن اس سے کہیں زیادہ ان کے دونوں ہاتھ کشادہ تھے۔ آپ روتی آنکھوں اور مرجھائے ہوئے چہروں کو دیکھ کر بے قرار ہوجاتے تھے۔ ان سب کے باوجود انہوں نے تازندگی اپنے آپ کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے خادم کے روپ میں پیش کیا۔ اس دور پرفتن میں مسلک اعلیٰ حضرت پہ عمل اور اس کی ترویج و اشاعت کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن ان کی نظیر پیش کرنا مشکل ہی نہیں مشکل تر ہے۔ نسبی، خاندانی اور علمی اعتبار سے ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا، اتنا بلند اتنا بلند کہ ہم جیسے کمین لوگ اس کا تصور نہیں کرسکتے مگر وہ اپنے آپ کو ہمیشہ فقیر قادری لکھتے رہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے وہ کسی موسم کے پابند نہیں تھے۔ جہاں بیٹھ جاتے وہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچار شروع کردیتے۔ ان کے اس وصف خاص کا سب نے اعتراف کیا ہے۔ اعتراف کرنے والوں میں علماء بھی ہیں، صوفیا بھی ہیں، محدثین بھی ہیں، مصلحین بھی اور شعراء بھی ہیں۔ انہوں نے دم آخر بھی مسلک اعلیٰ حضرت کو فراموش نہیں کیا۔ دیکھئے لکھنے والے لکھتے ہیں کہ:

''وصال سے چند روز قبل اپنے ہونہار فرزند رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب دام ظلہٗ کو بلایا اور قریب کرکے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

فاضل بریلوی کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ابا جان کیوں اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا۔ ان کو تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ تو ہمارے ممدوح ہیں۔ خانوادۂ برکاتیہ کی آبرو ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو یہی بتانا چاہتا ہوں اور میری یہی آخری وصیت ہے کہ تم کبھی اعلیٰ حضرت کی عظمت و محبت میں ذرّہ برابر فرق نہ آنے دینا اور سرمو مسلک اعلیٰ حضرت سے متجاوز و منحرف نہ ہونا۔ ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو خانوادۂ برکاتیہ کی سب سے بڑی کرامت بتاتے۔ آپ بارہا تقریر میں فرماتے کہ سچا آلِ رسول وہ ہے جو امام احمد رضا جیسے سچے عاشق رسول سے محبت و عقیدت کا رشتہ مستحکم سے مستحکم بنائے رکھے۔ آپ جب بھی اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو میرے اعلیٰ حضرت کہتے اور فرماتے کہ میاں اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا اور سمجھنا کوئی کھیل نہیں، اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے علم چاہیے۔ (اہلسنت کی آواز، ص: ۲۶۷)

حضرت احسن العلماء کی مسلک اعلیٰ حضرت سے محبت و عقیدت کا اعتراف جہاں علماء کی کثیر تعداد نے کیا ہے وہیں شعراء کی بہت بڑی تعداد نے بھی آپ کے اس امتیازی وصف کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ہم ذیل میں شعراء کے منظوم اعترافات پیش کرتے ہیں ملاحظہ کریں، ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم لکھتے ہیں:

شارح قرآن وحدیث
پاسبانِ شریعت
رازدارانِ طریقت
نگہبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت
شانِ سنیت
قادریت کی آن
برکاتیت کی جان
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے
پیارے ماموں جان!
دوست کیسے ہوں، کون ہوں
آداب اس کے بھی بتائے
اصل اس کی بتائی
تصلب فی الدین
یعنی ڈٹا ہو وہ دین حق پہ
سر کعبہ کا طواف کرتا ہو
دل گھومتا ہو اس کا مدینہ کی گلیوں میں
خیال میں اس کے ہر دم شہر بزرگ بغداد بسا ہو
سانس لیتا ہو شہر شریف اجمیر کا
شاہ برکات پہ دم بھرتا ہو
اور اتنی تفصیل میں نہ جاتا ہو تو
اول و آخر، سیدھی سپاٹ مگر پختہ کسوٹی
مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ ڈٹا ہو
سنیوں کے لیے یہی درس تھا
یہی پیغام، یہی ہدایت
سہل بھی، آسان بھی
سجدہ خدا کے لیے، سودا دل میں محمد کا، دامن ہاتھ میں غوث کا
راہِ سلوک میں عشق شاہ برکات کا
عقائد میں رہنمائی امام احمد رضا کی
اپنے زمانہ میں نمونہ کے لیے حوالہ مصطفیٰ رضا کا
ہر بات ذہن پر نقش کر دی
دل میں بٹھادی
سب کچھ انمٹ ہے
ایسے ہادی تھے
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان،
میرے پیارے ماموں جان
دین کا عدو، ان کا عدو
جو اعلیٰ حضرت سے پھرا
وہ ان سے پھرے
کلامِ اعلیٰ حضرت

ہردم وردتھا
اقوالِ اعلیٰ حضرت
صبح وشام، ہمہ وقت زبان زد تھے
امام احمد رضا کی عقیدت
خانوادہ برکات کی محبت بنی
برکاتی کرامتوں کے امین، مصطفیٰ رضا پر انہیں بے حد ناز تھا
جھوم کر، سر بلند کر کے دوہراتے تھے اقوالِ مرشد
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
ان کے شیخ طریقت، میرے پیر و مرشد کہہ گئے
لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیر
تیرا، تیرا ہے، ترا احمد رضا
دیکھ لیں حاسد دور کے نزدیک کے
خانوادہ کی روایت کس سے بڑھی
کون تھے وہ؟
وہ تھے آپ کے پیر و مرشد اور
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان،
میرے پیارے ماموں جان
(یادِ حسن، ص:۱۶۴، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف)

تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب:

اے نقیبِ اعلیٰ حضرت مظہرِ حیدر حسن
اے بہارِ باغِ زہرا میرے برکاتی چمن
مرد میدانِ رضا، وہ حیدرِ دین خدا
شیر سیرت، شیر دل، حیدر نما ملتا نہیں

حقؔ بنارسی علیہ الرحمہ:

جلوہ فشاں ہے رنگ حجاب حسن میاں
اس دور میں ہے کو جوابِ حسن میاں
پیش نظر ہیں اب بھی جنابِ حسن میاں
اکثر سنا ہے یوں بھی خطابِ حسن میاں
ہم مسلک رضا جو نہیں وہ میرا نہیں
میں اپنے سلسلے کا اسے جانتا نہیں

مسلک کبھی جناب رضا کا نہ چھوڑنا
مارہرہ سے بریلی کا رشتہ نہ توڑنا
احکامِ مصطفیٰ سے کبھی منہ نہ موڑنا
بدمذہبوں سے اپنا تعلق نہ جوڑنا
تا عمر سنّیت کا علم ہاتھ میں رہے
ہر کاروانِ اہلِ وفا ساتھ میں رہے

اشرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی:

احمد رضا سے تھی ایسی الفت
فرما رہے تھے وہ وقت رحلت
ان کا نہیں جو اپنا نہیں وہ
سارے جہاں میں کردو منادی
قبل از وصال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے
احمد رضا سے جو تھی الفت حسن میاں کی

مولانا قاری محمد قاسم حبیبی:

مسلکِ احمد رضا خاں زندہ و پائندہ باد
تیرے مظہر، ترے مظہر مصطفیٰ حیدر حسن

محمد رحمت اللہ صدیقی:

ہو مسلکِ رضا پہ ہر اک شخص گام زن
یہ آرزو حسین جنابِ حسن کی تھی

مولانا محمد ابرار حسین رضوی:

حافظ و قاری صوفی، امام و خطیب
اور روحانیت کے تھے، حاذق طبیب
مسلکِ اعلیٰ حضرت کے، اعظم نقیب
زاہد و متقی، ماہر علم و
میرے سید حسن میرے سید

جانِ احمد رضا، روح آلِ عبا
اک اِدھر مصطفیٰ اک اُدھر مصطفیٰ
مفتیِ ہندیہ ہیں تو وہ باصفا
ہیں شریعت طریقت کا گنگ و
میرے سید حسن میرے سید

محمد عنایت برکاتی:

وہ بریلی کا مجدد حضرت احمد رضا
ان کا مسلک بانٹتے تھے مرشد اعظم میرے
مسلکِ احمد رضا پہ ڈٹ کے رہنے کا سبق
وقت آخر دے گئے ہیں مرشد اعظم میرے

حضرت احسن العلماء مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نقیب ہی نہیں نقیب اعظم تھے، وہ اپنے ہر وصف میں بے مثال تھے، لیکن ان کا یہ وصف سب پہ نمایاں تھا، سارے اوصاف پہ غالب تھا۔ ان کا اسم گرامی مصطفیٰ حیدر حسن تھا۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مولائے کائنات شیرِ خدا، مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جلوؤں کی رعنائیاں ان کی ذات میں سمٹی ہوئی تھیں۔ حضرت شاہ برکات سے لے کر تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہما تک سب کی صورت وسیرت کی چاندنی ان کی شخصیت سے جھلکتی تھی۔

حضرت احسن العلماء کے عقیدت مندوں، نیاز مندوں اور ارادت مندروں کی ہر سمت اک بھیڑ دکھائی دیتی ہے۔ ان پہ جان ومال نثار کرنے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی لیکن انہوں نے کبھی کسی کے مال کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا، کسی کی دولت سے مرعوب نہیں ہوئے اور کسی کا اقتدار انہیں خائف نہ کر سکا۔ انہوں نے بیعت وارادت کا سلسلہ اس لیے جاری کر رکھا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی قندیلیں روشن کی جاسکیں، اصولِ سنّیت کا انہیں پابند بنایا جاسکے، انہیں اوامر کا خوگر بنایا جاسکے، نواہی سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کی جاسکے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پاکیزہ چاندنی سے ان کے سینوں کو روشن کیا جاسکے۔ ان کے ارادت مندوں میں ایسے افراد بھی ہیں جن کی دولت کا صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہے لیکن کسی مرید کی دولت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا وہ اپنی غیرت وخودداری کی پیشانی پر بدنما داغ سمجھتے تھے۔

حضرت احسن العلماء کا شمار علمائے محتاطین میں ہوتا ہے۔ شرعی اصولوں پر عمل کرنے میں وہ بہت حریص تھے۔ ان کا دامن تقدس ہر طرح کے داغ دھبوں سے پاک تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ 'دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں' ان کے خلفہ ومستفدین کو انگلیوں پہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے خلفہ میں علماء کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ کسی کو سند خلافت واجازت دینے میں بھی اپنے خانقاہی اصولوں کا بہر صورت لحاظ کرتے تھے، بلکہ وہ کسی کو مرید کرنے میں بھی بہت محتاط تھے۔ انہوں نے پیری مریدی کی پاکیزگی کو کبھی مجروح نہیں ہونے دیا۔ وہ اپنے اسلاف کی زندہ وتابندہ یادگار تھے۔ انہیں دیکھ کر لوگ یادِ الٰہی کی لذتوں سے آشنا ہونے لگتے تھے۔ انہوں نے مذہب ومسلک کے تعلق سے جو کردار ادا کیا ہے وہ ساری دنیا کے مبلغین اور مصلحین کے لیے قابل تقلید ہے۔ ان کی ہر ادا سیرت مصطفیٰ کی آئینہ دار تھی۔ ان کی ذات حرکت وعمل سے عبارت تھی، وہ تاحیات چراغ عشق کی لو کو تیز کرتے رہے۔ فلاح ملت کی فکر ہر وقت ان پہ غالب رہا کرتی تھی، اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت انہیں سب سے زیادہ عزیز تھے اور ان کی دعوت وتبلیغ کا یہی مرکزی نقطہ تھا۔ ان کا فرمان ہے میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں۔

حضرت احسن العلماء اب ہم میں موجود نہیں رہے لیکن ان کے نقوش قدم اور ان کے جلائے ہوئے چراغ کی لو ابھی مدھم نہیں ہوئی ہے۔ وہ ہماری نگاہوں سے روپوش ضرور ہو گئے ہیں مگر ان کا تعمیری شعور اب بھی زندہ ہے۔ ہم ان کے ارشادات و پیغامات کو اپنے لیے رہنما بنا کر اپنے کھوئے ہوئے وقار کی بازیافت کر سکتے ہیں۔ جماعتی انتشار کو ختم کر سکتے ہیں، روٹھے ہوئے چہروں کو منا سکتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کو دنیا کے دوسرے حصوں میں پہنچا سکتے ہیں۔ ان کا مشن تھا مسلک اعلیٰ حضرت کو زیادہ سے زیادہ عام وتام کیا جائے۔ ہم اپنے عمل سے ان کے اس مشن کو خوب خوب توانائی فراہم کریں، یہی ان کی بارگاہ میں سب سے بڑا اخراج عقیدت ہے:

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے، اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

❖❖❖❖

محمد قمر الزماں مصباحی ایم۔ اے

مسلک اعلیٰ حضرت کی آفاقیت

اسلام چھٹی صدی عیسوی میں فاران کی چوٹی سے طلوع ہوااور جس تب و تاب اور عظمت و شوکت کے ساتھ اس نے سفر شروع کیا تھا اسی رعنائی و بہار اور جمال و دلکشی کے ساتھ اب بھی مصروف سفر ہے۔ اس لمبی مسافت میں کتنے بگولے اٹھے، کتنی آندھیاں چلیں اور کتنے طوفان آئے مگر الحاد و بے دینی کا کوئی جھونکا اس کی حقانیت و صداقت کے پر نور چہرے کو گرد آلود نہ کرسکا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جب بھی حق و باطل اور نور و ظلمت کے مابین آمیزش کا مطلع ابر آلود ہوا تو اہل اسلام نے مسلک حق کی تعبیر و تشریح کے لئے پاکیزہ الفاظ کا انتخاب ضرور فرمایا تاکہ بآسانی لوگوں کو اندھیرے اور اجالے کی شناخت ہوسکے۔

خود آقائے کونین رحمت عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد گرامی میں قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اہل حق کے لئے مومنین و مسلمین کا لفظ استعمال ہوا جبکہ عہد رسالت سے قبل اہل دین وتقویٰ کے لئے موحد کا لفظ مستعمل تھا۔ دور صحابہ وتابعین میں بہت سارے فتنوں نے جنم لیا۔ شیعہ، خارجی اور معتزلہ جیسی باطل جماعتیں اسی دور کی پیداوار ہیں۔ ان سب کے درمیان خط فاصل کھینچنے کیلئے اہلسنّت کا لفظ اہل ایمان کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد تقریباً پانچ سو سال تک صرف اہلسنّت و جماعت کے ہی معمولات و مراسم کی رونقیں تھیں، ایک ہی نقطۂ اتحاد کے گرد اگرو سبھی سمٹے ہوئے تھے۔ ایک ہی چراغ عشق کے اجالوں سے پورے ملک کے بام و در مجلیٰ تھے اور ایمان وعقیدے کی ایک ہی کرن تھی جس سے پورا ہندوستان جگمگا رہا تھا۔ عصر حاضر کے عظیم دانشور جناب ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ چودھویں صدی ہجری کے بدلتے منظرنامے سے چلمن اٹھایا ہے لکھتے ہیں:

انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر علماء مختلف

لکچرار محسنِ ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور (سی جی)

مکاتب میں تقسیم ہونا شروع ہوگئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہونا شروع ہوگیا تھا۔صدیوں تک ''ہدایہ'' ہندوستانی مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھاتی رہی۔ لیکن نجد میں تصنیف کی ہوئی کتاب و سنت کی ایک نئی تعبیر ''التوحید'' کوانیسویں صدی میں ہندوستان میں درآمد کیا گیا۔ جس کا اردو چربہ، تقویۃ الایمان، نفاق کا باعث بنا۔ شاہ اسمٰعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کی اشاعت سے پہلے ہندوستانی مسلمان صرف دوگرہوں میں منقسم تھے۔ اہل سنت و اہل تشیع۔ ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی۔لیکن ''تقویۃ الایمان'' کے بعد اختلاف کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ سواد اعظم سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے۔اور اس طرح سواد اعظم کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔

(اہلسنت کی آواز ۱۹۹۸ء ص ۲۴۸۔۲۴۹)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب تحریر کرتے ہیں:

۱۸۲۴ء تک مسلمانوں میں صرف دو فرقے تھے۔ اہلسنّت و جماعت اور اہل تشیع، ۱۸۲۴ء میں شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر ہندوستان کے مذہبی اور روحانی خاموش سمندر میں اختلاف کا پہلا پتھر پھینکا جس کی لہریں آج تک ختم ہونے کا نام نہیں لتیں۔ جو چیزیں روحانی تقویت کا سامان فراہم کرتی تھیں جس سے دلوں میں عشق کی گرمی اور محبت کا گداز پیدا کیا جاتا تھا۔ جسے اکابرین وسلف صالحین نے سینے سے لگائے رکھا۔شاہ اسمٰعیل دہلوی نے کچھ پرواہ کئے بغیر ان تمام معمولات عقیدت ومحبت پر اپنے آزاد قلم سے کالک پوت دی۔

(امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ص ۳۸۔۳۹ قادری کتب خانہ لاہور)

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور رقمطراز ہیں:

امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل تشیع کی تردید میں زبان وقلم سے بھرپور جہاد کیا۔ لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نجدی وہابیت کو ہندوستان میں درآمد کیا۔ اس فتنۂ وہابیت سے دیوبندیت، قادیانیت، چکڑالویت وغیرہ فرقوں نے جنم لیا۔علمائے ہند نے ان فتنوں کے رد میں بھرپور جدوجہد کی لیکن چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے نمایاں کردار ادا کیا۔اور اپنی بے پایاں علمی وقلمی خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں اہلسنّت و جماعت کے علامتی نشان بن گئے۔

(افتراق بین المسلمین ص ۸۶۔۸۷)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی فکری جلالت، علمی صلاحیت، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ سواد اعظم کی جو قیادت فرمائی وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فرقہائے باطلہ کے ردوکد میں زبان وقلم کی ساری توانائی صرف کردی۔ انھیں خدمات جلیلہ اور کمالات علمیہ کو دیکھتے ہوئے علمائے حق نے نور وظلمت کے مابین امتیاز وتشخص کے لئے اہلسنّت و جماعت کیساتھ مسلک اعلیٰحضرت کا اضافہ فرمایا۔

مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اہلسنّت و جماعت کی تعریف وتشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> سنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحرالعلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مفتی شاہ احمد رضا خاں

بریلوی کے مسلک پر ہو۔ رحمہم اللہ

(الفقیہ امرتسر ص ۹، ۱۲؍اگست ۱۹۴۵ء)

جلالۃ العلم استاذ العلماء حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سرکار سرکانہی حضرت شیخ علی شاہ قادری علیہ الرحمہ کی سیرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ المشائخ سرکار سرکانہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خدا رسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ حضرت موصوف نہایت دین دار اور دین پرور، متبع شریعت اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے پابند تھے۔

(سہ ماہی رفاقت ص ۵۲، اپریل ۲۰۰۴ء)

خانوادۂ چشتیہ صمدیہ کے چشم و چراغ فاضل اجل حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن علیہ الرحمہ اپنے خاندان، ارباب عقیدت، سجادگان اور مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

مذہب حقہ اہلسنّت جس کا معیار اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی تصانیف ہیں یہی مسلک میرے حضرت قبلہ عالم کا تھا اور یہی مسلک حضرات پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا اور اسی کا میں پابند ہوں۔ اس کی حمایت میں کسی قسم کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور پابندئ مذہب کے لئے الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ کا پابند رہنا چاہیے اس سے ہٹنا بدمذہبی ہے جس کی گنجائش نہ میں اپنے جانشینوں کو دیتا ہوں اور نہ متوسلین کو۔

(مسلک اعلیٰحضرت پر ایک نظر) ص ۱۹۔۲۰ ترتیب مولانا مظہر حسن قادری بدایونی)

خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین حضرت پروفیسر سید امین میاں صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں میرا جو مرید مسلک اعلیٰحضرت سے ذرہ برابر بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں۔ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد وصیت ہے۔

اور وصال سے چند یوم قبل علامہ ارشد القادری سے فرمایا کہ مسلک اعلیٰحضرت پر ڈٹے رہیئے۔

(ایضاً ص ۲۷)

تاج الشریعۃ حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری فرماتے ہیں کہ:

"مسلک اعلیٰحضرت واقعۃً مسلک اہلسنّت و جماعت کا دوسرا نام ہے اور مذہب حق کی صحیح پہچان ہے۔"

رئیس القلم، مناظر اہلسنّت بانی مدارس کثیرہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ امر واقعہ ہے کہ مسلک اہلسنّت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس مسلک اعلیٰحضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں۔" (ص ۱۴۔۱۵ ایضاً)

جماعت اہلسنّت کے فاضل اجل اور فتح پوری مسجد دہلی کے خطیب وامام حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر مکرم احمد صاحب قبلہ رقمطراز ہیں:

"مسلک اعلیٰحضرت سلف صالحین کے مسلک کے عین مطابق ہے اور اس کو علمائے حق کی تائید حاصل ہے۔ احقر کے والد ماجد محبوب الاولیاء سراج الاصفیاء علامہ شاہ مفتی محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ نے بھی ہمیشہ اس کی تائید فرمائی۔ احقر بھی اسی راہ پر الحمد للہ گامزن ہے۔"

(ایضاً ص ۴۳)

اتنے سارے شواہد کے بعد بھی یہ کہنا کہ مسلک اعلیٰحضرت کا نعرہ کسی سطحی فکر کا نتیجہ یا اس کے پیچھے جذباتیت اور مصلحت پرستی کام کررہی ہے یہ ان وفا پیشہ شخصیات پر سخت ضرب کاری اور بے جا جرأت کا مظاہرہ ہے جن کا عمل اخلاص سے مزین، جن کا دماغ بصیرتوں سے بھرپور اور جن کے نقوش پا سے خود صراط مستقیم کا اجالا پھوٹ رہا ہے۔

نماز تمام فرائض میں سب سے اہم اور داڑھی اسلام کا شعار ہے مگر مسلمانوں کا ایک بھاری طبقہ فرض اعظم سے غافل اور مقدس شعار سے محروم ہے تو کیا عملاً اس سے اسلام کی مخالفت نہیں ہو رہی ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایسے افراد اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو شریعت کی نظر میں مجرم ہیں۔ ان کی بدعملی سے نہ تو شرعی تقدس پامال ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسلام کی حقانیت و صداقت کا آئینہ غبار آلود ہوگا۔ بلکہ کردار وعمل سے خالی ہونے کے باوجود وہ مسلمان ہیں اور رہیں گے۔ یوں ہی مسلک اعلیٰحضرت کے سائے میں زندگی گزارنے والے چند افراد اپنی سیرت و کردار سے اس کی مخالفت کررہے ہیں تو اس سے مسلک اعلیٰحضرت کی عظمت و آفاقیت پر نہ کوئی حرف آسکتا ہے اور نہ ہی مسلک اعلیٰحضرت کا لفظ تبلیغ کی راہوں میں کسی رکاوٹ کا باعث، رہی بات ان لوگوں کی جو بریلی کے علاوہ کسی اور خانقاہ یا درسگاہ سے وابستہ ہیں اگر ان لوگوں کے لئے یہ لفظ ناگواری کا باعث ہے تو آخر اس مرض حسد کی دوا کس شفاخانہ سے لائی جائے۔ جن بلند شخصیات نے مسلک اعلیٰحضرت کی نصرت وحمایت اور ترویج و اشاعت میں فکر وقلم کا سارا لہو نچوڑ کر رکھدیا آج انہیں شخصیات کے جلائے ہوئے چراغوں سے مخالفت کا دھواں اٹھتا ہے اسے وقت کی ستم ظریفی کہئے۔

غیر شرعی رسوم جو چور دروازے سے ہمارے گھر میں داخل ہوگئے ہیں مسلک اعلیٰحضرت کے عدم استعمال سے کیا ان قبیح حرکات سے نجات مل جائے گی یا جماعت وہابیہ ہم پر بدعتی ہونے کا جو الزام عائد کرتی ہے اس سے توبہ کرلے گی۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو لفظی جنگ میں جھونکنے کے بجائے اپنے اپنے طور پر اپنے حلقۂ اثر میں پورے اخلاص کے ساتھ ان خرابیوں کے ازالہ کے لئے موثر اقدام کریں۔ پورے ملک کا ٹھیکہ لینے کے بجائے صرف اپنے ارد گرد کو شرعی تقدس کا لباس دیں، ملت کی ترجمانی کے بجائے اہلسنّت کی ترجمانی کا بیڑا اٹھائیں۔ یہ وقت دوسروں کی تنقید کا نہیں اپنے اصلاح حال کا ہے۔ دوسروں پر انگشت نمائی کا نہیں اپنے تزکیۂ نفس کا ہے، دوسروں کو نشانہ بنانے کا نہیں خود کے محاسبہ کا ہے۔ ملت کی ترجمانی کے نام پر جس قدر بزرگوں کے پاکیزہ افکار و نظریات پر حملہ اور اکابر شخصیات کی عظمتوں کو مجروح کیا جارہا ہے وہ کسی قیامت سے کم نہیں ہے۔ مذہبی تنقید کے نام پر اپنی قلمی برتری ثابت کرنا اور اپنے ہی افکار و آراء کو اولیت کا درجہ دینا یہ اخلاص نہیں بلکہ نئی نسلوں کے لئے خطرے کا الارم ہے۔ بزرگوں کی تحریروں سے ہٹ کر نئے افق تلاش کرنا اپنے مسلک کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

بڑوں کی بارگاہ میں حسنِ ادب اور انھیں معزز القاب و آداب سے یاد کرنا خود اس کا سرا قرآن و حدیث سے جاکر ملتا ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے اپنے بڑوں کو جس معلّی القاب سے یاد فرمایا ہے آج ماضی کے ان اوراق کو پھر سے پلٹنے کی ضرورت ہے۔ آخر ان کی نظروں سے یہ گوشہ کیوں اوجھل ہوگیا کہ بھاری بھرکم القاب سے یاد کرنے پر ان کی علمی تحقیقات بے وزن ہوکر رہ جائیں گی۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے اصلاحی گوشوں سے چشم پوشی کا الزام بالکل بے بنیاد ہے ربع صدی سے ہمارے علماء اور اصحاب فکر وقلم اس پہلو پر بڑے خلوص سے کام کررہے ہیں اور ایک وافر سرمایہ انڈو پاک کے کتب خانے میں اس موضوع پر دستیاب ہے۔ ملک اور بیرون ملک کی اکثر جامعات میں رضا و رضویات کے عنوان پر محققین کا قلم برق رفتاری کے ساتھ سفر کررہا ہے۔ جو بلاشبہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے سوز دروں اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔

❖❖❖❖

مولانا محمد رفیق احمد رضوی مصباحی

جماعتی شناخت کیلئے مسلک اعلیٰ حضرت سے جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبقری شخصیت پورے عالم اسلام میں عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ انہوں نے دین وشریعت کو جو تحفظ فراہم کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی مثال کم یاب ہے۔ وہ تا حیات دفاعی سازوسامان سے لیس ہوکر میدان جہاد میں رہے۔ان کے خلاف تمام باطل قوتیں متحد تھیں۔انہوں نے سب کا تن تنہا مقابلہ کیا۔ وہ دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہ ہوئے۔ ان کے عزم صمیم کے سامنے مخالف قوتیں پانی پانی ہوجاتیں۔ ان کی ذات نہ ہوتی تو اہلسنّت و جماعت کا شیرازہ منتشر ہوجاتا۔انہوں نے جماعتی وقار کی بحالی کے لیے اپنی ساری توانائی جھونک دی۔ ان کی ذات سراپا ایثار تھی۔ علوم وفنون کی ہر محفل کے وہ میر تھے بلکہ بہت سارے علوم کے خود موجد تھے۔ان کے عالمانہ اور قائدانہ مقام و مرتبہ سے انکار کی گنجائش نہیں۔ان کی ذہانت وفطانت پر آج بھی دنیا انگشت بدنداں ہے۔ پوری دنیا کے لئے عموماً اور ہندوستان میں قوم مسلم کے لیے خصوصاً ان کی ذات اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت تھی۔ان کی دینی وملی قربانیاں تا قیامت فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ ان کی ذات کو کسی طرح بھی تنقید کا نشانہ بنانا جہل و نادانی ہے۔ ایسے لوگوں کو قوم مسلم کبھی بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی۔ اس لیے کہ احسان فراموشی قوم مسلم کی کبھی عادت نہیں رہی۔

جس جماعت اہلسنّت کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے منظم اور مربوط کیا تھا وہ جماعت تقسیم در تقسیم کا شکار ہے۔اور ہمارے چند جدید خیالات کے حامل نوجوان اس کو ہوا دے رہے ہیں۔ اکابرین اہلسنّت کی بے لوث دینی وملی خدمات کو مشکوک کرنے کی کوشش میں دن رات جٹے ہوئے ہیں۔ ہماری ماضی قریب کی تاریخ ایسی ناپاک ذہنیت سے قطعاً پاک تھی۔منفی پہلوؤں پر جو توانائیاں صرف ہورہی ہیں وہ مثبت پہلوؤں پر صرف کی جائیں۔ یہ کہاں کہ دانشمندی ہے کہ اسلاف کی عظمتوں پہ دھول ڈال کر اپنی شہرت کا شیش محل تیار کیا جائے۔ ہمارے اسلاف مذہب ومسلک کے حوالے سے انتہائی مخلص تھے۔ انہوں نے جماعت کو کبھی خانوں میں بٹنے نہیں دیا۔ان میں سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ تھا۔اگر اسلاف کے تقدس سے الجھنے کا سلسلہ بند نہ ہوا تو اس کے

بہت بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔

ہماری سو سالہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ہمارے تمام اسلاف مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند رہے، اپنے عقیدت کیشوں کو اس کا پابند رکھا اور اپنے حلقۂ اثر میں اس کی اشاعت کی مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح اسلاف کا جذباتی فیصلہ نہ تھا۔ اس فیصلے پہ غیر منقسم ہندوستان کی ساری قیادتیں متفق تھیں۔ اس حوالے سے خانقاہوں کے اہم رول سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم خانقاہوں کے رول کی تفصیل پیش کرسکیں۔ جو کچھ ہے سب اجالے میں ہے اندھیرا ہو تو چراغ جلایا جائے۔ مسلک اعلیٰحضرت کے خلاف عوام و خواص کسی طرح کی کوشش کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

ادھر چند سالوں سے ہم اپنے بال بچوں کے ساتھ امریکہ میں عارضی طور پر مقیم ہیں۔ دوسرے ممالک میں بھی ہمیں دینی و ملی خدمات انجام دینے کے مواقع ملے ہیں جہاں بھی جس مسجد میں بھی ہمارا تقرر ہوا اس مسجد کے اراکین اس کے مصلیوں کی اکثریت مسلک اعلیٰ حضرت کی پابند ملی۔ خود امریکہ میں درجنوں مساجد ایسی ہیں جن کے ضابطے میں مسلک اعلیٰ حضرت شامل ہے۔ ہمارے موقر علماء و مشائخ جن کی زیادہ تعداد ایشائی ممالک سے تعلق رکھتی ہے مشربی تفریق کے باوجود مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے باہم متحد ہیں۔ یہاں بھی مسلک اعلی حضرت کا نعرہ گاہے بگاہے بلند کیا جاتا ہے لیکن جو تسلسل اور شدت۔ ہندو پاک میں ہے ویسی شدت یہاں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ عقائد کے باب میں تصلب کو فقہا اور صوفیا نے محمود قرار دیا ہے۔ ہند و پاک میں جو شدت ہے اسے ماحول اور زمینی اثرات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ کہنا کہ جماعت اہلسنّت کو وہابیہ نے اعلی حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطبا نے مسلک اعلیٰحضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔'' اسے ذہنی اور فکری خباثت کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اسلام نے فتنوں کو قتل سے مہلک قرار دیا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فتنہ پردازوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا۔ جہاں مذہبی اصولوں کی پاسداری ہوگی وہاں فتنوں کو جگہ نہیں مل سکتی۔ پہلے لفظ بریلوی کو نشانہ بنایا گیا اور اس لفظ کو ایک نادان دوست نے جماعت کے لئے سم قاتل بتایا۔ اکابر کی خاموشی نے مخالفین کو جرأت فراہم کردی اگر اسی وقت محاسبہ کیا جاتا تو آج یہ برا دن دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ آج جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کو وہابیہ کی عنایت و بخشش قرار دے رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ کل وہ لوگ لفظ اسلام ہی پر اس طرح کا ریمارک لگا دیں۔ اس لیے پراگندہ ذہنوں کی حوصلہ شکنی کے لئے بڑوں کو سامنے آنا ہوگا۔ اگر اس میں تاخیر سے کام لیا گیا تو جماعتی وقار کو تماشہ بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

اعلیٰ حضرت کے بعد جماعت کی قیادت و سیادت ان کے خلفا و تلامذہ کے ہاتھوں میں آئی۔ اعلیٰ حضرت کی تحریک اور ان کے مشن کو ان کے خلفاء نے آگے بڑھایا۔ علمی اور فکری اعتبار سے اعلیٰ حضرت اپنی برتری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ صدر الافاضل، شیر بیشہ اہلسنّت، صدر الشریعہ، برہان ملت، محدث اعظم ہند، مفتی اعظم ہند، مبلغ اسلام عبدالعلیم صدیقی، امین شریعت، قطب مدینہ اس طرح کے اور بھی نام ہیں ان پاکان شریعت نے جماعت کو ہر طرح کے خطروں سے بچائے رکھا۔ یہ لوگ خود ہر طرح کے خطروں سے کھیل جاتے تھے۔ لیکن جماعتی تقدس پر کسی طرح کا حرف نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کے بعد مصلحین و مبلغین کی جو جماعت سامنے آئی ان کی بھی قربانیاں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔ ہمارا ملی فریضہ ان کی قربانیوں کو اجاگر کرنا ہے نہ کہ ان کے فکر و تدبر پر سوالیہ نشان لگانا؟ تاریخ میں ایسی بے اعتدالی کبھی دیکھنے کو نہیں ملتی۔ ایسی اوچھی حرکتیں اپنوں سے تو ہو نہیں سکتیں۔ ضرور اس کے پیچھے کوئی تخریبی قوت کام کررہی ہے۔

دلی کی سرزمین پر ہمارے باوقار علماء و مشائخ نے وہ توجہ نہیں دی جس کی وہ مستحق تھی۔ نتیجہ کے طور پر وہاں بدعقیدگی کو اپنے بال و پر پھیلانے کا خوب موقع ملا لیکن قائد اہلسنّت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (صبح و شام ان کے مرقد پر اللہ کی رحمتوں کا بادل پورے گھن گرج کے ساتھ برستا رہے) نے اس چیز

کو شدت سے محسوس کیا اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے سامنے بڑی بڑی رکاوٹیں آئیں، انھیں گالیاں بھی دی گئیں اور انھیں طرح طرح سے الجھانے کی کوششیں بھی کی گئی لیکن تخریبی عناصر ان کے عزم کو متزلزل نہ کر سکے۔ انہوں نے راستہ بنایا، زمینیں ہموار کیں پھر ان کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی میں قافلے سفر کرنے لگے۔ بدعقیدگی کے ماحول میں خوش عقیدگی کا سورج روشنی بکھیرنے لگا لیکن کسی خبر تھی کہ جن چراغوں کو انھوں نے روشن کیا تھا اتنا جلد انھیں چراغوں سے دھواں اٹھنے لگے گا۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری اپنے عہد میں مسلک اعلیٰ حضرت کے بہت بڑے نمائندہ تھے وہ تا حیات باطل قوتوں سے برسرِ پیکار رہے۔ مذہب و مسلک کی تقدیس پر حملہ کرنے والوں کے وہ کلّے جبڑے پھاڑ دیا کرتے تھے۔ ان کا جسمانی قد چھوٹا تھا لیکن علمی اور فکری قد ہمالیہ کی بلندی سے باتیں کرتا تھا۔ ان کے علمی رعب و جلال کا سامنہ کرنے کی بہت کم لوگ جرأت کرتے تھے۔ ان کی مقبولیت کا سورج کبھی گہن آلود نہیں ہوا۔ ان کے ملی احسانات سے جماعت کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ آج ان کی ملی خدمات کا چہرہ مسخ کرنے کی کوششیں پورے شباب پر جاری ہیں۔ اس لیے دردمندانِ ملت کو بروقت سامنے آنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی گفتگو کو انھیں کے پیغام پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلک اہلسنّت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعے دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی و جماعتی شناخت کے لیے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰحضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

مولانا محمد عامر رضا مشاہدی

مسلک اعلیٰ حضرت کیا ھے؟

تعریف: مسلک اعلیٰحضرت آقائے دو عالم ﷺ سے اس طرح عشق کرنا جو منشۂ الٰہی کے عین مطابق ہو۔

سید الاولین والآخرین خاتم النبیین ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام اس کائنات رنگ و بو کو تقریباً ۱۴ سو سے زائد بہاریں پیش کر چکا ہے جس نے دنیا کو مکمل ضابطۂ حیات اور امن و آشتی کی ضمانت دی ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو ایک کتاب عطا کی ہے جو رہتی دنیا تک معاشرۂ انسانی کے سارے گوشوں پر محیط ہے اور جس نے واضح طور پر ایسے کھرے اور پختہ قوانین و حدود بیان کردئے ہیں جس میں کسی طرح بھی انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں ساتھ ہی اعلان کردیا ہے کہ میرے دامن سے وابستہ ہونے والوں پر واجب ہے کہ ان حدود کی پاسداری کرے اور سرِ موانحراف کا ارادہ نہ کرے ورنہ ہلاکت و تباہی ہے اور بجائے جنت کی بشارت عظمیٰ کے اس کے لئے جہنم کے قعر عمیق اور بھڑکتے ہوئے شعلے ہیں، دور حاضر میں اسلام کے دعویدار بہت ہیں مثلاً غیر مقلد، وہابی، دیوبندی، ندوی، تبلیغی، جماعت اسلامی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، معتزلہ، خوارج، شیعہ، رافضی، تبرائی، تفضیلی، قدریہ، جبریہ، ثنائیہ، بہائیہ، اہل قرآنیہ، خاکسار یہ اور صلح کلیہ جن کا گمان یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے متعلق اُن کے عقائد ان کی تعبیرات و تشریحات صحیح و درست ہیں مگر اس کے بے شمار اصول سے برگشتہ و منحرف ہوکر وہ سب ناری اور دوزخی ہیں۔

عالم غیب مخبر صادق ﷺ نے انہیں کے بارے میں واضح فرما دیا تھا...... تفتترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالو امن هی یا رسول الله ﷺ قال ماانا علیه و اصحابی (ترمذی، مشکوۃ ص ۳۰)

یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی تمام فرقے ناری ہونگے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ فرقہ ناجیہ کون ہے؟ نبی اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا...... "ما انا علیه و اصحابی" جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ سید عالم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کی صداقت و حقانیت آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ آئے دن نت نئے فرقے رونما ہورہے ہیں (مثلاً مذاہب باطلہ) اور ہر ایک اسلام کا دعویدار ہے اور سب کے سب ہمارے لباس، وضع قطع، رہن سہن اور طور کو اپنا کر ہمارے ایمان پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و دیگر ظاہری اعمال کی پابندی کرکے بھولے بھالے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں اور ہر ایک انہیں اپنے خیالات فاسدہ سے ہم آہنگ کرنے

میں کوشاں ہے۔ انہیں اسباب وعلل کی بنیاد پر آج سیدھی سادھی عوام کا یہ نظریہ بن چکا ہے اور برملا اظہار کرنے لگی ہے کہ آج کل کے عالموں کی دنیوی منفعت پسندی نے یہ فرقے بنا رکھے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کون صحیح ہے؟ کون غلط ہر فرقہ اسلام کی بات کرتا ہے، کہاں جائیں، کس سے ملیں، کس کی مانیں، اس سے اچھا ہے کسی کی نہ مانیں بس اسلام ہی مانیں اور قرآن وحدیث کی مانیں۔

قبل اس کے میں افتراق امت کے متعلق کوئی گفتگو کروں آپ کے احساس کے نبض پر ہاتھ رکھ کر میں ایک سوال کرنا چاہوں گا مجھے احساس ہے کہ سارے فرقوں کے خلاف آپ کو کوئی فیصلہ کرتے ہوئے جو سب سے بڑی دشواری درپیش ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر ایک فرقہ لوگوں کو دین کی طرف بلاتا ہے۔ جو نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ دوسری چیزوں کی بھی ترغیب دیتا ہے، لوگوں کو اچھائیوں کی تلقین کرتا ہے، چلتے پھرتے قرآن وحدیث کی تعلیم کو عام کرنے کو جس نے اپنا نصب العین ٹھہرالیا ہے اسے کیوں کر گمراہ اور بدمذہب بے دین وکافر اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے، اگر دین پرور جماعت بھی گمراہ وبے دین ہے تو پھر دنیا میں دیندار اور حق پرست کون ہے؟

جواباً میں صرف عہد رسالت کی ایک کڑی پیش کرنا چاہوں گا جس سے آپ حق کو پہچان کر باطل کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے کہ تقریباً اسی طرح کی کشمکش سیدنا ابوبکر صدیق اور سید عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی اس ظاہری عمل والے نمازی کے متعلق پیش آئی تھی جسے قتل کرنے کا حکم بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے صادر ہو چکا تھا۔ وہ حضرات بھی یہ سوچ کر لوٹ آئے تھے کہ ایک نمازی عبادت گزار کو کیوں کر قتل کیا جائے؟ اس وقت بھی صحابۂ کرام کے ذہن میں یہی سوال پیدا ہوا تھا کہ کسی بھی شخص کو دین دار اور حق پرست قرار دینے کے لئے یہی ظاہری علامتیں دیکھی جاتی ہیں دل کے اندر کون اترتا ہے اور جب یہی علامتیں گمراہ، بے دین اور منحرف لوگوں کے لئے بھی آقا ﷺ قرار دے رہے ہیں تو پھر دیندار نمازی اور بے دین نمازی کے درمیان کس طرح امتیاز کیا جائیگا۔ اسی حیرانی کا نتیجہ تھا کہ انہیں آگاہ فرماتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا...... "اس کی نمازوں پہ مت جانا اس کے ظاہری اعمال کو مت دیکھنا" اما واللہ لوقتلہ لکان اولھم واخرھم و مااختلف فی امتی اثنان -یعنی بخدا اگر تم اسے قتل کردیتے تو جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ میری امت کے دو افراد آپس میں کبھی نہیں لڑتے۔

ماسبق حدیث پاک میں آقائے کائنات ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامت بیان فرمائی۔" ماانا علیہ و اصحابی "یعنی میرا اور میرے صحابہ کا راستہ نجات کا راستہ ہے اور اس پر گامزن ہونے والا نجات یافتہ ہے۔ عہد صحابۂ کرام سے لے کر آج تک اہلسنّت وجماعت کا مفہوم یہیں سے مستنبط ومستفاد ہو کر سنت مصطفیٰ ﷺ وطریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سینے سے لگانے والی جماعت کے لئے رائج ہے جس نے حضور ﷺ کے فرمودات و ارشادات کو جانا، مانا اور اقرار کیا، اور صحابۂ کرام کے طریقہ کو دل سے تسلیم کیا اس جماعت مبارکہ کا نام اسی سبب سے اہلسنّت و جماعت ہوا اور صحابہ کرام کے طریقے کو دل سے تسلیم کیا یعنی سنت مصطفیٰ ﷺ اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنانے والی جماعت۔

صحابہ کرام نے نبی پاک ﷺ سے تعلیمات اسلامیہ حاصل کی اور جو کچھ حضور ﷺ کو کرتے دیکھا یا فرماتے سنا اسی پر عمل کیا، ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا اسی پر عمل رہا، پھر ائمہ مجتہدین ان کے بعد جملہ فقہاء محققین ومحدثین وجمیع سلاسل طریقت واولیاء محبت اور صلحاء ملت کا اسی پر عمل رہا، حضور سیدنا غوث اعظم، حضور سیدنا غریب نواز، خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیاء، سید سالار مسعود غازی، مجدد الف ثانی، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حاجی

امداداللہ مہاجر مکی علیہم الرحمۃ کا اسی پر عمل رہا، اسی کو جانا اسی کو مانا اور قرناً بعد قرن نسلاً بعد نسل سلسلہ بسلسلہ یہ ان سب کا مذہب رہا اور یہی مسلک رہا۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے صحابۂ کرام سے لے کر آج تک ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء وفقہا نے عقائد اسلامیہ کی جو تعبیرات وتشریحات پیش کی ہیں وہ سب غلط ہیں عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صحیح وہی ہے جو صدیوں سے چلا آرہا ہے جو صدیوں تک صحیح سمجھا گیا جسے عالم اسلام نے مانا اور قبول کیا صرف اور صرف انہیں عقائد وافکار والی جماعت صحیح ہے۔

اور ابھی ماضی قریب میں اسی مذہب و مسلک کے افکار و عقائد، خیالات و معمولات اور نظریات واعتقادات کو نئی روشنی اور جلا بخشنے والی عظیم اور عبقری شخصیت کا نام امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ القدیر ہے۔ احیاء دین وتجدید ملت کے اس آفتاب عالمتاب نے اپنی خنک تاب وتپش آمیز کرنوں سے قلوب واذہان کو جو حرارت و روشنی بخشی ہے اسکی ضوفشانی کی کیفیت ہی نرالی رہی وہ باب اسلام کی چوکھٹ پر ایک گدائے عشق کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں مگر اپنے آقا کے غلاموں پر عشق وعرفان کی سرمستیوں کا خزانہ لٹاتے ہوئے بالکل سلطان عشق معلوم ہوتے ہیں وہ عشق نبی میں ایسے محو تھے کے اسی عالم محویت میں انہوں نے سب کچھ پالیا ان کی کل پونجی عشق نبی کی انمول و لازوال دولت تھی، وہ تو تنہا تھے مگر ان کی بزم خموشاں میں نغمۂ لاہوتی بکھرتے رہے، ان کا وجود تو خاموش تھا مگر ساز ہستی پر ہمیشہ قال النبی کی انگشت پھرا کرتی، ان کا مضراب تو بظاہر بے آواز مگر تار مضراب سے قال اللہ کی زمزمہ سنجی کی مدھر لے سنائی پڑتی، وہ بظاہر سادہ مگر صبغۃ اللہ کی معنویت سے معمور تھے، وہ کشور علم وفضل کے تاجدار، مملکت زہد وورع کے شہر یار میدان فکر وفن کے شہ سوار، کاروان عشق ومحبت کے سردار، امام اعظم کے سچے جانشین، حسن بصری کے صحیح پیروکار، حضرت ابن مسعود کے سچے خلیفہ، امام غزالی کے حقیقی نائب اور انما یخش اللہ من عبادہ العلماء، العلماء ورثۃ الانبیاء و علماء أمتی کانبیاء بنی اسرائیل کی ایسی واضح اور مکمل تفسیر تھے۔ جنھوں نے مزعومات باطلہ، تخیلات عاطلہ ومزخرفات فاسدہ کا قلع قمع کردیا اور غلط و باطل دعوے کے پرخچے اڑا دیئے اور مدعیان باطلہ کی نو آبادیاتی تعمیر منہدم کر کے اس کے کھنڈر پر مذہب اہلسنّت و جماعت بنام مسلک اعلیٰ حضرت کی از سر نو ایسی مضبوط عمارت تعمیر کی ہے کہ رہتی دنیا تک جسمیں شگاف ڈالنے والے خود اپنے حملوں کا ہدف بنتے رہیں گے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی نئے عقیدے اور فرقے کی بنیاد نہیں ڈالی ہے البتہ سلف صالحین کے اعتقاد و نظریات کو زندہ ضرور کیا ہے۔ اور وہی عقائد و افکار پیش کیا ہے جسے ہر زمانہ اور ہر عہد میں علماء امت نے پیش کیا وہ دیوانہ وار ہر نئے اور باطل فرقے کا تعاقب کرتے نظر آتے ہیں اگر وہ خود نیا فرقہ بناتے تو دوسرے فرقوں کا ہرگز تعاقب نہیں کرتے کیوں کہ ہر غلط باطل فرقہ اپنا وقار اور بھرم بچانے کے لئے یہی حکمت عملی اپناتا ہے اور وہ باہم شیر وشکر ہو کر لائحہ عمل طئے کرتے ہیں نیز بارہ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ، میں سارے فتووں کو فقہ حنفی کے مطابق ترتیب نہ دیتے بلکہ اپنے خود ساختہ فرقے کے مطابق من مانی فتاوی دیتے جو کہ آج باطل پرستوں کا وطیرہ ہے۔

رہ گئی بات امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت مبارکہ کی جس میں آپ نے اپنے برادر زادے حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وصال سے کچھ دیر قبل لکھنے کا حکم دیا تھا کہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس پر بعض نا عاقبت اندیش علمائے دیوبند نے بارگاہ خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اور اپنے بزرگوں کی توہین آمیز عبارتوں کے جوابات سے عاجزی کی خجالت دور کرنے کے لئے یہ اعتراض شروع کردیا کہ اعلیٰ حضرت نے میرا دین و مذہب کہکر

یہ ظاہر کیا ہے کہ انہوں نے کوئی نیا دین قائم کیا ہے، وہابیہ کا یہ وسوسہ صرف عناد اور ضد ونفسانیت بلکہ جہالت و سفاہت کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰحضرت مسلمان تھے۔ اگر کوئی مسلمان میرا دین و مذہب بولے تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اس سے اس کا اختیار کردہ دین و مذہب مراد ہے اور وہ اسلام ہی کو اپنا دین و مذہب قرار دے رہا ہے نہ کہ اس سے مراد اس کا ایجاد کردہ دین ہے۔ اس لئے اس کو اپنی طرف منسوب کرکے میرا دین و مذہب کہہ رہا ہے جس پر روز مرہ کے محاورات علمائے اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔ سینکڑوں مثالیں ہیں۔ آج تک کسی کو یہ خدشہ نہیں گزرا کہ جس مسلمان نے بجائے اسلام کہنے کے میرا دین و مذہب کہہ دیا اس نے اپنا کوئی نیا دین قائم کرلیا؟ اس قسم کا وسوسہ صرف دیو بندی ذہنیت کی خصوصیت ہے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ دیو بندی ذہانت کی عیاری سے کس قدر واقف تھے۔ آپ نے صرف میرا دین و مذہب کہنے پر اکتفانہ فرمایا بلکہ وضاحت کے ساتھ فرمایا میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے۔

اب اگر ان آنکھوں میں بینائی سلامت ہے تو اعلیٰحضرت کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی کتابوں سے کون سا دین و مذہب ظاہر ہورہا ہے۔ اسلامیانِ عالم تو ایک صدی سے دیکھ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ہمیشہ اسی دین و مذہب کی تبلیغ و اشاعت فرمائی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور جو تقریباً ۱۴۰۰ر برس سے صحابہ کرام تابعین، ائمہ مجتہدین، محققین دین، معتمد علمائے اسلام اور اسلاف کرام کا مذہب رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انہوں نے اسی مذہب پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور اسے ہر فرض سے اہم بتایا ہے۔

احیاء اسلام وتجدید دین متین کی ہی جدوجہد کی بنیاد پر علمائے حرمین طیبین نے انہیں چودھویں صدی کا مجدد کہا۔ اور تسلیم کیا۔ چنانچہ حافظ کتب حرم شیخ اسمٰعیل خلیل مکی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً و صدقاً۔ ترجمہ: بلکہ میں کہتا ہوں کہ انکے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس ''چودھویں'' صدی کے مجدد ہیں۔ تو بیشک یہ بات سچ صحیح ہوگی۔ اس مختصر بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ القدیر کے ارشادات سے ہر گز آپ کا ایجاد کردہ دین مراد نہیں بلکہ اختیار کردہ دین مراد ہے۔ لیکن مزید اطمینان قلب کے لئے چند شواہد دلیل قاطع کے طور پر ملاحظہ فرمائیں...... ارشاد خداوندی سے (۱) الیوم اکملت لکم دینکم۔ ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا۔ کیا اس آیت مقدسہ میں رضیت لکم الاسلام دیناً کے علاوہ کوئی دوسرا ایجاد کردہ دین مراد ہے۔ (۲) نکیرین قبر میں سوال کرتے ہیں...... مادینك یعنی تیرا دین کیا ہے؟ مومن بندہ جواب دیتا ہے۔ دینی الاسلام یعنی میرا دین اسلام ہے۔ کیا فرشتوں کا سوال ان الدین عند الله الا سلام کے علاوہ دوسرے دین کے بارے میں ہے جس کی اضافت بندے کی طرف کررہے ہیں اور کیا بندے کے جواب میں میرا دین کہہ کر یہ باور کرانا مقصود ہوتا ہے کہ میرا ایجاد کردہ دین اسلام ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! لہٰذا جس طرح دونوں مقامات پر اختیار کردہ دین ہی مراد ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اس طرح اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ارشاد مبارک میں بھی اختیار کردہ دین اسلام ہی مراد ہے۔ انہوں نے کوئی نیا دین نہیں قائم کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی نئے فرقہ کے بانی ہیں۔ العیاذ باللہ۔

مراد دین و مذہب فرشتے جو پوچھیں
تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

مسلک اعلیٰ حضرت کی وجہ تسمیہ:

سید المرسلین ﷺ کی غیب بیانی کے بموجب ملت اسلامیہ میں اگرچہ افتراق و اختلاف واقع ہوا اور یہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی لیکن مذہب حق اہل سنت وجماعت کو تمام بلاد عرب و دیار عجم

میں یکساں مقبولیت عامہ وشہرت تامہ حاصل ہوئی اور جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم کے نزدیک یہ فرقہ ناجیہ چار مذہب میں مجتمع قرار پایا۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ جوان چاروں سے خارج وجدا ہوا وہ انہیں بہتر فرقہائے ناریہ میں داخل وشامل ہوا جس کے لئے جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہیں۔

پھر ان گمراہ فرقوں میں بعض وہ ہیں جو ضروریات دین کے منکر ہیں۔ یہ لوگ کلمہ گوئی وقبلہ روئی کے باوجود منافقوں کی طرح مرتد وکافر اور بالا جماع اسلام سے خارج ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو دیگر مسائل وعقائد قطعیہ یعنی ضروریات مذہب اہلسنّت و جماعت کے منکر ہیں: ان کے کافر ومرتد ہونے پر اجماع تو نہیں ہے البتہ وہ گمراہ وبدمذہب ہیں۔

آج دنیا میں جتنے ادیان وفرق پائے جاتے ہیں اہلسنّت و جماعت کے علاوہ ہر ایک یا تو کسی ضروریات دینی کا انکار و استخفاف کر کے کافر ومرتد ہو چکا ہے یا معمولات اہلسنّت سے منحرف وبرگشتہ ہوکر بد مذہب وگمراہ ہو چکا ہے۔ لیکن انہیں گمراہ ناریوں میں ایک فرقۂ دیوبندیت ہے جس کا ظاہری لبادہ اہلسنّت سے کافی میل کھاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے ماننے والوں کو گلابی وہابی کہا جاتا ہے۔ اہلسنّت و جماعت کی طرح یہ لوگ بھی ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں بیعت وارشاد کا سلسلہ رکھتے ہیں اپنے نام کے ساتھ حنفی، چشتی وغیرہ کا لیبل بھی چسپاں کر لیتے ہیں۔ زبانی ختم نبوت وغیرہ کا اقرار بھی کر لیتے ہیں اور تقیہ بازی کر کے سلام وقیام میں بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ غرضکہ انہوں نے اپنے عقائد ومعمولات باطلہ خبیثہ پر اہل سنت و جماعت کا پر فریب نقاب ڈال لیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنا مذہب ہی بجائے دیوبندیت کے اہلسنّت و جماعت ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے انہیں تمام پیچیدہ حالات کے پیش نظر سادہ لوح مسلمانوں کے لئے اہلسنّت و جماعت کی پہچان ناممکن ہوگئی تھی لہٰذا نہایت ضروری تھا کہ اب ہم اپنے آپ کو اس طرح اغیار سے ممتاز کرلیں کہ بھولا بھالا سیدھا سادا مسلمان بھی اپنے اور پرائے کو پہچان سکے اور اپنے سرمایۂ حیات 'ایمان' کی انمول ولازوال دولت کو چوروں کے نقب اور لیٹروں کی ڈاکا زنی سے محفوظ ومامون رکھ سکے۔

اسی کے پیش نظر چودھویں صدی کے علمائے حق نے امام اہلسنّت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے احیاو تجدید کے کارناموں کو عین مذہب اہلسنّت و جماعت کے مطابق ملاحظہ کرنے کے بعد اسے ''**مسلک اعلیٰحضرت**'' کا نام دے دیا۔

مسلک اعلیٰحضرت ہی ہے دین حق، اس کی حد سے جو باہر نکل جائیگا
کل بروز قیامت خدا کی قسم دیکھنا وہ جہنم میں جل جائیگا

❖❖❖

علامہ محمد قمر الحسن قادری بستوی

ایک مظلوم عبقری

برصغیر میں اسلامی حکومتوں کے زوال کے بعد مذہبی اقتدار کا زوال بھی شروع ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض مخصوص بندوں کو علم و عمل کی وہ توانائی عطا فرمائی جنہوں نے ماضی کی تاریخ کا کامیاب ترین دور علم دین کی ترویج کی حیثیت سے یاد دلا دیا۔ حضرت شیخ علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا محب اللہ بہاری علیہم رحمۃ والرضوان وغیرہ۔ یہ وہ پیکر علم تھے جو ایک اسلامی ترقی پذیر ملک میں خدمت دین میں معروف تھے مگر مغلیہ دور کے اختتام اور سقوط دہلی کے بعد بھی یہ علمی فیضان جاری رہا۔ اس زوال پذیر عہد میں روہیلکھنڈ کی قسمت جاگی اور بریلی کی زمین سے وہ مرد حق آگاہ ظاہر ہوا جو تنہا برصغیر کا فکری قائد بن کر ابھرا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ وہ عبقری تھے جو اپنے عہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی علمی جولانگاہ میں علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں متوازی سفر کر رہے تھے۔ لیکن فکر پر عشق رسالت کا ایسا غلبہ تھا جس نے علوم نقلیہ کو بہر حال عقلیات پر غلبہ دیدیا۔ وہ جتنے علوم میں یگانہ تھے ان کی خدمات کا حق ادا کر دیا۔ عقلیات کو بھی قرآن و حدیث اور جزیات فقہیہ سے اتنا مزین کر دیا کہ وہ علوم نقلیہ کا جزء محسوس ہونے لگے۔ اگر چہ وہ ہر فن کے مرد میدان تھے مگر فقہ میں وہ مرتبہ اجتہاد پر متمکن محسوس ہوتے ہیں۔ ان کے زمانے میں علوم جدید کی جتنی بھی ترقی یافتہ جہتیں پائی جاتی تھیں وہ سب آپ کی ممارست میں زیر قلم آئی ہیں اور آپ نے ان سب میں تصانیف کا خاطر خواہ ذخیرہ بھی چھوڑا ہے۔ ان کے دور میں برصغیر کے تمام علماء ان کی دینی ممارست پر متفق ہیں۔ اور سب نے ان کو اپنا گائیڈ تسلیم کیا ہے۔ مگر۔۔۔ بایں ہمہ وہ ایک ایسے مظلوم عبقری تھے کہ ان جیسا مظلوم بھی شاید خال خال تاریخ میں نظر آئے۔ انھوں نے اسلامیانِ ہند کی ڈوبتی نبض پر اس وقت ہاتھ رکھا تھا جب سیاسی طور پر مسلمان اپنا توازن کھو چکا تھا۔ وہ تنہا ایسے جری تھے کہ ہر محاذ پر میدان سنبھالے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے زندگی بھر لکھا اور خوب لکھا۔ وہ امت مسلم کو بے بس، زبوں حال اور بے وقار نہیں دیکھنا چاہتے تھے اسی لئے اپنے جگر کا لہو ٹپکاتے رہے تاکہ اسلامیان ہند کے خون میں حرارت ایمانی باقی رہے۔

آج اہلسنت کے پلیٹ فارم پر برصغیر میں تحفظات کی جتنی نوعیتیں پائی جا رہی ہیں۔ وہ سب رہین منت ہیں اس مظلوم عبقری کی۔

مدارس کا وقار ہو یا علماء کی عظمت، خانقاہی نظام ہو یا مساجد کی حرمت، مقابر کی حفاظت ہو یا اسلامی تشخص کا بانکپن، توحید و رسالت کی اصلی جہتیں ہوں یا عظمت اولیاء و صحابہ سبھی کچھ امام احمد رضا کی محنت شاقہ کا انمٹ نقش ہیں۔ وہ دین کی ایسی ڈھال تھے کہ ہر تیر ان پر آ کر گرتا مگر انھوں نے دین پر حرف نہیں آنے دیا۔ خود کمزور تھے مگر دین کی قوت کو مزید اجاگر کرتے رہے۔ آج برصغیر کا ہر سنی عالم اس مظلوم عبقری کا فیضان پا رہا ہے اور صدقہ کھا رہا ہے۔ ان کا علمی قد اتنا اونچا تھا کہ بڑے بڑے کجکلاہانِ علم و فضل کی ٹوپیاں گر پڑیں مگر اس کا قد علمی نہ ناپ سکے۔ اس لئے کہ وہ علم لدنی رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ان کے شامل حال تھی۔

غیروں نے ان کو مطعون کیا۔ اپنوں نے نظر پھیر لی۔ وہ سب کو اپنائیت کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی تھے۔ وہ امت رسول کا وقار بلند سے بلند تر دیکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے زندگی بھر لکھا مگر ان پر کتنا لکھا گیا؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

ہوسٹن، امریکہ

تحریریں حسن و قبح کا مزاج رکھتی ہیں۔ قلم سے ابلتے ہوئے الفاظ اپنی تاثیر کے لحاظ سے منفی اور مثبت دونوں طرح کے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے اکابر، ہم عصر اور متاخرین نے ان کی شخصیت پر جو بھی لکھا، جتنا بھی لکھا وہ مثبت انداز میں لکھا۔ کیونکہ وہ خود بھی مثبت پہلو ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے بعد تلامذہ اور خلفاء کی ایسی جماعت چھوڑی جنھوں نے انھیں کی فکر کی آبیاری کی اور پورے برصغیر کو اہلسنت کے متوارث اور متواتر، متفق و مدلل افکار سے بھر دیا اور پھر اس کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا...... مگر...... آج ان کی ذات پر منفی تحریریں لکھی جانے لگی ہیں۔ جو انتہائی افسوس کا مقام ہے اور ہر صائب الرائے کے لئے لمحہ فکریہ بھی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا مگر ہو رہا ہے۔ جو نہیں ہونا چاہیے وہ ہو رہا ہے اور جو ہونا چاہئے وہ نہیں ہو رہا ہے۔ غیر ضروری بحثوں کو ہوا دی جارہی ہے اور ضروری بحثوں سے اغماض کیا جارہا ہے۔ وقت کا تقاضا کیا ہے؟ اور ارباب قلم قوم کو کیا دے رہے ہیں؟ دنیا کے مطالبات کیا ہیں؟ اور صاحبان فن انھیں کیا دے رہے ہیں؟ اس قدر تغیر اور تبدیلی کہ ذہن ماؤف ہو جائے۔

حریف قوتیں بڑی چابکدستی سے اپنا زہر عوام کے حلق میں اتار رہی ہیں اور ہمارے ناقدین اس زہر کو شہد میں ملا کر اور تیز کر رہے ہیں۔ تاکہ عوام شہد اور زہر کے امتیازات کو بھانپ نہ سکیں اور زہر کو تریاق سمجھ کر ہی حلق کے نیچے اتار لیں۔ اس طرح کی منفی تحریروں کو فائلوں میں محفوظ کئے جانے کا عمل جاری ہے۔ آج تک جتنی بھی اس طرح کی تحریریں معرض وجود میں آئی ہیں وہ کبھی بھی کتابی شکل میں منظر عام پر آسکتی ہیں۔ پھر پوری قوم ان تحریروں کی صفائی کے لئے اپنی پوری انرجی صرف کرنے کے لئے جٹ بیٹھے گی اور محاذ کو خالی چھوڑ دیا جائیگا۔ مستقبل کا خطیب، مسجد کا امام اور عوامی رابطہ رکھنے والا رضا کار ان منفی تحریروں کا جواب دیتا پھریگا۔ میں امام احمد رضا کو معصوم عن الخطا نہیں مانتا مگر اتنا ضرور ہے کہ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ اتنا مستند، محقق اور مدلل ہے کہ اس پر انگلی رکھنے کی جگہ نہیں۔ فکری اختلاف ہوتا رہتا ہے مگر تغلیط کا پہلو جس میں دلائل کا وزن نہ پایا جائے اس کو کیسے راجح سمجھا جاسکتا ہے؟ امام احمد رضا نے جو لکھا وہ کسبی نہیں وہبی ہے۔ ورنہ ضروریات زندگی کی تمام تر ذمہ داریوں کے باوجود علم کا یہ بحر مواج کس طرح سے موجزن نظر آتا ہے وہ لائق دید ہے۔

ناقدین سے گزارش: امام احمد رضا نے اپنا کام پورا کر دیا۔ وہ اپنے عہد کے ایسے عبقری تھے جنھوں نے نظری علوم کو بھی جدید فکر و نظر میں پڑھا، سمجھا اور لکھا۔ اب ناقدین کو میرا مشورہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف جو ریاضی، توقیت ہندسہ، نجوم، ہیئت، فلکیات، فلسفہ اور منطق وغیرہ میں ہیں ان کو عصر حاضر کے انھیں علوم سے مقابلہ کر کے امام احمد رضا کے دلائل کی قوت وضعف کا پتہ لگائیں اگر نقص پائیں تو اصلاح کر دیں اور اگر نہیں کر سکتے تو اس عبقری کی شان عظمت کو تسلیم کریں۔ اور منفی تاثرات سے احتراز کریں۔

میں امریکہ میں رہتا ہوں میرے سامنے اہلسنت کے خلاف محاذوں کا لمبا سلسلہ ہے۔ اور تمام باطل اور گمراہ فرقے صرف ایک مذہب حق اہلسنت کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ اپنے موقف کی تائید و وضاحت کے لئے ان کا مقابلہ کیا جائے یا منفی تاثرات پھیلانے والوں کے لئے انرجی ضائع کی جائے؟ داخلی انتشار آپ کو بیرونی دنیا کے طوفان سے بے خبر کر دے گا اور جب آپ کا سب کچھ ضائع ہو چکا ہوگا تب آپ کو خیر ملے گی۔ لہٰذا اپنے اتحاد کو غیر ضروری مباحث سے منتشر نہ کیا جائے۔ امام احمد رضا کو ان کے معاصرین نے کس نگاہ سے دیکھا اس نگاہ سے آپ بھی دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ بھلا کرے پروفیسر مسعود احمد صاحب، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا محمد حنیف خاں اور مولانا محمد عیسیٰ و دیگر حضرات کا کہ ان لوگوں نے فکر رضا کو سمجھا۔ دیکھا اور پھر قوم کو ایک ارمغانِ فکر دیا۔ جس سے مذہب اہلسنت کا استحکام ہے۔ مگر منفی پروپیگنڈہ سے مسلک حق اہلسنت و جماعت کا شیرازہ منتشر ہونے کا خطرہ ہے۔ لکھنے سے پہلے نتائج پر غور کرنا چاہئے۔ اور اس کے مضر اثرات کو نگاہوں میں رکھ کر ہی قلم اٹھایا جائے۔

اندازِ بیاں یوں تو کوئی شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

ایم جے ایبک القادری

امام احمد رضا: اصلاح معاشرہ اور کامیابی کی تدبیریں

خداوند قدوس کا فرمان ہے:"اِنّ اللّٰہ لا یغیر ما بِقوم حتی یغیر وا ما بِانفسھم"(القرآن الکریم)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔(کنزالایمان)

یعنی کسی قوم و جماعت کے اندر تبدیلی اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے ذہن و دماغ میں تبدیلی کا خیال لائے۔اس کے لئے خود کو تیار کریں اور اس کے لئے نت نئے طریقے اور حربے اپنائے۔ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔بقول ڈاکٹر اقبال

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

اور یہ بدلنے کا خیال اور اس کے لئے طریقے اس وقت تک بروئے کار لاتا رہے جب تک کہ خدا اس کی حالت میں بدلاؤ نہ لادے اور اگر دیری ہو تو خدا کی ذات سے ناامید نہ ہو بلکہ اس کی ذات پر پورا پورا بھروسہ رکھے،کیونکہ اللہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو کبھی بھی ناامید نہیں کرتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

"لاتیئسومن روح اللّٰہ انہ لایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکفرین"(القرآن الکریم)

ترجمہ:اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو،بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے مگر کافر لوگ۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا شیوہ اور طریقہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ باری تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو بلکہ صرف کافر لوگوں کے لئے ہی ناامیدی ہے،لیکن ہاں!یہ بھی یاد رہے کہ رحمت و نور کی بارش اسی پر ہوتی ہے جو واقعی مسلمان ہو۔کیونکہ خود خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مقدس میں فرماتا ہے:

"وکان حقا علینا نصر المؤمنین وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"(القرآن الکریم)

ترجمہ:اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا اور تمہیں غالب رہو گے اگر ایمان رکھتے ہو۔(کنزالایمان)

یعنی مسلمانون کی مدد خداوند قدوس فرماتا ہے اور مسلمان ہی غالب رہیں گے بشرطیکہ سچا اور پکا مسلمان ہو۔صرف خانہ پری والا مسلمان نہیں۔

misbahiaqm@yahoo.com

مذکورہ بالا تینوں آیات مقدسہ سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ کسی قوم کی حالت بنا اس کے چاہے نہیں بدل سکتی، ایک مسلمان کو خدا پر کس حد تک بھروسہ کرنا چاہیے اس کے اصول قرآن وحدیث میں موجود ہے اور یہ بھی حقیقت کہ مسلمانوں کا مددگار خود خالق کائنات ہے اور یہ بھی حق ہے کہ ''جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی ومددگار ہے تو آج مسلمان سماجی، معاشی اور اقتصادی سطح پر ناکام اور پریشان کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی حکمت عملی نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو اس پر عمل نہیں ہے۔ چنانچہ حاجی منشی لعل خان صاحب نے اسٹریٹ کولوٹولہ کلکتہ سے بتاریخ 19 ربیع الاول 1331ھ کو پوچھا کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ سماجی اور معاشی طور پر اس کے فلاح ونجات کے کیا طریقے ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے چند باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی کہ مسلمان اگر ان مختلف نکات وتدابیر پر عمل کرے تو اس کی حالت بھی بدل جائے گی، معاشرہ بھی اچھا ہو جائے گا اور اس کی نجات کا سامان بھی مہیا ہو جائے گا، جو حسب ذیل ہیں:

''باستثناان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔'' لیکن اس ''پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگر چہ گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند، گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں۔''
(فتاویٰ رضویہ)

یعنی کچھ معاملات جن میں حکومت کی دخل اندازی کے بغیر کام نہیں چلتا ہے، ان چند باتوں کو چھوڑ کر بہت ایسے معاملات ہیں، جن کو آپس میں بیٹھ کر صلاح ومشورہ اور صلح ومصالحت سے حل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا انہیں آپس ہی میں سلجھا لیا جائے اور کورٹ کچہری میں روپیہ، پیسہ برباد ہونے سے بچایا جائے، کیوں کہ اس طرح نہ جانے کتنے گھر برباد ہو جاتے ہیں، مگر آج مسلمان اس پر عمل نہیں کرتے۔ تجارتی لین دین میں احتیاطی تدابیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔''
(فتاویٰ رضویہ)

مگر مسلمانوں کے درمیان ایسا معاملہ نہ ہونے پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول تو خاندانی لوگ حرفت وصنعت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزت اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں۔ اگر چہ پیسہ زائد ہی سہی کہ نفع تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔ اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگر چہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو، ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خریدیں گے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو ''آنہ'' روپیہ نفع لے، مسلمان بھائی چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس کا ہلکا اور خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے، اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان، صاحب چاہتے ہیں کہ سارا

نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔ناچار مجبور ہوکر خریدنے والے ہندو سے خریدتے ہیں۔کیا تم یہ عادت چھوڑ سکتے ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ)

اب ایسی صورت میں ایک مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کے تئیں کیا ذمہ داری بنتی ہے اور ان کے لئے وہ کیا کرسکتا ہے،اس کی طرف رہنمائی کرتے ہیں:

''بمبئی، کلکتہ، مدراس، رنگون، حیدرآباد،وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے،سود شرع نے حرام قطعی فرمایا مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی،مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے تنگے۔''مگر'' یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے۔ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں، لاکھوں اڑادیں،وہ ناموری ہے۔ریاست ہے اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار، اور جنہوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں؟ دین سے کیا کام؟ اللہ و رسول کے احکام سے کیا غرض؟ ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی ،اس سے زائد کی کیا ضرورت ہے۔نہ انہیں مرنا ہے نہ اللہ وحدہ قہار کے حضور جانا،نہ اعمال کا حساب دینا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں۔ناچار حاجتمند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔'' (فتوئی رضویہ)

مزید لکھتے ہیں:

''یہ وجوہ ہیں،یہ اسباب ہیں۔مرض کا علاج چاہتا ہے اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ)

ان تمام اقتباسات میں غور وفکر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بڑے ہی واضح طور پر بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کے معاشرہ میں بدحالی کا سبب کیا ہے۔وہ معاملاتی زندگی سے لے کر تجارتی لین دین تک میں کیوں کامیاب نہیں ہیں۔اس کے اسباب وعلاج کے لئے کیا کرنا بہتر ہے اور کیا کرنا سودمند ہو سکتا ہے۔اگر آج بھی اس پر عمل ہوجائے تو نجات وکامیابی اور معاشرے کی اصلاح بعید نہیں ہے۔

چنانچہ اہل فکر کو متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں۔اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر وقصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان باتوں پر قائم کردیں۔پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے سے کیا ہوتا ہے۔ہر ایک نے یہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا،بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے۔یوں ان شاء اللہ سب کریں گے۔ خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا۔اس وقت اس کی برکات نظر آئیں گی۔'' (فتاویٰ رضویہ)

یہاں پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جن نکات کی طرف نشاندہی فرمائی ہے،ان پر ایمانداری سے غور وفکر کریں تو یہ حقیقت بڑی سچائی کے ساتھ سامنے آجاتی ہے کہ آج سے ننانوے سال پہلے ظاہر کی گئیں آراء موجودہ دور میں بھی اہمیت رکھتی ہیں۔اس ٹکنالوجی عہد میں بھی مذکورہ بالا تدابیر پر عمل درآمدگی نہ صرف مفید ہے بلکہ کسی بھی بگڑے ہوئے معاشرے اور چرمرائے اقتصادی صورت حال سے نمٹنے کی پوری صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر مولانا امجد رضا امجدؔ

جام نور، کی پانچ سالہ صحافتی خدمات کا عمومی جائزہ

یہ مضمون محترم ڈاکٹر امجد رضا امجدمد ظلہ نے مدیر" جام نور" جناب خوشتر نورانی صاحب کی فر مائش پر (شمارہ، جنوری ۲۰۰۸کے) مباحثہ کے لئے لکھا تھا، جس میں مدیر محترم نے ۵/سوالوں میں سے آخری سوال یہ کیا تھا کہ "پچھلے پانچ برسوں سے مجلاتی صحافت کی سطح پر ماہنامہ جام نور،نے دعوت وتبلیغ اور ردوابطال کا جو اسلوب اختیار کیا ھے وہ آپ کی نظر میں کس حد تک "مثبت یا منفی" ھے ؟ڈاکٹر صاحب نے دیانت داری کے ساتھ اس کا جو جائزہ لیا ھے،وہ قارئین کے حوالے ھے.مدیر جام نور نے "فرمائشی طور پر لکھوانے کے باوجود اسے صرف اس لئے شائع نہیں کیا کہ اس میں ان کی ہم نوائی اور اندھی حمایت نہیں تھی۔ اس ذہنیت کے باوجود،مباحثہ کے کالم میں خوشتر صاحب کا"موصول ہونے والی آرا خواہ وہ مثبت یا منفی پہلو پر ہوں، شائع کی جاتی ہیں " لکھنا سوائے فریب کے اور کیا ھے ؟

ہم ڈاکٹر مولانا مفتی امجد رضاامجدؔ کے شکریہ کے ساتھ اسے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں (ادارہ)

خوشتر بھائی! آپ ملت کے قابل فخر فرد ہیں اور ''جام نور'' ملت کا قابل فخر ترجمان۔ آپ نے اپنے علم، تجربے، محنت، لگن اور پنج سالہ مسلسل کاوشوں کے بعد جو کامیابی حاصل کی ہے وہ قابل فخر بھی ہے قابل رشک بھی ع

آفریں باد بر ہمت مردانہ تو

جن اکابر علماء اور مشاہیر اہلسنّت نے آپ کی فکری بلند پروازی، بالغ نظری اور دلکش اسلوب نگارش کی تحسین کی ہے، یقیناً آپ کے لئے وہ سند ہے، خدا کرے آپ کے اقبال کا سورج ہمیشہ تابناک رہے اور اس سے مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ وتوسیع ہوتی رہے۔

جام نور، کے شمارہ (دسمبر ۲۰۰۷) میں آپ کے طویل اداریہ نے آپ کے نظریات وجذبات اور جام نور کے تعلق سے پیدا شدہ خدشات کی حقیقت کو آئینہ کر دیا ----- جام نور کے جن مضامین کے سبب مولانا رحمت اللہ صدیقی کا ذہن پریشان، دل مضطرب اور جذبۂ دینی بیتاب ہو گیا، اگر چہ وہ اس کی تفصیل پیش نہیں کر سکے تاہم انہوں نے اپنے محسوسات کو جس اخلاص، جرأت اور بے باکی سے پیش کیا ہے بہر حال وہ قابل قدر ہے کہ ع

کوئی تو ہے جو جرأت اظہار کر سکا

ہاں مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب کی زبانِ اظہار یا انداز پیش کش حضرت شرر مصباحی کی طرح تلخی آمیز ضرور ہے مگر اسے یہ سمجھ کر آپ قبول کر لیجئے کہ ع

از دست دوست ہر چہ رسد خوب است

آخر انہوں نے کبھی آپ کو حوصلہ افزا اور محبت بھرے خطوط بھی تو لکھے ہیں، آج اگر انہوں نے اپنے جذبہ وضمیر کی آواز پر لبیک کہا

مباحثہ کے لئے آپ نے جس عنوان کا انتخاب کیا ہے اور اس ضمن میں جو سوالات قائم کئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بکھرے ہوئے جوابات جام نور کے:

اگست ۲۰۰۵ء اسلامی نظریات کی عصری تفہیم وتبلیغ کی ضرورت

فروری ۲۰۰۶ء بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

فروری ۲۰۰۶ء بے شک ہم بریلوی نہیں

مئی ۲۰۰۶ء جماعت اہلسنت کا حقیقی تعارف کیا ہے؟

ستمبر ۲۰۰۶ء مذہبی وتبلیغی سرگرمیوں میں تبدیلی کی ضرورت

اکتوبر ۲۰۰۶ء امام احمد رضا کے ساتھ اپنوں اور غیروں نے کتنا انصاف کیا

نومبر ۲۰۰۷ء اعتراف حقیقت

میں موجود ہیں۔ اس لئے میں اس سے صرف نظر کرتا ہوں اور آپ کے پانچویں سوال کے مرکزی خیال کو ذہن میں رکھتے ہوئے چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ''جام نور'' جماعت اہل سنت کا ایک منفرد، معیاری اور مایہ ناز رسالہ ہے، اس نے اپنے اجرا سے اب تک مذہبی، مسلکی، ملی اور علمی ہر سطح پر قابل ذکر خدمات انجام دیئے ہیں، میں آپ کے اس جملے سے اتفاق کرتا ہوں کہ

''میرا یقین ہے کہ اگر انہوں نے اس کی اصلاحی تحریک، نیک مقاصد، ہمہ گیر فوائد اور منزل کی طرف نظر کی ہوتی تو تصور میں انہیں ایک ایسا ادارہ نظر آتا جہاں علم وفکر کے بلند وبالا کنگرے بھی ہیں، اصلاح وعمل کے طویل منارے بھی اور عزم واستقلال کی خمیر سے تیار کی ہوئی مستحکم عمارت بھی، جہاں بہت سے افراد نوک قلم سے ملت کی زلف برھم کی مشاطگی کے لئے ہمہ دم مصروف ہیں'' (دسمبر ۲۰۰۷ء)

یہی وجہ ہے کہ اکابرین اہلسنت نے آپ کو اپنی دعاؤں اور تحریروں سے نواز، آپ کے حوصلوں کو جلا بخشی، عزائم کو سراہا اور قدم قدم پر آپ کو اپنی عنایتوں سے نوازتے رہے۔ خدا کرے یہ سلسلہ کرم ہمیشہ ہمیش قائم رہے۔

جام نور، کی خدمات، مقبولیت اور شہرت کا یہ رخ یقیناً تابناک ہے جسے آپ مثبت اثرات سے تعبیر کر سکتے ہیں مگر جام نور کا دوسرا رخ وہ بھی جسے دیکھتے ہوئے آپ کو بھی لکھنا پڑا

کسی خاص مسئلہ پر تحریروں کی اشاعت صرف جام نور، کا خاصہ نہیں بلکہ جماعت کے اکثر رسائل ایسی بحثوں کو اپنے صفحات میں جگہ دے رہے ہیں اس لئے صرف اس جرم کی پاداش میں جام نور، کو ہی ہدف ملامت بنانا کہاں تک درست ہوسکتا ہے؟

اسی میں آگے آپ نے لکھا ہے:

ایسی بحثیں جب کہیں اور چھپتی ہیں تو کوئی توجہ نہیں دیتا مگر یہی بحثیں جب جام نور، میں شائع ہوتی ہیں تو عالمی سطح پر اردو کے مذھبی حلقوں میں غلغلہ بلند ہونے لگتا ہے

سوال یہ ہے کہ دیگر جماعتی رسائل کی طرح جب جام نور، بھی جماعت کا ہی ترجمان ہے تو آخر کیا سبب ہے کہ جام نور، ہی میں شائع مباحث کو دیکھ کر ''عالمی سطح پر اردو کے مذہبی حلقوں میں غلغلہ پیدا ہونے لگتا ہے'' آپ صرف یہ کہہکر کما حقہ جواب سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے کہ ''اس میں جام نور کی شہرت اور مقبولیت کا قصور تو ہوسکتا ہے ادارتی ٹیم کا نہیں''۔ یہ جتنا بڑا سوال تھا اتنے ہی ہلکے انداز

میں آپ نے اس کا جواب دیا ہے۔ اگر آپ نے اس پر غور کیا ہوتا تو اس کے اسباب وعوامل بخوبی آپ پر روشن ہو جاتے۔ میں سمجھتا ہوں اس کے کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ اس کی ایک وجہ تو آپ کی بے باکانہ صحافت ہے جس نے کبھی کسی کو خون کے آنسو رلایا ہے تو کسی کو خوشی کے-----۔اور بقول مولانا یٰسین اختر مصباحی ''جس کا انہیں کبھی کبھی خمیازہ بھی بھگتنا پڑا ہے۔ چند سال پیشتر کے ان کے کچھ تلخ وترش تبصرے اب تک ان کا تعاقب کر رہے ہیں''۔ (اگست ۲۰۰۵ء)

۲۔ دوسری وجہ وہ ہے جسے مولانا یٰسین اختر مصباحی نے:

خوشتر نورانی اپنے ذوق کے مطابق میدانِ صحافت میں ابھی تازہ تازہ وارد ہوئے ہیں، علم وعمر وتجربہ ومشاہدہ ہر لحاظ سے بالکل نئے ہیں، سرد گرم حالات کا ذائقہ چکھنے کا انہیں ابھی موقعہ نہیں ملا ہے

سے تعبیر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ وقفے وقفے سے جام نور، میں کچھ ایسے مضامین یا انٹرویو شائع ہوئے جو بڑی خموشی سے بعض قارئین کی ذہنی خلش کا باعث بن گئے، اگر وہ مضامین، یا انٹرویو جس کی بعض باتیں بیزاری یا صحافتی گرم بازاری کا سبب بنیں، آپ کے خصوصی ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع ہوتیں یا مباحثہ کے کالم میں باضابطہ ان پر اکابرین کی آرا شائع کی جاتیں تو یقیناً صورت حال وہ نہیں ہوتی جو آج ہمارے سامنے ہے، ان میں سے بعض کی طرف میں ضروری اشارے کر رہا ہوں اس لئے کہ اس کی آج بھی ضرورت ہے۔

(الف) مولانا اسید الحق صاحب کا مضمون ''حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں'' جب شائع ہوا تو توقع کے مطابق مذہبی حلقوں میں عام بے چینی محسوس کی گئی، توقع کے مطابق اس لئے کہ خود مضمون نگار نے ابو الفیض معینی کے نام سے شمارہ مارچ ۲۰۰۶ء میں اس مضمون پر اپنی ''غیر واضح تشویش'' کا اظہار فرمایا ہے۔ مولانا ملک الظفر صاحب نے بھی اس پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

''میں نے بھی اس تحقیقی مقالہ پر مولانا اسید الحق کی وسعت نظری اور علم حدیث پر ان کی وسعت علمی کی تعریف وستائش کرتے ہوئے اجمالاً اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا.....دوسرے گوشوں سے بھی آوازیں اٹھ رہی ہیں لیکن کوئی صاحب علم ان بحث طلب گوشوں کی نشاندہی کے لئے سامنے نہیں آرہے ہیں''

ایسے ماحول میں یقیناً یہ آپ کی ذمہ داری تھی کہ اگر کسی طرف سے اس کی مدلل تائید، یا مدلل تردید از خود نہیں ہو رہی ہے، تو ملت کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے آپ اس طرف خصوصی توجہ دیتے اور مضمون نہ سہی مباحثہ کے کالم میں ہی اکابرین کی آرا شائع کر کے قارئین کے ذہنی خلجان کو دور کرتے۔

(ب) حضرت شرر مصباحی صاحب کے انٹرویو کے بعد خود انہی کے اندازے کے مطابق ''اس انٹرویو کے بعد جو تاثر ہوگا اس کا مجھے قدرے اندازہ ہے'' مختلف مذہبی حلقوں میں شورش پیدا ہوئی اور معاملہ علمی موشگافیوں سے آگے بڑھ کر ذاتیات تک پہنچ گیا اور آخر کار آپ کو مجبور ہو کر یہ بحث بند کرنی پڑی۔ اس بحث کے دوران جو لوگ آپ سے نالاں ہوئے وہ تو ہوئے مگر بظاہر بحث ختم ہونے کے بعد بھی اس کے بعض گوشے آج تک چنگاری کی طرح سلگ رہے ہیں مثلاً

☆ جب ظفر ادیبی صاحب سے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواباً سوال کیا کہ جب علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کر دی اور من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر بھی تحریر فرمادی، تو اعلیٰ حضرت نے سکوت کیوں اختیار فرمایا؟ وجہ سکوت جاننے کے لئے جب جماعت اہلسنت کے مستند عالم دین اور عالمگیر شہرت یافتہ ادارہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے پرنسپل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے وجہ سکوت سے اپنی لاعلمی ظاہر فرمادی۔

(اگست ۲۰۰۶ء ص ۳۷)

اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو

☆ کیا اس سے اعلیٰ حضرت کی شخصیت بظاہر علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے فتوی کی زد میں نہیں آتی ؟

☆ کیا وہ طبقہ جن کے علمی حلقوں میں بار بار یہ سوال دہراتا رہا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرے گا کہ دین کا یہ اصولی مسئلہ خود ان کے اکابر کے یہاں بھی لاینحل بلکہ بازیچۂ اطفال ہے

☆ کیا اس سے حضرت علامہ مصباحی صاحب کی شخصیت مجروح نہیں ہوتی ؟

انٹرویو کا یہ حصہ چونکہ اس نازک موڑ پر آ گیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر یا کف لسان کے تعلق سے ایک علمی اور وضاحتی تحریر شائع ہوتی تا کہ مخالفین کا وہ علمی طبقہ جو جام نور، کا قاری ہے یا اپنی جماعت کے وہ قارئین جن کا مسلکی شعور پختہ نہیں وہ فکری تزلزل کا شکار ہونے کی بجائے حقیقت سے باخبر ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور عام قاری کو ایک غلط تاثر لینے کا موقع مل گیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ اس موضوع پر فقیہہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے ایک انتہائی جامع، اور معرکۃ الآرا کتاب ''اہل قبلہ کی تکفیر'' کے نام سے لکھی، اپنے موضوع پر یہ واحد کتاب ہے، جو عرصہ ہوا المجمع المصباحی مبارک پور سے شائع بھی ہوگئی۔ یہ کتاب علمی مباحث اور اصولی واصطلاحی پیرایہ بیان کے سبب عوام بلکہ عام علماء کی فہم سے بالاتر ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس سنگین مسئلہ کی صحیح توضیح وتشریح کے لئے اسے باضابطہ نصاب میں شامل کیا جائے مگر اس کتاب کے ساتھ کسی خاص ذہنیت کے سبب جس طرح کی غیریت کا برتاؤ کیا گیا۔ وہ ملامت کی حد تک قابل افسوس ہے۔

۳ تیسری وجہ وقفہ وقفہ سے لفظ ''بریلوی'' یا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' پر کچھ ایسے مضامین ومباحثہ کی اشاعت ہے جس کے بعض گوشے قارئین کی ذہنی اذیت کا باعث بنے۔ اور اس کے تدارک کی کوئی صراحت سامنے نہیں آئی۔ مثلاً ہماری جماعت کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اصدق مدظلہ نے اپنے مضمون ''بے شک بریلوی کوئی فرقہ نہیں'' میں ایک جگہ لکھا:

> لفظ بریلی کی آڑ میں دشمن کی طرف سے ہمیں نیا فرقہ قرار دینے کی کوشش نہ بھی ہوتی، تو بھی یہ لفظ جماعت کے لئے سمِ قاتل ہے۔ یہ لفظ سوادِ اعظم اہل سنت کی تفریق کا باعث بن رہا ہے، جن لوگوں کے خاندان ہمیشہ سے گمنام رہے وہ لوگ تو اس لفظ پر ناز کرنے لگے، لیکن جن سنی خانوادوں میں قیادت وسیادت صدیوں سے چلی آتی ہے انہوں نے یہ تمغہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

قطع نظر اس سے کہ جماعت اہل سنت کے لئے لفظ ''بریلوی'' کا اطلاق یا استعمال مناسب ہے یا نہیں، اس پیراگراف میں محترم سید صاحب قبلہ نے جو جارح رخ اختیار فرمایا ہے کیا وہ دل آزاری کا باعث نہیں ہے؟ سید صاحب خود ہی غور فرمائیں کہ انہوں نے کتنی بڑی بات کہہ دی، بھلا خانوادۂ رضا کس دور میں گمنام رہا۔ اعلیٰ حضرت کے جد اعلیٰ سے نیچے تک دیکھئے تو

سعید اللہ خان : شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے

سعادت یار خان : کورو ہیل کھنڈ فتح کر لینے کے سبب بریلی کا صوبہ دار بنانے کا فرمان شاہی آیا

اعظم خان : کی بزرگی اور شہرت کے سبب بریلی میں ان کے نام سے منسوب ''شاہزادہ کا تکیہ'' آج تک مشہور ہے

مولانا رضا علی خاں : اپنے دور میں قطب الوقت، زبدۃ الکاملین اور قدوۃ الواصلین کے القابات سے یاد کئے جاتے تھے اور جمعہ میں عام طور پر پڑھا جانے والا ''خطبۂ علمی'' آپ ہی کے شاگرد کے نام سے منسوب ہے، جس میں آپ کے شاگرد نے آپ کو ۱۸/ القابات سے یاد کیا ہے

مولانا نقی علی خان : کے حالات وخدمات تو جگ ظاہر ہیں ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' کے مقدمہ میں ان کی

وقعت، عظمت اور شہرت دیکھی جاسکتی ہے

سید صاحب کے مضمون میں اور بھی ایسے گوشے ہیں جو دل آزاری کا باعث بنے اور آج تک اس کے اثرات محسوس کیے جارہے ہیں۔۔۔۔۔اس کے بعد اس موضوع پر جو مضامین یا مباحثے شائع ہوئے اس کے بھی بعض جملے ''مجلسی گفتگو'' میں بحث کا موضوع بنے اور دل کا مرجھایا زخم پھر تازہ ہوگیا۔۔۔ جام نور، کا یہ وہ رخ ہے جسے یقیناً مثبت نہیں کہا جاسکتا۔ اور غالباً یہی وہ وجوہات ہیں جس کے سبب ''جام نور'' کے تعلق سے ''عالمی سطح پر اردو کے مذہبی حلقوں میں غلغلہ بلند ہونے لگتا ہے'' مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس پر خوبصورتی سے قابو پایا جاسکتا ہے، اور یہ ایک مدیر بالخصوص آپ کے لئے مشکل نہیں۔

آخر میں ایک قابل غور بات اور کہنا چاہوں گا کہ آج اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی پر جتنا کام ہوا یا ہو رہا ہے اس سے جہاں غیروں کو قریب آنے کا موقع مل رہا ہے وہیں ہمارے بعض حضرات کو حالات، تقاضے، مجبوری یا ضرورت کے تحت (جو ہمارے ہی پیدا کردہ ہیں) اعلیحضرت سے منسوب الفاظ واصطلاح میں کچھ زیادہ ہی خطرات نظر آنے لگے ہیں، اس لئے پہلے ہم نے دبے دبے لفظوں میں لفظ ''بریلوی'' سے اپنی برأت کا اظہار کیا، پھر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح ''قطعاً زیب نہیں دیتی'' تک ہماری رسائی ہوگئی۔۔۔۔۔اگر اسلاف بیزاری کا یہی حال رہا تو کچھ دن بعد حالات، تقاضے اور ضرورت کے تحت، امام احمد رضا کے لئے لفظ ''اعلیٰ حضرت'' بھی ہماری ذہنی خلش کا باعث بنے گا۔ اور اس کے بعد لفظ ''امام'' جو اعلیٰ حضرت کے نام کا جزو لاینفک بن گیا ہے سوالیہ نشان بن کر ہمارے سامنے کھڑا ہو جائے گا، کہ ان دونوں لفظوں (اعلیٰ حضرت، امام) سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عبقریت ثابت ہو رہی ہے، جو یقیناً جماعت اہل سنت کے اتحاد کے لئے سنگین خطرہ ثابت ہوگا۔

غالباً ایسے ہی موقع کے لئے کبھی حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے لکھا تھا:

واقعات وحالات کی روشنی میں اگر آپ مذہبی امور میں آزادئ رائے کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اپنے وقت کے مجدد (امام احمد رضا) کا یہ اندیشہ غلط نہیں کہ چھوٹی چیز چھوڑنے والے ایک دن بڑی چیز بھی چھوڑ دیں گے اور سواد اعظم کی پیروی سے انکار کرنے والے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے انکار کردیں گے۔

(پیغام رضا، خصوصی شمارہ، مارچ ۲۰۰۷ء)

مولانا انیس عالم سوانی

ایسا مشورہ ہی کیوں دیں کہ صفائی دینے کی ضرورت پڑے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بعد عرصہ تک جماعت اہل سنت میں تصنیفی اور تحریری اعتبار سے ایک طرح کا تعطل اور جمود سا چھایا رہا، جن علماء اور بزرگوں نے کچھ لکھا بھی تو اس کی تعداد بہت مختصر رہی، حد تو یہ کہ جو کتب و رسائل اعلیٰ حضرت اور دیگر بزرگوں نے تصنیف فرمائی تھیں ان کی اشاعت بھی بڑی مشکل سے ہورہی تھی، لٹریچر کے لحاظ سے اہل سنت و جماعت کی تقریباً کوئی شناخت نہیں تھی، ہر حساس منداس کمی کا احساس کرتا لیکن برسہا برس تک اس سمت کوئی پیش رفت نہیں ہورہی تھی۔ جیسے تیسے پندرہ بیس سالوں سے کچھ لوگوں نے لکھنا شروع کیا تو جماعت کے ہر چھوٹے بڑے فرد نے پرُ جوش انداز میں اس تبدیلی اور انقلاب کا استقبال کیا۔

رسائل و جرائد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا، ورنہ شاید ایک دو ماہنامے وہ بھی کسمپرسی کے عالم میں تھے، ان بدلتے ہوئے حالات سے بڑی خوشی ہورہی تھی کہ اب اس جماعت میں بھی قلمکار پیدا ہورہے ہیں۔ دانشور، صحافی اور محقق ابھر کر آرہے ہیں۔ سنی طلبہ عرب کی دینی جامعات میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، شاید اب تعطل اور جمود کی جگہ حرکت پیدا ہوگی، غلط پروپیگنڈوں کی جگہ صحیح باتیں لوگوں کے سامنے آئیں گی اور بہت سارے سادہ لوح جو دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں وغیرہ کے محض پروپیگنڈوں سے متاثر ہوجاتے ہیں اب ان راستوں پر اہل سنت کے فعال اور متحرک علماء پہرہ بٹھادیں گے، لوگوں کی شکایتیں کم ہوجائیں گی کہ ہمارا کوئی رسالہ ہی نہیں نہ کوئی پرچہ کہ جسے ہم پڑھیں اور معلومات حاصل کریں۔

لیکن نہایت افسوس کیساتھ ذیل کی سطریں حیطۂ تحریر میں لانے کی جسارت کررہاہوں کہ جماعت اہل سنت کے اندر آنے والا انقلاب اس جماعت کے لئے مفید کم ضرررساں زیادہ ثابت ہورہاہے، آج سے بیس سالوں پہلے تک ہزار کمیوں کے باوجود اس جماعت کے علماء، مشائخ اور عوام کے درمیان جو محبت اور رابطہ تھا آج اس کا دس فیصد بھی نہیں پایا جاتا۔ کل تک ہمارے علماء کی زبانیں جب کھلتی تھیں تو دیوبندیوں وہابیوں اور دیگر باطل فرقوں

کے غلط افکار وعقائد کے خلاف، ہمارے علماء کچھ بولنے اور لکھنے سے پہلے یہ دیکھتے تھے کہ اس سلسلے میں ہمارے اسلاف کی رائے کیا ہے ان کا موقف کیا تھا۔

اس کے برخلاف دیو بندیوں کے یہاں زبردست تضادات پائے جاتے تھے، بے سوچے سمجھے ان کے لکھنے اور بولنے نے یہ موقع فراہم کیا کہ ''زلزلہ، زیر وزبر اور خون کے آنسو'' جیسی اہم کتابیں دیو بندی جماعت کے خلاف وجود میں آئیں، آج محسوس ہو رہا ہے کہ تقریباً تیس سالوں پیشتر لکھی جانے والی زلزلہ، زیر و زبر اور خون کے آنسو نامی کتب کا ابھی تک جماعت دیو بند جو کما حقہ جواب نہیں دے سکی تھی شاید اب وہ اہل سنت کے خلاف دوسرا ''زلزلہ'' زیر وزبر، اور خون کے آنسو لکھ سکے اور اگر اس طرح کی کوئی کتب دیو بندیوں کی جانب سے شائع ہوتی ہیں تو وہ اہل سنت کے لئے ''البریلویہ'' جیسی کتابوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگی۔ اور دیو بندی ''زلزلہ'' کے لئے مواد کی فراہمی جام نور، اور اپنی ہی جماعت کے بہت زیادہ پڑھے لکھے ادیب، صحافی اور محققین کرائیں گے، کل تک جو لوگ فضائل اعلیٰ حضرت لکھتے اور بولتے نہیں تھکتے تھے آج وہ اعلیٰ حضرت میں کمیاں تلاش کرنے کے لئے بڑے سنجیدہ ہو گئے ہیں۔ انہیں شاید یہ لگنے لگا ہے کہ یہ کارڈ اب زیادہ دن استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا، یہ بڑے با ہوش اور شعور والے لوگ ہیں درد بانٹتے ہیں دوا کے نام پر، خوبصورت لفظوں کا استعمال، خفیف درجہ کی تنقیدیں، گالیاں دیتے ہیں دعا کہہ کر، غم دیتے ہیں مگر آہ کرنے سے منع کرتے ہیں، ستم ڈھاتے ہیں اور خود ہی استغاثہ بھی کرتے ہیں، غالباً اسی لئے کسی نے کہا تھا:

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا جو قدم راہ پر تھے

کل تک ہمارے علماء باطل فرقوں کے خلاف تقریریں کرتے تھے، ان کے عقائد و مکائد کے رد میں کتابیں تصنیف کرتے تھے، تنظیمیں بناتے تھے، ملت کے مفاد کے لئے، لیکن آج ایسے مقرر و مصنف وجود میں آرہے ہیں جو اہل سنت کے معمولات اور اپنے اکابر اور معاصر کی تنقید اور انھیں نیچا دکھانے کے لئے مختلف قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں، وہ اپنے قول وفعل سے اہل سنت کے شیرازہ کو منتشر کرتے ہیں اور بد عقیدوں سے اتحاد پیدا کرتے ہیں، وہ باتیں اتحاد و اتفاق کی کرتے ہیں مگر دل میں نفاق چھپائے رکھتے ہیں، آزادی رائے اور تحقیق کا خوب صورت چہرہ اتنی بے دردی سے داغدار کر رہے ہیں کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہ گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا نام بھی لیتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کے پرچارک بھی ہیں، اپنے آپ کو بریلوی بھی کہتے ہیں، لیکن پھر بھی باتیں وہ ڈھونڈ کے لاتے ہیں جو صدر الشریعہ، صدر الافاضل، حافظ ملت اور شیر بیشۂ اہل سنت کیا، دیو بند اور نجد کے بڑے سے بڑے مناظر اور تنقید نگار نے نہیں کہی، ہم نہ کسی پر بد اعتقادی کا الزام لگا رہے ہیں نہ کسی اعلیٰ حضرت کے محسن کی نیت پر شک کر رہے ہیں لیکن اتنا احساس ضرور کر رہے ہیں کہ رضویات کے تعلق سے آج کل چند دانشوروں کا جتھا جو کچھ سوچ رہا ہے یا لکھ رہا ہے یا لکھوا رہا ہے اسے نہ کبھی سیدی آل رسول احمدی نے کہا۔ نہ نوری میاں نے نہ سید العلماء واحسن العلماء نے اور نہ ہی صدر الشریعہ و حافظ ملت نے اور نہ محدث اعظم نے اور نہ ہی شارح بخاری اور نہ علامہ ارشد القادری علیھم الرحمہ نے، حد تو یہ کہ جن بزرگوں نے فتاویٰ رضویہ، جامع الاحادیث اور کنز الایمان جیسی کتابوں کو منظر عام پر لا کر برادران اہل سنت پر احسان عظیم کیا انہوں نے بھی وہ نکات نہ بیان کیے جو آج کچھ لوگ بیان کر کے محقق ہونے کا شرف حاصل کر رہے ہیں، خدارا، اپنی ان نادر تحقیقات کو اگر نہ پیش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا، یہ ملت پہلے ہی بہت بکھر چکی ہے۔

شاید تنقید کرنے والے ابو الکلام آزاد بننا چاہتے ہیں یا عامر عثمانی کی شہرت سے متاثر ہیں، ممکن ہے اپنوں کی قبر کھود کر عامر عثمانی بن جائیں مگر حافظ ملت نہیں بن سکتے۔ علامہ ارشد القادری نہیں بن سکتے، اس لئے کہ ان بزرگوں نے علم کی خدمت کی ہے مگر اپنے بزرگوں کے احترام کے سانچے میں ڈھل کر، ان

بزرگوں نے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات تو بہت دور اگر اعلیٰ حضرت کے لفظ پر کسی نے اعتراض کیا تو ان کی محبت اور عقیدت کو یہ گوارہ نہیں ہوا کہ یہ کہہ کر اس سے چشم پوشی کرلیں کہ یہ کوئی شرعی یا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔

۱۳۹۹ھ کا واقعہ ہے کہ جب کٹک، اڑیسہ میں دیو بندی عالم مولوی ارشاد نے لفظ اعلیٰ حضرت پہ اعتراض کیا تو مناظر اسلام علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے دیو بندی مناظر کے ناطقے بند کردیے اور آپ نے یہ برملا کہا کہ بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت اہل حق کی علامت اور شناخت ہے، یہ اور بات ہیکہ آج کے دعاۃ اور مبلغین کی راہ میں یہ الفاظ مشکلیں بن کر کھڑے ہیں۔

معلوم نہیں ایسا کون عقیدت مند پیدا ہوگیا ہے جس نے جمیع زمان ومکان میں بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کہنے، بولنے اور لکھنے کو فرض یا واجب یا شرط قرار دیا ہے جس کے سبب سے داعیوں کی دعوت متاثر ہوگئی، خود ہی سوال پیدا کرنا اور خود ہی مجیب بننے کے شوق میں اس طرح کے نادر نمونے تراشے جاتے ہیں۔

بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت نہ کہنے سے کوئی شخص اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا اور کہنے سے وہ سنی نہیں ہوجاتا۔ اعلیٰ حضرت کہنے پر دیو بندی معترض ہوئے اور جب علامہ نظامی علیہ الرحمہ نے لفظ امام سے اعلیٰ حضرت کو یاد کیا تو اس وقت بھی کچھ لوگوں نے جانے یا انجانے میں لفظ امام پر تمسخر کیا تھا، خیر یہ اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی ہے جو ہمیشہ اپنے بزرگوں کے لئے، غوث وخواجہ کے لئے دفاع کرتی رہی، آج وہ نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کے ذریعہ بزرگوں کی نسبت کا دفاع ہورہا ہے۔

ابھی دانشور حضرات جن لفظوں کے تانے بانے بن رہے ہیں خدا کرے یہ انہیں میں الجھے رہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت سے فرصت پائے تو پھر کہیں یہ نہ مشورہ دیدیں کہ ہم قادری نہ کہیں چشتی نہ کہیں، اشرفی اور رضوی نہ کہیں، حنفی، شافعی نہ کہیں اس لئے کہ ہم سب اہل قبلہ اور مسلمان ہیں، بس صرف مسلمان کہیں تاکہ عمومیت برقرار رہے۔

مشورہ کیسا جو صفائی دینے کی ضرورت پڑجائے، مشورہ ضروری امر کے لئے دیتے جس میں ملت کے احساسات وجذبات شامل ہوتے۔ لیکن جنابوں کا مشورہ کہ یہاں سے وہاں تک تصدیقات و تقریظات کی ضرورت پڑگئی اور کتنا خیال ہے اپنے کالم نویسوں کا کہ حمایت میں آسماں سے زمین تک ایک کردیا اور بعض لوگوں نے تو صرف تائید ہی نہیں فرمائی بلکہ پیٹھ بھی تھپتھپائی کہ اس طرح کی آراء وخیالات مستقل جاری رہیں۔ ایسا لگا کہ جیسے کوئی گروہ اس تاک میں پہلے سے بیٹھا تھا کہ بریلی۔ اعلیٰ حضرت اور ان کے طریقوں پر چلنے والوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے لیکن لگ رہا ہیکہ برسوں کے سجائے خواب فی الحال شرمندہ تعبیر نہیں ہوں گے، پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پروگرام بنانے والوں اور مضمون تیار کرنے والوں کو کچھ اور انتظار کرنا ہوگا، ہمیں قطعاً نہ ان تحقیقات کی ضرورت ہے، نہ ایسے دانشوروں، ادیبوں اور نقادوں کی جو ہمیں اپنے اسلاف سے دور لے جارہے ہوں اور اس جماعت کو خانہ درخانہ تقسیم کررہے ہوں، اس جماعت کو آج بھی اس اتحاد کی ضرورت ہے جو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دور میں تھا، پوری ملت ایک جھنڈے کے تلے تھی، ہمارا فتویٰ ایک تھا اور مسلک بھی ایک تھا، جب سے اپنی اپنی تحقیقات کا پرچار اور شو ہونے لگا ہے ہر محقق اور مضمون نگار امام اعظم سے زیادہ مضبوطی کیساتھ اپنی تحقیق کا اعلان کررہا ہے۔

تحقیق کا لفظ کبھی خلوص اور حقیقت پر مبنی رہا ہوگا، مگر آج اس لفظ کا استعمال دو چار صفحہ لکھنے والے لوگ اظہار تعلی کے لئے کررہے ہیں۔

ہم اپنے نقادوں اور ادیبوں صحافیوں سے دستہ بستہ عرض کریں گے کہ ابھی تک آپ کے علمی فضائل وکمالات سے ایک دو رسالے اور ماہنامے ہی فیض بخش ثابت ہو پائے ہیں جن کے قاریوں کی تعداد بمشکل دو چار ہزار ہوگی، کاش آپ اپنی وسعت فکری اور مطالعہ کی گہرائی سے قومی سطح کے اخبارات کو روشناس کراتے، اپنے ادبی شہہ پاروں سے غالب، میر اور اقبال کی بھی

پیمائش کرتے تاکہ آپ کی قابلیت اور عبقریت کا پورا ملک مداح ہوتا لیکن آپ کو تو شاید بریلی اور اعلیٰ حضرت سے فرصت ہی نہیں ہے، مدح خوان رضا فاضل بریلوی کی حقیقت جانے بغیر ہی عقیدت کیشوں میں شامل ہوگئے ہیں خیر جانے دیجئے ان عقیدت مندوں کو نہ انہیں عروض وقوافی کا علم ہے نہ شاعری سے واقف ہیں۔ یہ انصاف کے حامی ہیں یہ تو کسی فرد کی محبت کے شکار ہیں اور یہ ایسے دیوانے ہیں جو آپ کی نصیحتوں سے سبق بھی نہیں لیتے بلکہ آپ کا ہر علاج ان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ ان کی بے چینیوں میں اضافہ کرتا ہے، بہرحال ملت کے بہی خواہو آپ اپنا پتہ تو صحیح بتادو، اپنی حقیقت کا عرفان عطا کردو تو ممکن ہے کہ ان سمجھوں کو سبق مل جائے۔

جب ہم جامعہ صدام،علوم اسلامیہ بغداد کے کلیۃ اللغۃ العربیہ وعلوم القرآن کے دوسرے سال کے طالب علم تھے، خوش قسمتی سے مرکزی خانقاہ اشرفیہ جائس کے ولیعہد فاضل جلیل حضرت مولانا سید سلمان اشرف جائسی صاحب بھی رفیق وہم درس تھے، ایک دفعہ عرب شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک لکچرر نے حضرت سیدنا حسان بن ثابت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ حسان بن ثابت کا شاعرانہ مقام اسلام لانے کے بعد کم ہوا، غالباً وہ حضرت حسان کا مقابلہ امراء القیس اور عنترہ بن شداد جیسے شعراء سے کررہے تھے یا پھر حضرت حسان کی وہ شاعری جو زمانہ جاہلیت میں کہی گئی اس کا مقابلہ حالت اسلام میں لکھی گئی شاعری سے کررہے تھے،وہ ہمارے استاذ تھے اس لئے ان کی علمیت اور ادبیت پہ کیا کلام؟ مگر مجھے آج بھی یاد ہے مولانا سید سلمان اشرف جائسی صاحب کا وہ جملہ جیسے ہی کلاس ختم ہوا۔ کہا کہ اس شاعری اور ادب کو لے کر ہم کیا کریں گے جو ہمیں صحابہ کی عزت و حرمت کی پاسداری سے روک دے، کہنے لگے کہ اگر ادب یہ ہے تو پھر بے ادبی کیا ہے، علم اگر اس کا نام ہے تو جہالت کسے کہتے ہیں، مولانا کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی کہ علم تو بزرگوں سے قریب کرتا ہے، علم روشنی ہے جو نفاق کے اندھیروں کو کافور کرتا ہے، نہ کہ منزل کے متلاشی کو ظلمت کے سمندر میں ڈال دیتا ہے۔

ہمیں علم بھی چاہیے، ادب بھی چاہیے، صحافت بھی چاہیے مگر اپنوں سے دور ہو کر نہیں، اسی طرح ایک مرتبہ حافظ احمد علی علوی القادری مینجر مدرسہ غیبیہ انوار العلوم ماری پور مظفر پور کہنے لگے کہ علم جب بڑھتا ہے تو بھٹکنے کے امکانات قوی ہوجاتے ہیں۔ فرمانے لگے ابوالکلام آزاد، اشرف علی تھانوی اور سرسید یہ تھوڑے پڑھے لکھے لوگ نہیں تھے یہ بہت پڑھے لکھے لوگ تھے لیکن انہوں نے صرف اپنے علم پر اعتماد کیا تو ان کے علم نے انہیں گمراہ کردیا اور اعلیٰ حضرت جیسے باکمال اعلم وعبقری نے رحمت خداوندی اور محبت سرور کونین پر بھروسہ کیا اس لئے وہ اہل ایمان کی جان اور اسلام کی شان بن گئے، اللہ تعالیٰ مدح خوان رضا کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور ہمارے قلمکاروں اور ادیبوں کو ان کا حق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد رحمت الله صدیقی

مقصود ہے...

اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات علوم وفنون کا بحر بیکراں تھی۔ وہ اپنے عہد میں پورے عالم پر چھائے رہے۔ ان کی علمی عظمت وسطوت کا عرب وعجم کے موقر علماء ومشائخ نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور ان کے تجدیدی کارناموں کی پذیرائی کی ہے۔ آج ان کو ہماری ظاہری آنکھوں سے روپوش ہوئے قریب قریب نوے سال ہوگئے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اب بھی ہم میں موجود ہیں۔ ان کے نام اور کام کو مٹانے کی بہت کوششیں ہوئیں مگر معاندین اور حاسدین کی ساری کوششیں خاک آلود ہوگئیں اور سب کے سب بے نام ونشان ہوگئے

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ　　احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے دین کے تحفظ کے لئے اپنی ذات کو پورے طور پر وقف کردیا تھا۔ ان کی زندگی کی ہر سانس سے ملی درد کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ انہوں نے بہت مختصر سی عمر پائی لیکن ان کا کام صدیوں پہ بھاری ہے۔ اگر ان کی تمام تالیفات وتصنیفات ایک بڑے ہال میں سجادی جائیں اور یہ بتایا جائے کہ یہ کسی فرد واحد کی کوشش وکاوش ہے تو لوگوں کو اعتراف کرنے میں ہفتوں لگ جائیں گے۔ ہمارے اسلاف کی تصنیفی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہر عہد میں کثیر التصانیف شخصیات کا سراغ ملتا ہے۔ ان سب کی بے پناہ عظمتوں کا ہمیں اعتراف ہے اور قیامت تک ان کی عظمتوں کا اعتراف کیا جاتا رہے گا لیکن اعلیٰ حضرت کی تصنیفی خدمات صرف اپنے عہد ہی پر نہیں بلکہ اپنے ماقبل وما بعد میں بھی ممتاز ہے۔

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے　　جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اوروں نے بھی لکھا ہے بہت علم دین پر　　جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے کے لئے ان کے عہد کے علماء ومشائخ کی تحریرات کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے اس دور کے علماء ومشائخ کے خیالات کو پڑھنے کے بعد آنکھیں پھٹیں کی پھٹیں رہ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے انسان یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ ایسے عمدہ پاکیزہ اور بلند وبالا خیالات کسی انسان کے لیے نہیں قائم کئے جاسکتے۔ بلکہ انسانی روپ میں وہ کوئی فرشتہ ہی ہوسکتا ہے۔ ان کی عظمت ورفعت کا سورج نصف صدی سے زائد تک پورے عالم اسلام پر چمکتا رہا۔ ان کی رفعت شان کے آگے کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وہ علم، عمل اور عشق ہر سہ اعتبار سے عرش نشین تھے۔ ان کی رہبری

نے بہت سارے طوفانوں کو مسلمانوں کے سروں سے ٹال دیا۔ زندگی کا وہ کونسا شعبہ ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کی رہنمائی نہیں کی ہے۔ گود سے گور تک کے لئے ان کا رہنما اصول موجود ہے۔ انھوں نے زندگی گزارنے کے جو اصول پیش کئے ہیں سارے اصول قرآن واحادیث کے نور سے معمور ہیں۔ دنیا کا کوئی دانشور، مفکر اور مدبر ان کے کسی قول کو قرآن واحادیث اور اقوال صالحین سے متصادم قرار نہیں دیا۔ جو لوگ متعصب اور تنگ نظر ہوتے ہیں وہ اپنے مخصوص نظریے کی روشنی میں شخصیت کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے افراد کے اقوال کو تاریخ میں کبھی بھی پیمانے کی حیثیت حاصل نہیں رہی۔ تاریخ انھیں کے اقوال کو پیمانہ بناتی ہے جن کے اقوال غیر جانب داری کے عکاس ہوتے ہیں۔ عوام میں رائج غیر شرعی معمولات و مراسم اور تعصب زدہ پروپگنڈے کی زبان کو شخصیت فہمی کے لیے معیار نہیں بنایا جاسکتا۔ لیکن کچھ لوگ ذاتی اور گروہی مفاد کی خاطر حقائق کے چہرے پر دھول ڈالتے رہے ہیں۔ اور بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر ناحیات حق و باطل کا فرق واضح نہیں ہو پاتا۔ دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں اور ایسی جماعتوں کی بھی کمی نہیں جن کا نام تو اسلامی ہوتا ہے لیکن وہ اسلامی دھارے سے کٹی ہوتی ہیں۔ یا کوئی طاغوتی طاقت کا وہ آلۂ کار ہوتی ہیں جن کا مقصد وحید نئی نسلوں کو اسلامی قدروں سے دور کرنا ہوتا ہے یعنی صورت تو مسلمانوں جیسی ہو لیکن ان کے اندر مسلمانی نہ ہو ایسے نوجوانوں کو اسلام مخالف طاقتیں جب چاہتی ہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ایسی تمام طاقتوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ آپ کے زمانے میں اسلام دشمن جو بھی تحریک، نمودار ہوئی آپ نے اس کا شدت سے تعاقب کیا اور اس تحریک کی اسلام مخالف پالیسیوں سے قوم کو آگاہ فرمایا، یہ کام سب کے بس کا روگ نہیں تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ اپنے عہد کے مذہبی، علمی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے معمار تھے۔ ان کے عہد میں مسلم معاشرہ شدید بحران کا شکار تھا۔ مذہب و مسلک میں غیر ضروری اضافات کئے جا رہے تھے اور میدان سیاست سے مسلمانوں کو الگ تھلگ کرنے کی کوششیں تیز تھیں۔ کسی ملک پر آٹھ سو سال حکومت کرنے والی قوم کے ساتھ اس قسم کا رویہ تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ جہاں مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو مٹانے کے لئے میر جعفر و میر صادق جیسے افراد کی ٹولیاں تیار کی جا رہی تھیں وہیں عملی سیاست سے مسلمانوں کو دور رکھنے کے موثر اسباب تلاش کئے جا رہے تھے۔ جو لوگ زبان و قلم کے دھنی تھے انھیں اپنی بے سروسامان کا شکوہ تھا اور جو لوگ مالی اعتبار سے قابل ذکر تھے انھیں حکومت کا خوف کھائے جا رہا تھا۔ ہر شخص کے سامنے ذاتی مسائل کا اژدھا پھن کاڑھے کھڑا تھا۔ ایسے سنگین حالات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا شہر بریلی سے مسیحائے قوم و ملت کی صورت میں نمودار ہوئے اور دینی، ملی، علمی اور سیاسی قدروں کے تحفظ کا سامان بن گئے۔ انہوں نے اپنی زبان و قلم سے اپنے زمانے کے اٹھتے ہوئے ہر فتنے کا سر قلم کر دیا۔ ان کا علم و عمل سب پر حاوی تھا اور ان پر عشق رسالت مآب ﷺ حاوی تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات: یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم: کی ترجمان تھی۔ قیادت کے فقدان اور پیہم مشکلات نے مسلمانوں کے ذہن و فکر کو مفلوج کر دیا تھا۔ ان میں سمت منزل کے تعین کا شعور نہ تھا۔ فاسد خیالات کا طوفان جماعت کی افرادی قوت پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ فضاؤں میں اس قدر زہر گھول دیا گیا تھا کہ اکثریت پہ دن، رات کا فرق مبہم ہو چکا تھا۔ ایسے حالات میں اعلیٰ حضرت کی آواز فضاؤں میں گونجی

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے	سونے والوں جاگتے رہیوں چوروں کی رکھوالی ہے
سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے	تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تری مت ہی نرالی ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی بصیرت ہندستان میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی طاقتوں کو دیکھ رہی تھی۔ ان کو صرف اپنے ملک کی فکر دامن گیر نہ تھی بلکہ انھیں پورے عالم اسلام کی فکر تھی۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے

تھے کہ اسلام مخالف طاقتیں اسلام ہی کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں۔ ان کا نشانہ اسلامی نظام فکر و عمل ہے۔ باطل قوتیں اسلام کے صاف و شفاف چہرے پر جدید خیالات و تصورات کی دھول اتنی گہری کر دینا چاہتی تھیں کہ آنے والی نسلوں کو اسلام کا صحیح تصور نہ مل سکے۔ اعلیٰ حضرت دنیا کی دوسری اسلام مخالف اقوام کی ریشہ دوانیوں سے زیادہ فکر مند نہ تھے انھیں سب سے بڑا خطرہ ان مولوی نما چہروں سے تھا جو اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر مسلمانوں کے عشق و ایمان کے شیش محل پر شب خون مار رہے تھے اور روایت شکنی کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کو جو زمانہ ملا ہندستان کی تاریخ میں اس سے پُرخطرہ زمانہ کسی مصلح کو نہ ملا۔ مصلحین امت کی آپ پوری تاریخ دیکھ جائیے آپ کو خود اس کا احساس ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت اگر جلوہ گر نہ ہوتے تو تمام ہندی مصلحین امت کی تاریخ کا چہرہ اتنا مسخ کر دیا جاتا کہ بعد میں اس کی شناخت دشوار ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت نے اسلام، اسلامی آثار و تبرکات اور اسلامی شخصیات کو جو تحفظ فراہم کیا ہے اس کی دوسری مثال بمشکل پیش کی جاسکتی ہے۔ مسلمانوں کا رشتہ ماضی سے جوڑنے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ تاحیات انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علمائے ذوالاحترام کے ناموس کا دفاع کرتے رہے۔ اس لیے کہ یہی وہ جماعتیں ہیں جن سے اسلامی روایات کی پاسداری کا جذبہ کشید کیا جاسکتا ہے۔ دین کالجیز، یونیورسٹیز سے نہیں بلکہ بزرگوں کی نظر سے پیدا ہوتا ہے۔ باطل تحریکات نے انھیں پاکیزہ اور تقدس مآب جماعتوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ان سے مسلمانوں کا رشتہ توڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ اعلیٰ حضرت باطل کے ناپاک ارادوں سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ آپ کی نگاہ ہر اس مقام پر تھی جہاں سے باطل طاقتیں دراندازہو سکتی تھیں۔ آپ قدم قدم پر مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کرتے رہے۔ منزل اور سمت منزل کی نشاندہی کرتے رہے اور دلوں کو عشق رسالت کی حرارت عطا کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی منصب تجدید پہ فائز تھے۔ مجدد مبعوث ہوتا ہے۔ کسب اور ریاض کی بنیاد پر کوئی مجدد نہیں ہوسکتا۔ علم اور تقویٰ کی بنیاد پر بھی کوئی مجدد نہیں ہوسکتا اور نہ شرافت و نجابت کی بنیاد پر کوئی مجدد ہوسکتا ہے۔ ہر چند کو یہ ساری چیزیں مجدد کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ مجدد من جانب اللہ بھیجا جاتا ہے۔ مجدد اپنے عہد کی ہر طاقت سے بلند ہوتا ہے اور مجدد اپنے زمانے کی ہر طاغوتی طاقت کا سرخمیدہ کر دیتا ہے۔ حمایت حق، اشاعت حق اور نیابت حق کی بنیاد پر جہاں ساری دنیا کے متلاشیان حق اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں وہیں دنیا کی ساری حق مخالف طاقتیں اس کے خلاف صف آراء ہو جاتی ہیں اور وہ سب کا تن تنہا مقابلہ کرتا ہے۔ سارے مجدد دین اسلام کی تاریخ یہی ہے۔ مجدد اپنے تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر پہچانا جاتا ہے۔ مجدد کبھی مصلحت کا بھی شکار نہیں ہوتا۔ مجدد اپنے جہد مسلسل اور سعی پیہم سے حق کو اتنا واضح اور صاف و شفاف کر دیتا ہے کہ کبھی اس کی ذات ہی نشان حق بن جاتی ہے اور اس کی ذات کی طرف نسبت و تعلق ہی اہل حق کی شناخت قرار پاتی ہے۔ تاریخ میں ایسا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی اپنے تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر کل بھی نمایاں تھے آج بھی نمایاں ہیں اور انشاء اللہ صبح قیامت تک نمایاں رہیں گے۔ ان کی اس نمایاں حیثیت پر دھول ڈالنے کی کوششیں جس تسلسل کے ساتھ ہو رہی ہیں تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے حضرت علامہ کامل سہسرامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> اغیار و مخالفین نے ان کے خلاف نظم و تسلسل کے ساتھ منصوبہ بند پروپیگنڈے کی مہم چلائی، بہتان باندھے، الزام عائد کیے۔ گمراہ کن مضامین لکھے اور وہ سب کچھ کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ جو ایک بدترین مخالف تیسری سطح پر پہنچ کر اپنے مخالف کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن مخالفین و معاندین کی اس مذموم ترین حرکت اور ظلم پر ہمیں نہ تعجب ہے، نہ حیرت نہ گلہ ہے، نہ شکوہ۔ اس لیے کہ حق و صداقت کے مقابلے میں جب گمراہی و ضلالت ناکام ہوتی ہے تو اس کی ناکامی خود اس اوچھے ہتھیار کے استعمال پر مجبور کرتی ہے اور شکست خوردہ گمراہی دیانت و شرافت کو روندتی ہوئی اپنے تحفظات کی خاطر وہاں

پہونچ جاتی ہے جہاں اخلاق وانسانیت کی پرچھائیں بھی نہیں پہونچ پاتی۔ پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء ص ۸۲

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی کے خلاف تحریک چلانے میں جہاں ان کے جماعتی حریف پیش پیش رہے وہیں جماعتی حریفوں کے دوش بدوش ایک گروپ ان کے حاسدین کا بھی تھا۔ لیکن جب جماعتی حریفوں کی کوششوں میں شدت آئی اور وہ انصاف و دیانت کی ساری سرحدوں کو توڑ چکے تو حاسدین کے سینے میں حسد کی سلگتی ہوئی آگ کچھ دنوں تک ٹھنڈی رہی۔ اس لئے کہ وہ جو چاہتے تھے ان کی خواہش کے مطابق دوسرے لوگ کام کرنے لگے تھے۔ لیکن حاسدین اور جماعتی معاندین کی لاکھ کوششوں کے باوجود اعلیٰ حضرت کی عظمتوں کا سورج بلند ہوتا رہا، ان کے نغموں سے فضا گونجتی رہی اور ان کے علمی شہ پاروں پہ ریسرچ و تحقیق کے باب کھلتے رہے۔ وہ کچھ دنوں تک ملک کی سرحدوں میں قید رہے لیکن ان کے رب کی ان پر نوازشات ہوتی رہیں اور ان کے پیغام کی خوشبو پھیلتی رہی۔ نتیجہ کے طور پر آج پوری دنیا میں ان کی صداؤں پر غور و فکر کا سلسلہ جاری ہے۔ یونیورسٹیاں، جامعات اور دانش گاہیں اپنے اپنے طور پر کام کر رہی ہیں۔ عوامی قلوب ان کی محبت سے معمور ہو رہے ہیں۔

جام نور کے خلاف ہماری محاذ آرائی کے اسباب:

ان ساری برکات و عنایات کو دیکھ کر پھر حاسدین کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا ہے اور وہ از سر نو منظم ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں، ماہنامہ جام نور، دہلی کی حالیہ کوششوں کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف اس کی ریشہ دوانیاں ادھر کئی سالوں سے تسلسل کے ساتھ جاری ہیں نیز باوقار علماء و مشائخ کی کردارکشی اور صلح کلیت کو بھی دانستہ یا غیر دانستہ طریقے سے ہوا دے رہا ہے۔ جام نور، کی مذکورہ حرکتوں کے باعث ملک اور ملک سے باہر بھی شدید بیزاری پائی جا رہی ہے۔ میں نے اس تعلق سے جناب خوشتر صاحب سے فون پہ باتیں بھی کیں لیکن نتیجہ مایوس کن رہا۔ پھر میں نے دارالافتاء سے رابطہ کیا، کسی دارالافتاء نے استفتیٰ کی کاپی خوشتر صاحب کو فراہم کر دی۔ استفتاء دیکھ کر خوشتر صاحب کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے میرے خلاف ایک محاذ کھول دیا۔ دسمبر ۲۰۰۷ء اور جنوری ۲۰۰۸ء کا جام نور، اس سلسلے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ جام نور، کی خانہ تلاشی کی جائے اور اس کی رضا بیزار اور اسلاف مخالف حرکتوں سے قارئین کو بروقت آگاہ کیا جائے۔ پہلے ہم یہاں قارئین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جام نور کے تعلق سے علماء مشائخ اور دانشوروں کے خیالات کیا ہیں اس لئے کہ خوشتر صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر جام نور، جماعت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہوتا تو ملک کے علماء و مشائخ اس کی تائید نہ کرتے، اس لیے پہلے ذیل میں ہم جام نور، کے حوالے سے ملک کی مشاہیر شخصیات کے تاثرات پیش کریں گے پھر ترتیب وار اس کی اسلاف بیزار اور رضا مخالف پالیسیوں پر روشنی ڈالیں گے اب ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

خوشتر صاحب کا فرمان ذیشان ہے کہ جام نور، اہلسنت کا کثیر الاشاعت اور کثیر المقبول رسالہ ہے اس سلسلے میں انہوں نے دسمبر ۲۰۰۷ء کے شمارے میں ملک کی چند اہم شخصیات کے تائیدی تاثرات پیش کئے ہیں اور اپنے محدود قارئین کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ شرق و غرب، شمال و جنوب ہر سمت جام نور، نے اپنی فتح مندیوں کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ لیکن انھوں نے تصویر کا صرف ایک رخ پیش کیا ہے غالباً دوسرا رخ پیش کرنا وہ بھول گئے ہیں۔ ہمیں جام نور، کے صفحات پر ایسی بہت ساری شخصیات کے اسماء ملتے ہیں جنہوں نے خوشتر صاحب کی بے اعتدالیوں، دل آزاریوں اور راہ مستقیم سے ہٹنے کے واضح اشاریے کئے ہیں۔ اس سلسلے میں خود راقم الحروف نے بھی ملک و بیرون ملک کی تین درجن سے زائد مشاہیر شخصیات سے رابطہ قائم کیا اور جام نور، کے حوالے سے ان کی رائے جاننے کی کوشش کی لیکن ان میں ایک بھی شخصیت ایسی نہیں ملی جس نے جام نور، کے رول کی حمایت کی ہو بلکہ سب نے شدید نفرت و بیزاری کا اظہار کیا اور خوشتر صاحب کے خودسر ہونے کی شکایت کی۔ پہلے جام نور، ہی کے صفحات سے اس کی شہادت پیش کئے دیتے

ہیں۔ حضر... امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ خوشتر صاحب کو اس انداز میں نصیحت فرماتے ہیں:

میں خانقاہ برکاتیہ کے متوسلین، معتقدین، عوام اہلسنت کی خدمت میں بس یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس وقت جماعت اہلسنت کی شیرازہ بندی کے لیے کمربستہ ہوں۔ شریعت پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ میرے جد اعلیٰ حضرت سید شاہ میر عبدالواحد بلگرامی نے ارشاد فرمایا کہ، شریعت بال ہے اور طریقت مانگ۔ تو جتنے اچھے بال ہوں گے مانگ اتنی اچھی نکلے گی۔ بس اسی قول کو نظروں میں رکھیں۔ شریعت کو مضبوط کر کے ہی معرفت کی راہیں ہموار ہوسکتی ہیں۔ مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حق کی ترویج واشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ حق کہیں، حق سنیں، حق پر چلیں، دین میں، عشق رسول میں کوئی سمجھوتہ نہیں، کوئی Compromise نہیں۔ اختلاف اور منفی کاموں سے مکمل پرہیز کسی سے بلاوجہ الجھنے کی ضرورت نہیں لیکن ناجائز اور باطل طاقتوں سے دبنے کا کوئی سوال نہیں۔ جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۴۹

اشرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں صاحب فرماتے ہیں:

اب بقول اقبال .... تھوڑا سا گلہ بھی سن لے۔ رسالے میں ایسے کئی مضامین اور خطوط نما مضامین بھی شائع ہوئے ہیں۔ جو نہ چھپتے تو مضائقہ نہ تھا۔ میں اختلافی مضامین کے خلاف نہیں ہوں بلکہ داعی ہوں۔ اختلاف کے بغیر ادب و صحافت میں آگے کی راہ نہیں کھلتی۔ لیکن اختلاف اور دل آزاری میں فرق ہوتا ہے۔ آپ کو خود اس کا احساس رہتا ہے اور اس احساس کا اظہار بھی آپ کرتے رہتے ہیں۔ اس بات سے تقویت ملتی ہے۔ جام نور، کی اشاعت جدید میں دل آزاریوں والے حصے مشکل سے تین چار فی صد ہوں گے۔ لیکن اتنے بھی کیوں ہوں؟ (جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء ص ۴۳)

مولانا عبدالمنان کلیمی نے اس انداز میں فریاد کی ہے۔

آپ ایک بہت ہی روحانی، قلمی اور علمی شخصیت کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے آپ ان کے وارث ہیں اور جام نور، آپ کا وسیلۂ اظہار۔ اس لیے جام نور، کی اشاعت میں حضرت علامہ کے افکار ونظریات، تحقیقات اور ان کے مشن کی جو روح تھی اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ جام نور، اکتوبر ۲۰۰۶ء

حضرت مولانا مجاہد حسین صاحب رضوی:

آج سے سو سال پہلے دینی مسائل واحکام اور ان کے درجات سے آشنا جن علمائے کرام کو ''علمائے صوری وقشری'' کہا گیا تھا آپ نے ان ہی کو ''علمائے حیض ونفاس'' کہا ہے۔ کیا یہ مناسب تعبیر ہے۔

فقہی احکام ومسائل کی کتابیں ''طہارت'' کی جلی سرخی سے شروع ہوتی ہیں۔ مسائل شریعت کی کسی خاص سرخی کی طرف علماء کی نسبت ہی کرنی تھی تو علمائے طہارت کہتے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ کی نگاہیں ''طہارت'' کی جلی سرخی پر نہیں ٹھہریں۔ بہت آگے جا کر حیض ونفاس کی ذیلی سرخی پر ٹھہر گئیں اور آپ نے علمائے شریعت علمائے طہارت کہنے کی بجائے علمائے حیض ونفاس کہہ ڈالا۔ جام نور، نومبر ۲۰۰۷ء ص ۳۳

حضرت مولانا ملک الظفر صاحب سہسرامی

''جام نور'' نے نقد ونظر کی جو روش اپنائی ہے وہ بہت حد تک مثبت ہے۔ تاہم اس بات سے بھی انکار ناممکن ہے کہ کبھی کبھی ایسی تحریریں بھی شائع ہوجاتی ہیں جن میں تعمیری تنقید کی جھلک مدہم اور تخریبی رنگ زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے اس قسم کی تحریروں سے گریز چاہیے۔ (جام نور، جون ۲۰۰۷ء ص ۲۵)

جام نور، کے صفحات پر اس طرح کے اکابرین ملت کے اور بھی ارشادات ہیں اگر ان سب کو اکٹھا کر دیا جائے تو طویل مقالہ تیار

ہوجائے۔ یہاں اتنی گنجائش بھی نہیں ہے۔خوشتر صاحب تعریف پسند واقع ہوئے ہیں ان کے اندر تنقیدی الفاظ برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جام نور، کے صفحات پر انھیں خطوط اور آراء کوجگہ ملتی ہے جن میں تعریفی پہلو غالب ہوتا ہے۔ اگر قسمت سے کسی تنقیدی تحریر کو جگہ مل بھی جاتی ہے تو ادارتی نوٹ لگا کر اس کی اہمیت کو بوجھل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر خوشتر صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ جام نور، تاریخ کا سب سے مقبول ترین رسالہ ہے تو وہ ملک کی سو اہم شخصیات کا انتخاب کریں اور ایک غیر جانب دار شخص کے ذریعے ان شخصیات کے خیالات معلوم کریں۔ پھر دیکھئے کہ خوش فہمی کا شیش محل کس طرح زمین بوس ہوتا ہے۔

جام نور اور خوشتر صاحب، علماء اہل سنت کی نظر میں:

خوشتر صاحب نے تاریخ کے کچھ انتہائی مکروہ چہروں کو اپنے قائد کے طور پر پیش کیا ہے ان میں رئیس القلم کو بھی گھسیٹنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ رئیس القلم کو انہوں نے کبھی اپنا قائد تسلیم نہیں کیا۔ رئیس القلم کی فکر سے ان کی فکر میل بھی نہیں کھاتی۔ رئیس القلم کی کتاب حیات میں اسلاف بیزاری کا کوئی حرف نہیں ملتا۔ انہوں نے کبھی کوئی ایسی فکر پیش نہیں کی جو جماعتی معیار و منہاج سے متصادم ہو۔ مرکز سے انحراف کا ان کے یہاں کوئی جذبہ نہیں ملتا۔ ان کی ذات جماعت کے لئے ہمیشہ عظیم اثاثہ بنی رہی۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں جماعت کو وقار واعتبار بخشا۔ ان کے اندر زمینوں کے مزاج کو بدل دینے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ جماعت کے خلاف اٹھنے والی ہر طاقت کا انہوں نے شدت سے تعاقب کیا۔ اس پہلو پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔ ہم نے خوشتر صاحب اور جام نور، کے حوالے سے جماعت کی چند اہم شخصیات سے ان کے خیالات جاننے کی کوشش کی۔ ان کی گفتگو کے اہم اقتباسات ملاحظہ کریں۔

حضرت مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی صاحب مظفر پور:

جام نور، ملت کا ترجمان نہیں بلکہ صلح کلیت کا ترجمان ہے۔ اور نیاز فتح پوری کی راہ پر چل رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صدر شعبۂ افتا اشرفیہ مبارکپور:

جام نور، اہلسنت کا ترجمان نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب:

آپ خوشتر کے بارے میں کیا پوچھتے ہیں وہ جب جس کے خلاف جو چاہتا ہے لکھتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ آپ اس کا سخت سے سخت جواب دیں۔

حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی:

خوشتر صاحب کو دلی میں پریشانیاں لاحق ہیں اس لئے وہ ساری دنیا کو صلح کلی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تا کہ سب کے ساتھ رہنے، سہنے، کھانے، پینے کا جواز فراہم ہوسکے۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو اس راہ کا سب سے بڑا کانٹا تصور کرتے ہیں۔ راہ کا یہ کانٹا ہٹ جائے تو ان کی راہیں کشادہ ہوجائیں گی۔

حضرت مولانا مفتی سید اولا د رسول قدسی مصباحی:

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے جام نور کا رشتہ ٹوٹ رہا ہے۔ خوشتر نورانی صاحب کو چاہیے کہ اپنے جدا مجد کی روش سے انحراف نہ کریں۔ جن لوگوں کے اشارے پر وہ جماعتی امتیازات سے الجھ رہے ہیں۔ جب عوامی احتجاج کا آتش فشاں پھوٹے گا تو ان کے سارے حمایتی میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور انھیں سر چھپانے کی بھی جگہ نہ ملے گی۔

حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی ماہنامہ اشرفیہ کی حمایت میں جام نور پر یوں طنز کرتے ہیں۔

یہ تنقید و ادب کے نام پر لفظوں کو ننگا کرنے اور قدروں کو پامال کرنے کا آلہ کار نہیں جو جدیدیت کے سہارے اپنے بزرگوں کے سروں کی پگڑیاں اچالنے کا سوانگ رچائے۔ یہ فکری ارتداد اور ذہنی عیاشی کا دلدادہ بھی نہیں جو" آزادیٔ اظہار خیال" کے نام پر نوجوان ذہنوں کو بغاوت کے اسباق پڑھائے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مئی ۲۰۰۶ء ص ۴)

مسلک اعلیٰ حضرت اور مدیران جام نور کی کذب بیانی:

علماء و مشائخ کے مذکورہ بالا تاثرات کے مطالعے کے بعد یقیناً خوشتر صاحب کا دماغ مقدس سن ہوکر رہ جائے گا اور وہ خوش فہمیوں کے ہجوم سے باہر نکلنے کی جدوجہد شروع کردیں گے۔ یہاں میں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء اور نومبر ۲۰۰۷ء کے شمارے میں خوشتر صاحب کے دست راست ذیشان صاحب نے اور دسمبر ۲۰۰۷ء کے شمارے میں خود خوشتر صاحب نے ٹنوں اور منوں کے حساب سے جھوٹ بولنے اور عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جام نور، اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا وفادار ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وفاداری کے لئے افعال و کردار، حرکات و سکنات ہی سند ہوتے ہیں۔ وفاداروں کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ پیشانی کی چمک سے وفاداری کی شہادت مل جاتی۔ نام سن کر چہرے پر آڑی ترچھی لکیروں کا اُبھر آنا کیا وفاداری کی علامت ہے۔ جماعتی توسیع کے لئے خوشتر صاحب نے خفیہ پروگرام ترتیب دیا تھا۔ یہاں بھی انہوں نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا خفیہ پروگرام ذہنوں میں امام احمد رضا قادری برکاتی کے کے خلاف بغاوت کا بیج بونا تھا۔ ان کی بے پناہ عظمتوں کی پھیلتی ہوئی خوشبو کو روکنا تھا اور ان کی شخصیت کے تابندہ نقوش کو مٹانا تھا۔ جام نور، میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ خوشتر صاحب کے دست راست ذیشان صاحب کا کہنا ہے:

> مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطبا نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔ (جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء)

اب دیکھیئے وقت کی اہم اور مقتدر شخصیات اس سلسلے میں کیا کہتی ہیں۔

بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب، اعظمی سابق شیخ الجامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

> پورے ہندستان کے سنی مراکز نے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اس دینی خدمت کو محسوس کیا اور موجودہ گمراہوں سے اہلسنت و جماعت کو ممتاز کرنے کے لئے امام احمد رضا کی ذات کو سنیت کی علامت قرار دیا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو ان سے منسوب کیا۔ (پیغام رضا، خصوصی شمارہ۔ مارچ ۲۰۰۷ء ص ۱۴۵)

حضرت مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی لکھتے ہیں:

> اہلسنّت و جماعت جو نجات یافتہ فرقہ کا علم ہے۔ حق اسی فرقہ کے نظریات میں دائر ہے جو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہلاتے ہیں۔ یہ نام اہلسنت و جماعت بھی حادث (نو پید) ہے۔ حضرت سیدنا ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۳۴) نے اپنے استاذ علی جبائی کی بدمذہبیت ظاہر ہوجانے کے بعد اس سے مناظرہ کیا۔ اسے شکست فاش دی اور اپنے امتیاز وتفرد کے لئے اہلسنت و جماعت نام رکھا۔ علی جبائی کا مذہبی بائیکاٹ کیا۔ اس طرح علی جبائی کے ماننے والوں کا نام معتزلہ پڑا جس کے معنی ہے الگ کرنے والا، علی جبائی جو بہت بڑا گمراہ تھا اتفاق کہیئے اس کا اصل نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبدالوہاب تھا۔ اس عبدالوہاب کے فتنے کے وقت علمائے حق نے اپنی جماعتی شناخت قائم کرنے کے لئے نام اہلسنت و جماعت رکھا اور جب

نجدی فتنہ اٹھا اور پھر ۱۲۳۲ھ میں دب گیا لیکن اس کے بعد اس فتنہ کو شاہ اسماعیل دھلوی نے دوبارہ جگایا تو شاخ در شاخ الگ الگ لباسوں میں پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ کوئی وہابی بنا، کوئی دیوبندی بنا، کوئی غیر مقلد سے متعارف ہوا اور کوئی اپنے آپ کو حنفی کہنے لگا۔ مذہبی اعتبار سے اپنے گمراہانہ عقائد و نظریات میں سب متفق اور شانہ بشانہ ہیں۔ ایسے حالات میں علماء حق نے فرقہائے باطلہ سے امتیاز کے لئے اہل سنت و جماعت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے نامزد کیا۔

(پیغام رضا۔ مارچ ۲۰۰۷ء ص ۱۷۰)

قارئین محترم! خوشتر صاحب کے دست راست ذیشان صاحب کا کہنا ہے کہ مسلک اہل سنت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا جبکہ بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد امان الرب صاحب کا بیان کہ پورے ہندستان کے سنی مراکز کے علمائے حق نے مسلک اہلسنت و جماعت کو اعلیٰ حضرت سے منسوب کیا۔ اب فیصلہ قارئین کے ذمہ ہے کہ سچائی کس کے ساتھ ہے۔

بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین و مذہب اور اسکے مترادف الفاظ از قسم مسلک و مشرب، طریقت و شریعت وغیرہ لغت و عرف شرع کے اعتبار سے کسی خاص شخص کے لیے ایسے خاص نہیں کہ دوسرے کے لئے اس کا استعمال منع ہو۔ موقع و محل سے سب کے لئے اس کا استعمال جائز ہے۔ دیکھئے قبر میں منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ہر صحیح العقیدہ مسلمان دین اسلام کو اپنی طرف منسوب کرے گا ''دینی الاسلام'' تو اس سے پہلے دنیا میں میرا، یا تیرا مسلک و مذہب کہنا کیوں نہ جائز ہوگا۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مسلک کی نسبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دین اسلام اور مذہب حق اہل سنت و جماعت کے لئے غیر معمولی جدوجہد فرمائی جیسا کہ اوپر تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے خلاف جو لوگ آواز اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالم اسلام کا عظیم مفکر، ص ۱۴۶، ۱۹۹۹ء، ۱۴۲۰ھ امام احمد رضا کانفرنس، کمیٹی ہبلی، کرناٹک

خوشتر صاحب کے دست راست ذیشان صاحب کی تضاد بیانی کا ایک پرکیف منظر ملاحظہ کریں۔ ایک جگہ وہ یوں رقمطراز ہیں:

اب وہابیت کے سامنے ایک ہی راستہ تھا، وہ یہ کہ علمائے اہل سنت سے بحث و تکرار کی بجائے پروپگنڈہ کا سہارا لو اور اہل سنت و جماعت کے علماء کو ہی اصل فتنہ و اختلاف کا ذمہ دار ٹھہرا دو، اس کے لئے انہوں نے علمائے اہل سنت کو ''بریلوی'' سے متعارف کرایا اور خود اہل سنت و جماعت ہونے کے بلند بانگ دعوے کرنے لگے، ان کے اس پروپیگنڈہ کے اثرات آج گاؤں اور شہروں میں ہر جگہ محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ غریب سے امیر تک، تعلیم یافتہ سے جاہل عوام تک ہر فرد و بشر پر یہ جادو چل گیا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اہل سنت سے دور ہونے لگے ہیں اور ان کے مزاج میں یگ گونہ بیزاری کی کیفیت پیدا ہونے لگی ہے۔

آگے ذیشان صاحب۔ یوں گل افشانی فرماتے ہیں:

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ جب وہابیہ خود کو اہلسنت و جماعت سے بتاتے ہیں، ایسی صورت میں اس لفظ سے ہمارا امتیاز باقی نہیں رہتا، امتیاز کے لئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا لفظ لایا جائے اور مسلک اعلیٰ حضرت، سے بہتر کوئی دوسرا لفظ ابھی موجود نہیں ہے۔

لیکن ہمارا اپنا خیال ہے کہ ''اہل سنت و جماعت'' سے کل کی طرح آج بھی ہمارا مکمل امتیاز حاصل ہو جاتا ہے، وجہ یہ

ہے کہ نئے فرقے خود کو اہل سنت سے بتاتے ضرور ہیں مگر عوام یہی سمجھتے ہیں کہ وہ سنی یا اہل سنت و جماعت سے نہیں ہیں۔ جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء

مندرجہ ذیل الفاظ کو بار بار پڑھئے اور جی میں آئے تو ذیشان صاحب کی کذب بیانی پر دل کھول کر ماتم کیجئے'' اس کے لئے انہوں نے علمائے اہل سنت کو'' بریلوی'' سے متعارف کرایا اور خود اہل سنت و جماعت ہونے کے بلند بانگ دعوے کرنے لگے، ان کے اس پروپیگنڈے کے اثرات آج گاؤں اور شہروں میں ہر جگہ محسوس کئے جاسکتے، غریب سے امیر تک، تعلیم یافتہ سے جاہل عوام تک ہر فرد بشر پر یہ جادو چل گیا ہے، رفتہ رفتہ وہ اہل سنت سے دور ہونے لگے ہیں اور ان کے مزاج میں یک گونہ بیزاری کی کیفیت پیدا ہونے لگی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ'' اہل سنت و جماعت'' سے کل کی طرح آج بھی ہمارا مکمل امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نئے فرقے خود کو اہلسنت سے بتاتے ضرور ہیں مگر عوام یہی سمجھتے ہیں کہ وہ سنی یا اہل سنت و جماعت سے نہیں ہیں۔

جب غریب سے امیر تک، تعلیم یافتہ سے جاہل عوام تک ہر فرد بشر پر وہابیہ کا جادو چل گیا تو بچا کون؟ یعنی ساری دنیا وہابیت کے شکنجے میں پھنس چکی ہے اور سب پہ وہابیت کا رنگ غالب ہو چکا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ نئے فرقے خود کو اہل سنت سے بتاتے ضرور ہیں مگر عوام یہی سمجھتے ہیں کہ وہ سنی یا اہل سنت و جماعت سے نہیں ہیں'

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا   لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

خوشتر صاحب کے اداریہ شمارہ دسمبر ۲۰۰۷ء اور ذیشان صاحب کے مضمون'' دعوت و تبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۷ء میں اس طرح کی تضاد بیانی کا انبار لگا ہوا ہے اگر سب پر اجمالاً روشنی ڈالی جائے تو سو سے متجاوز صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔

کیا واقعی وہابیہ خود کو اہل سنت و جماعت سے تعبیر کرتے ہیں:

ذیشان صاحب کا یہ کہنا کہ وہابیہ'' خود کو اہل سنت و جماعت ہونے کے بلند بانگ دعوے کرنے لگے'' آپ نجد سے سہارن پور تک اور تھانہ بھون سے گنگوہ تک وہابیہ کی ساری درس گاہوں کا معائنہ کر جائے ان کی کسی درس گاہ کے ماتھے پر اہل سنت و جماعت کا بورڈ آپ کو نظر نہ آئے گا۔ اور نہ ان کی کسی تنظیم کی پیشانی پر اہل سنت و جماعت کے الفاظ لکھے ہوئے ملیں گے۔ شہر ممبئی میں ان کے درجنوں مدارس اور مساجد ہیں عوام وخواص میں یہ بات مشتہر ہے کہ یہ دیو بندی نظریات کے حاملین کے ادارے ہیں۔ وہابیہ کے جو مدارس اور مساجد ہیں ان کی پیشانی پر جلی حروف میں'' جمعیت اہل حدیث'' لکھا ہوتا ہے اور یہی حال قریب قریب پورے ہند و پاک کا ہے۔ ان کے رسائل و جرائد میں بھی اہل سنت و جماعت کے الفاظ نہیں ملتے۔ ان کے اکابر کی کتابوں میں بھی اہلسنت کا لفظ بمشکل ملتا ہے۔ ذیل میں دھلی کی سرزمین سے نکلنے والا ایک دو ماہی مجلہ'' اشاعۃ السنہ'' تحریک اہل حدیث کا ترجمان کی عبارت ملاحظہ کریں۔ جس سے ہمارے دعوے کی بھر پور تائید ہوتی ہے:

> ایک بے زبان و بے دست و پا کی درخواست، گو زبان نہیں لیکن تبلیغ دین ایسی فصاحت و بلاعت سے کرتا ہے کہ زبان داں تکتے رہ جائیں، گو پاؤں نہیں لیکن ہزاروں میل کا سفر بھی اس کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ گاؤں، گاؤں، شہر، شہر غرض یہ کہ ملک کے کونے کونے میں پہنچ کر اتباع کتاب وسنت کی دعوت حق لوگوں کو دیتا ہے۔ کتاب وسنت اور مسلک اہل حدیث کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور لکھی جانے والی ہر تحریر کا ہر وقت جائزہ لے کر مسکت و مدلل جواب دیتا ہے۔ دیو بندی مقلدین کی جانب سے مسلک اہل حدیث کے خلاف منظم طور پر پھیلائی جارہی تمام غلط فہمیوں کا پردہ چاک کرتا ہے۔
>
> (اشاعت السنہ مارچ تا دسمبر ۲۰۰۱ء ص ۲)

اسی مجلہ میں ایک دوسری جگہ ہے:

غدر کے بعد علمائے وہابیہ کی ایک بڑی جماعت مکہ معظمہ میں فراہم ہوگئی تھی لیکن یہاں بھی اس کے برخلاف متعدد اسباب موجود تھے۔ سب سے پہلے یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کی جماعت سے علمائے حجاز وعوام کو سخت تعصب وعناد تھا۔ پھر سلطنت عثمانیہ نے پولیٹیکل اغراض ومصالح سے وہابیوں کو بہت بدنام کیا تھا اور وہابی ہونے کو ایک بڑا جرم قرار دے رکھا تھا۔ ان اسباب سے البلد الامین، (مکہ) میں بھی وہابیوں کی جماعت کے لئے امن نہ تھا اور وہ ایک باغیانہ جماعت سمجھی جاتی تھی۔ (اشاعت السنہ، مارچ تا دسمبر ۲۰۰۲ء ص ۱۳)

ذیل میں ایک اور شہادت ملاحظہ کریں جس سے ذیشان صاحب کے اس دعوے کو'' کہ وہابیہ خود کو اہلسنت و جماعت ہونے کے بلند بانگ دعوے کرنے لگے'' کی قلعی پوری طرح کھل جاتی ہے:

انگلش گورنمنٹ ہندستان میں خود اس فرقہ کے لئے جو وہابی کہلاتا ہے ایک رحمت ہے۔ جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادی مذہب ملنا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ سلطان کی عمل داری میں وہابی کا رہنا مشکل ہے۔ ہمیں سب سے زیادہ انگلش گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے مولوی ابوسعید محمد حسین کی کوششوں کو منظور کیا۔ غرض کہ مولوی محمد حسین کی کوشش سے گورنمنٹ (انگریزی حکومت) نے منظور کیا کہ آئندہ سے گورنمنٹ کی تحریرات میں اس فرقہ کو وہابی کے نام سے تعبیر نہ کیا جائے بلکہ اہل حدیث کے نام سے جس کا وہ فرقہ اپنے تئیں مستحق سمجھتا ہے موسوم کیا جاوے۔ مقالات سرسید، حصہ نہم ص ۲۱۱، ۲۱۲، مرتبہ مولوی محمد اسماعیل پانی پتی،

مولوی عبدالمجید سوہدروی ایڈیٹر ہفت روزہ ''اہل حدیث'' میں مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:

لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ سیرت ثنائی ص ۳۷۲

قاسمی کتب خانہ بنگلور ۲۰۰۶ء کی چھپی ہوئی ایک کتاب ''کٹیہار کا مناظرہ فاتح کون؟'' میرے پیش نگاہ ہے۔ یہ کتاب ۲۱۶ رصفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مرتب ہیں مولوی انظر شاہ قاسمی مرتب نے اس کتاب میں کہیں بھی علمائے دیوبند، یا دیوبندی عوام کے لئے اہل سنت کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ دیوبندی علماء کو، علمائے دیوبند ہی لکھا ہے۔ ذیل میں اس کتاب سے چند مثالیں ملاحظہ کریں:

ہمارا (دیوبندی) عقیدہ، دیوبندی، بریلوی عقیدہ میں فرق ص ۲ علمائے دیوبند کا ختم نبوت کا عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے۔ ص ۱۱

خلاصہ، چند سطروں میں دیوبندی مناظر حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی نے مناظرہ کی ابتدائی تقریر فرمائی۔ ص ۲۵

مولوی صاحب، خالی علمائے دیوبند کو توہین کا پروپیگنڈہ کر کے عوام کو بیوقوف بنانا اور چیز ہے۔ ص ۱۷۳

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں خوشتر صاحب اور ان کے دست راست ذیشان صاحب کے اس قول کی حقیقت کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے لئے انہوں (وہابیہ اور دیابنہ) نے علمائے اہلسنت کو'' بریلوی'' سے متعارف کرایا اور خود اہل سنت و جماعت ہونے کے بلند بانگ دعوے کرنے لگے۔'' اگر وہابیہ اور دیوبندیہ اہلسنت و جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے خود ساختہ عقائد ونظریات کی ساری دیواریں منہدم ہوجائیں گی۔ ہاں کہیں کہیں وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے زبانی طور پر خود کو اہلسنت و جماعت سے بتانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ان کا مقصد پورا ہوجاتا ہے تو وہ اپنی پرانی روش پہ لوٹ آتے ہیں۔

تضاد بیانی کا ایک اور منظر:

ذیشان صاحب کی تضاد بیانی اور فریب دہی کا ایک اور منظر بغور ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں۔

پہلا رخ: اب تک ہم نے عوام وخواص اور اپنوں اور بیگانوں میں اعلیٰ حضرت کا ہمہ گیر تعارف نہیں کرایا۔ ادعائی اسلوب میں تو پہلے بھی بہت مضامین لکھے گئے اور اب بھی لکھے جاتے ہیں۔ مگر ایسی تحریر جو سنجیدہ ہو، شائد و بائد کہیں نظر آجائے۔

دوسرا رخ: آج خوشی ہے کہ ہندو پاک کے کئی محققین اور دانشور اعلیٰ حضرت کی صحیح تصویر پیش کرنے میں جٹے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ کام ابھی اور ہمہ گیریت کا متقاضی ہے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کی اصلاحی اور سائنسی تحریروں کی زیادہ سے زیادہ تسہیل کر کے اور دعوے سے زیادہ دلائل کی روشنی میں ان کی شخصیت اور ان کے عظیم کارناموں کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

تیسرا رخ: فاضل بریلوی پر آج بھی جو تحریریں سامنے آرہی ہیں ان میں بیشتر ایسی ہوتی ہیں جن میں حقائق کو اجاگر کرنے سے زیادہ اعلیٰ حضرت کو بھاری بھرکم اور مقفیٰ القابات دینے کی کوشش ہوتی ہے۔ اس سے اچھی تحریر بھی سطحی ہوجاتی ہے اور شدید نیاز مندیوں کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ (جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء ص ۲۰)

ذیشان صاحب نے امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کو اب تک پڑھا نہیں ہے۔ صرف ان کا نام سنا ہے۔ اگر پڑھا ہوتا تو اس قسم کی غیر سنجیدہ گفتگو نہیں کرتے۔ صرف ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے امام احمد رضا پہ تین درجن سے زائد تحقیق کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کی تحریر میں جانب داری کا رنگ شائد ہی کوئی دکھا سکے۔ انھیں پوری دنیا میں فن رضویات کا امام سمجھا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ایسے ایسے کتنے ذیشان پیدا ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب علم فن اور کردار وعمل کے اعتبار سے بھی اپنے معاصرین میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ انہوں نے امام احمد رضا، قادری برکاتی کو پوری دنیا میں متعارف کرایا ہے۔ رضویات کے حوالے سے ان کی خدمات کا اعتراف صرف اپنوں نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا ہے۔ پھر حضرت خواجہ مظفر صاحب قبلہ۔ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مولانا یٰسین اختر مصباحی۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، ڈاکٹر امجد رضا امجد، مولانا محمد احمد مصباحی اتنے بڑے دانشور، محقق اور صاحب رشد وہدایت شخصیت کی برسوں کی تحقیقات وخدمات کو شدید نیازمندیوں کا نتیجہ کوئی صحیح الدماغ انسان نہیں کہہ سکتا۔

ہماری جماعت کے لغت میں حوصلہ شکنی کے الفاظ تو کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن حوصلہ افزائی کے الفاظ سے پورا لغت خالی ہے۔ اگر حوصلہ افزائی کی جماعت میں روایت ہوتی تو پروفیسر مسعود صاحب کو نوبل ایوارڈ سے نوازا جاتا۔ انھیں ہیرے جواہرات سے تو لنے کی باتیں کی جاتیں۔ انھیں سر اور آنکھوں پہ بٹھایا جاتا۔ اس حساس پہلو سے بے توجہی کے جو نقصانات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ میری نگاہ میں کام کرنے والی ایسی بہت ساری شخصیات ہیں جن کے حوصلوں کو دیمک چاٹ رہا ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اس سلسلے میں اچھی پیش رفت کی ہے اور اس کے خوش گوار اثرات بھی دیکھے جا رہے ہیں۔ امام احمد رضا، قادری، برکاتی قدس سرہ کی حیات وخدمات پر کام کرنے والے درجنوں محققین کو ادارے نے گولڈ میڈل سے نوازا ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پچیس برسوں سے امام احمد رضا بریلوی کے افکار ونظریات کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے۔ روز بروز ادارے کے کام کی جہتیں پھیل رہی ہیں۔ ہر سال دنیا کے مختلف حصوں سے محققین، مفکرین، مدبرین اور ارکان حکومت و سیاست مدعو کئے جاتے ہیں۔ نئے نئے عناوین پر انھیں گفتگو کی دعوت دی جاتی ہے۔ ملک کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں کانفرنس وسمینار منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان کانفرنس وسیمینار میں ہر مکتب فکر کو نمائندگی کا موقع دیا جاتا ہے۔ اور امام احمد رضا کے حوالے سے ان کے خیالات جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر انھیں کتابی شکل میں شائع بھی کیا جاتا ہے۔ ادارے کا ترجمان ماہنامہ معارف رضا اور سالنامہ

بھی پابندی سے شائع ہوتا ہے اور پوری دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ ''معارف رضا کے دوش بدوش جہان رضا'' بھی شائع ہوتا ہے۔ پھر بھی کسی کو شکایت ہے کہ امام احمد رضا کا تعارف محدود ہے تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ وہ ان الفاظ کے پردے میں کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، قادری برکاتی قدس سرہ کی حیات اور کارناموں پر اب تک ایک ہزار کے قریب کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کی شروح کی تعداد تیس جلدوں سے زائد ہے، فتاویٰ رضویہ، کے ترجمہ اور تخریج کا کام تیزی کے ساتھ چل رہا ہے۔ علماء کی ایک منظم ٹیم اس کام میں مصروف ہے۔ اس کی تیس جلدیں ہندو پاک کی مارکیٹ میں دستیاب ہے، فتاویٰ رضویہ اصل'' کے دسیوں ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ دنیا کا سب سے کثیر الاشاعت ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' ہے۔ دنیا کی مختلف بین الاقوامی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ اس کی اشاعت کی صحیح تعداد بتانا بہت مشکل ہے۔ قریب قریب دنیا کی پینتیس یونیورسٹیز اور جامعات میں امام احمد رضا پر ریسرچ و تحقیق کا کام جاری ہے۔ دو درجن سے زائد محققین کو ان کی تحقیقی کارگزاریوں پر پی، ایچ، ڈی کی سندیں تفویض کی جا چکی ہیں دس ہزار سے زائد ان پر تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ حدائق بخشش، الملفوظ، الدولۃ المکیہ، احکام شریعت۔ الامن والعلیٰ، تجلی الیقین کی اشاعتیں بھی حد شمار سے باہر ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ پہ کام کے حوالے سے صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری لکھتے ہیں:

> امام احمد رضا پر کام کا آغاز آج سے تقریباً ۳۵ر برس پہلے ۱۹۶۸ء میں ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم میں پھیل گیا۔ امام احمد رضا کے کارناموں کے حوالے سے ملکی اور غیر ملکی جامعات میں بہت سے فضلا مختلف موضوعات پر ایم فل، اور پی، ایچ، ڈی تھسیس لکھ کر ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں اور دیگر بہت سے نئے اسکالرز اپنی تھسیس کی تیاری میں مشغول ہیں، جن میں سے بعض تکمیل کے مرحلے میں ہیں۔ ہر سال کسی نہ کسی ملکی یا عالمی جامعہ میں اس حوالے سے رجسٹریشن کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ اس سے امام احمد رضا کی شخصیت اور فکر کی پہنائیوں اور وسعتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سید عالم ﷺ کے اس عاشق صادق کی ہمہ جہت اور عظیم شخصیت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گذشتہ ۲۵ر سال میں عالمی جامعات کی سطح پر پی، ایچ، ڈی، ایم فل، ایم اے اور ایم ایڈ کے تحقیقی مقالاجات جس تواتر اور دل جمعی سے لکھے جارہے ہیں، اس کی مثال برصغیر پاک و ہند (اور شائد عالم اسلام) کی کسی دوسری شخصیت میں نظر نہیں آتی۔ (سالنامہ معارف رضا، ۲۰۰۶ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ پر جتنا کام ہوا ہے تاریخ کی شائد ہی کوئی شخصیت ان کا مقابلہ کر سکے۔ یہاں دنیا کی کسی بھی الوالعزم شخصیت کی توہین مقصود نہیں۔ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی اس تعریف کا قائل نہیں جس میں دوسری کسی بھی بزرگ شخصیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ اپنے اسلاف کی تکریم کا سبق بھی ہمیں امام کے ارشادات میں بکثرت ملتے ہیں لیکن حقیقت کے اظہار و اعلان سے گریز پائی بھی محمود نہیں، میں تو بہت چھوٹی بات کہہ رہا ہوں دیکھئے مجھ سے بڑے دعوے مولانا کوثر نیازی صاحب کر گئے ہیں۔:

> میری ساری عمر کتاب خانہ میں گزری ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کی کتابوں کی شان یہ ہے کہ ان میں جو علوم ہیں ان کی کتابوں کے ہر صفحہ سے اس دور کی ایک کتاب بن سکتی ہے۔ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۳۵

آگے لکھتے ہیں:

> اور جب آپ حجاز گئے ہیں اور وہاں مسئلہ علم غیب پر کوئی بات چلی ہے، مباحثہ ہوا ہے، اعتراضات ہوئے ہیں تو آپ نے جو کتاب لکھی ہے۔ اس موضوع پر ایسی لاجواب کتاب میری نظر سے نہیں گزری اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ عربی اردو اور فارسی کے ذخیرے میں نہیں ہے۔ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۳۸

مولانا کوثر نیازی صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اردو زبان میں جب کبھی ''آں حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار ختمی مرتبت کا وجود باجود ذہن میں آجاتا ہے اور جب ''اعلیٰ حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار کے ایک غلام ''احمد رضا بریلوی'' کا نام سامنے آجاتا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ مقام امام احمد رضا خاں کو ان کے ماننے والوں کی خوش عقیدگی سے نہیں ملا، یہ ان کے فنا فی الرسول اور ایک ہمہ جہت شخصیت ہونے کا فیضان ہے۔ برصغیر میں یوں تو کئی جامع الصفات شخصیات گزری ہیں مگر جب ایک غیر جانب دار مبصر ان سب کا جائزہ لیتا ہے تو جیسی ہمہ صفت شخصیت امام احمد رضا کی نظر آتی ہے ویسی کوئی دوسری نظر نہیں آتی۔ (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۱۶)

ذیشان صاحب نے اپنے مضمون (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ میں مولانا کوثر نیازی کی رائے کو اس انداز میں پیش کیا ہے جیسے سال دو سال پہلے یہ رائے سامنے آئی ہو۔ اور حوالہ بھی انہوں نے سہ ماہی رفاقت، پٹنہ ۲۰۰۳ء کا دیا ہے جبکہ مولانا کوثر نیازی کے مقالات جو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے سے ہیں کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں اور دلی میں بکثرت دستیاب ہے۔ اس سے انہوں نے اپنے قارئین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ کوثر نیازی صاحب کی رائے حال ہی میں سامنے آئی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کوثر نیازی صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ پر مقالات ۱۹۹۲ء میں لکھے تھے اور مجھے یقین ہے کہ ۱۹۹۲ء میں ذیشان صاحب شعوری طور پر بالغ بھی نہیں رہے ہوں گے۔ اس سے لفظوں میں چھپے ہوئے تعصب کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنے ضمیر و خمیر دونوں کو گروی رکھ دیا ہے۔ چند سکوں کے عوض ان سے کچھ بھی کرایا جاسکتا ہے۔

ذیشان صاحب کے مضمون کی اشاعت پہ مجھے حیرت نہیں ہے۔ حیرت مجھے ان لوگوں پہ ہے جن کی اس مضمون کو تصدیق و تائید حاصل ہے۔ ان میں ایک معتبر نام حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کا ہے اور ان کے عقیدت مندوں کا ایک حلقہ ہے۔ ذیشان صاحب کے مضمون کی تائید کر کے انہوں نے اہل عقیدت کا ایک بڑا حصہ ضائع کر دیا ہے جو لوگ کل تک ان کے لئے لڑنے مرنے کے لئے تیار رہا کرتے تھے آج وہی لوگ ان سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں حالانکہ مضمون کی اشاعت کے بعد جب راقم الحروف نے ان سے فون پر رابطہ کیا تو انہوں نے اپنی شدید ناراضگی ظاہر کی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جام نور، میں تردیدی بیان دیں تو انہوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر میں نے مسلک اعلیٰ حضرت کے اثبات میں مضمون لکھنے کی گزارش کی تو تیار ہو گئے لیکن جب جام نور، نومبر ۲۰۰۷ء میں ان کا تائیدی خط چھپا اور مضمون کی اشاعت پہ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تو مجھے شدید حیرت ہوئی اور اب تک میں حیرت کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا ہوں۔ اس لئے کہ میں بھی انھیں حد سے زیادہ احترام کی نظر سے دیکھتا رہا ہوں۔

مجھے یہ بات رہ رہ کے ستاتی ہے کہ ایک ایسا مضمون جو تضادات سے ترکیب پایا ہو اور جس میں رضا دشمنی کا کھل کر مظاہر کیا گیا ہو اس کی انہوں نے تائید کیسے کر دی؟ حقیقت سے مذاق کی روایت تو ملتی ہے لیکن ارادت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

مرکز کی بحث:

ذیشان صاحب نے اپنے مضمون میں مرکز کی بحث بھی اٹھائی ہے اور اپنے قارئین کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت و جماعت میں مرکز کا کبھی تصور نہیں رہا۔ ان کی تحریر کے حرف حرف سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جماعت میں سارے مسائل ان کی ولادت کے بعد ہی پیدا ہوئے ہیں اور جماعت کا درد ان کے بچکانہ سینے میں ابال کھا رہا ہے۔ ہمارے اسلاف عقل و شعور کی دولت سے یکسر محروم تھے ان کا جو بھی فیصلہ ہوتا تھا جذبات کے زیر اثر ہوتا تھا۔ ایسی باتیں وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہو یا وہ کسی کا

آلہ کار ہو۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت اہلسنت کبھی لامرکزیت کا شکار نہیں رہی۔ اگر یہ چند افراد پر مشتمل ہوتی تو بات مان لی جاتی۔ جبکہ چند افراد میں بھی کسی ایک کو امیر بنانے کا ذہن حدیث پاک سے ملتا ہے۔ اہلسنت و جماعت میں ہر زمانے میں مرکز کا بڑا گہرا تصور ملتا ہے۔ اہلسنت میں دوطرح کے مراکز تاریخ کے ہر دور میں ملتے ہیں ایک علمی اور دوسرے روحانی اگر ملکی سطح پر دیکھا جائے تو دہلی، خیر آباد، فرنگی محل، جون پور، چریا کوٹ اور بدایوں اہلسنت کے علمی مراکز کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ مرکز بدلتا رہتا ہے۔ مرکز قرآن و احادیث کا فیصلہ نہیں ہوتا کہ اس میں تبدیلی کا تصور کفر کی دہلیز تک لے جائے گا۔ مرکز جمہور علماء کے فیصلے سے سامنے آتا ہے۔ ماضی کے حالیہ برسوں میں مرکز کے حوالے سے خونریز بحثیں جاری رہی ہیں اور آج بھی کچھ لوگ اپنے شہر، اپنے ادارہ اور اپنی بستی کو مرکز بنانے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آج سے پچیس، تیس سال قبل کچھ لوگوں نے بریلی شریف کی مرکزیت پہ سوال اٹھایا تھا تو پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے ان لوگوں کی شدت سے تردید کی تھی اور بتایا تھا کہ بریلی شریف ہی اہلسنت کا مرکز ہے۔ اس سلسلے میں ''پاسبان'' الہ آباد کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ پہلے ذیشان صاحب کی زہر آلود تحریر ملاحظہ کریں۔ پھر میں مرکز کے حوالے سے علمائے اہلسنت کی آراء پیش کرونگا، ذیشان صاحب لکھتے ہیں:

> ماضی کے کچھ سالوں سے ایک نیا مسئلہ ''مرکز سنیت'' کا سامنے آیا ہے جو غایت درجہ فضول وعبث ہے۔ اس سے پہلے تاریخ میں کبھی بھی ایسی بحث نہیں چھڑی، کسی نے بغداد، عراق، کوفہ، بصرہ، دہلی وغیرہ شہروں کو اسلام یا شریعت وطریقت یا سنیت کا مرکز نہیں کہا، حالانکہ ان شہروں میں بھی بڑے بڑے علماء اور داعیان اسلام پیدا ہوئے، پھر آج یہ بحث کیسی کہ کوئی کہے مبارک پور اہلسنت کا مرکز ہے، یا کچھوچھہ مقدسہ، اہل سنت کا مرکز ہے یا بریلی مرکز اسلام وسنت ہے۔
>
> جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء ص ۲۲

مذکورہ بالا تحریر میں ''یا بریلی مرکز اسلام وسنت ہے۔'' توجہ طلب ہے۔ بریلی شریف پر ذیشان صاحب نے کتنا شدید طنز کیا ہے اگر تحریر کے اصول کا پاس ولحاظ نہ ہوتا تو میں انہیں ایسا سبق دیتا کہ وہ تاحیات کسی پر طنز کرنا بھول جائے۔

ذیشان صاحب کی تحریر کے اس حصہ کو بار بار پڑھئے کہ ''کسی نے بغداد، عراق، بصرہ، کوفہ، دہلی وغیرہ شہروں کو اسلام یا شریعت و طریقت یا سنیت کا مرکز نہیں کہا'' یہ بات تو ایک عام آدمی کو معلوم ہے کہ اسلام یا شریعت کا مرکز مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ ہے۔ مکۃ المکرمہ میں پیغمبر اسلام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ کی طرف آقا نے ہجرت کی اور وہی سے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا سارا نظام جاری ہوا۔ اس لیے ان دونوں شہروں کے علاوہ دنیا کے کسی دوسرے شہر کو اسلام کا مرکز نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن بغداد، عراق، کوفہ، بصرہ اور دہلی وغیرہ شہروں کو اہلسنت کے علمی اور روحانی مراکز کے طور پر آج بھی جانا جاتا ہے۔ بغداد شریف کی سلسلہ قادریہ کی مرکزیت سے کس میں زہرہ ہے جو انکار کرسکے۔ اب مرکز کے حوالے سے علماء و مشائخ کے خیالات ملاحظہ کریں۔ صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے جماعتی اتحاد اور اپنا جداگانہ تشخص قائم کرنے کی غرض سے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی بنیاد رکھی۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء میں مرادآباد کی سرزمین پر ہوا۔ دوسرا اجلاس ۲۷/۲۸/۲۹/۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس کی سرزمین پر ہوا جس میں غیر منقسم ہندستان کے ۲۴ر ہزار علماء ومشائخ شریک تھے۔ سامعین کی تعداد تین لاکھ تک بتائی گئی ہے۔ اس تعلق سے بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی لکھتے ہیں۔

> پورے غیر منقسم ہندستان کی عظیم ترین تنظیم ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' جس میں پشاور سے بنگلہ دیش تک تمام مراکز اہلسنت کے سارے علماء شریک ہوئے۔ اس میں بھی اہلسنت کی پہچان مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قرار دیا گیا ہے۔ (پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء ص ۱۴۶)

حضرت مولانا سید شاہ محمد نعیم اشرف صاحب اشرفی، جیلانی جائس رائے بریلی اپنے تاثراتی پیغام میں لکھتے ہیں:

حضرت مولانا سید شاہ محمد نعیم اشرف صاحب اشرفی، جیلانی جائس رائے بریلی اپنے تاثراتی پیغام میں لکھتے ہیں: خانوادہ اشرفیہ کا ایک جواں سال فرد ۱۹۵۰ء میں بسلسلہ عرس اعلیٰ حضرت بریلی شریف حاضر ہوا اور حضرت مفتی اعظم کے حضور پہونچا۔ لوگ بہت تھے۔ سلام کر کے جہاں جگہ پائی بیٹھنا چاہتا تھا کہ فرزند جلیل اعلیٰ حضرت نے اس کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا قریب آیئے۔ نام پوچھا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ گرامی قدر ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لئے اس نے سر جھکایا تھا کہ عظیم باپ کے بیٹے نے عجلت سے ہاتھ چوم کر چھوڑ دیا وہ جوان ششدر و حیران کچھ دیر بیٹھ کر قیام گاہ چلا گیا۔

خانوادۂ رضویہ کی چار خصوصیتیں گویا کہ میراث بن گئی ہیں۔ کتاب وسنت اور اس سے متعلقہ علوم وفنون میں اعلیٰ درجے کی دستگاہ، بے نظیر استعداد، افتاء تا حیات، ہمہ وقتی مشغولیت درس وتدریس، تالیف وتصنیف۔ دین میں ادنیٰ مداہنت سے شدید تنفر۔ یہ وہ خصائص ہیں جس نے بریلی کو ستر فیصد مسلمانان برصغیر کا مرکز بنا دیا۔

مزید آگے لکھتے ہیں:

حیات مفتی اعظم کا ہر دن، ہر ماہ، ہر سال ہمارے لئے قیمتی تھا۔ وہ ہماری جماعت کے لئے نشان قدس تھے وہ ہم سب کے مرجع تھے، مرکز تھے، بالاتفاق مستند قائد تھے۔ ان کی زندگی کے ہر لمحے سے قوم مستفید ہوئی اور ان کا وصال ایک سانحۂ جاں گسل تھا وہ امیر کارواں تھے۔ رئیس جماعت اہل سنت تھے، وہ عاشق صادق رسول رحمت تھے۔ وہ زندگی بھر اپنی جماعت کی آبرومندی کے لئے مرتے رہے اور وداع آخرت ہو کر بھی انھوں نے یہ دکھا دیا کہ مردم شماری کے مسلمانوں میں بریلی کو مرکز ماننے والوں کا کیا تناسب ہے۔ پانچ ہفتے کے اندر تین بار چھ چھ، سات سات لاکھ کا مجمع مجمعوں میں ساری دنیا کی نمائندگی ہو رہی تھی۔ وہ کون خطۂ زمین ہے جہاں سے لوگ وصال سیوم و چہلم میں شرکت کے لئے نہ آئے ہوں۔

ماہنامہ یٰسین، کانپور، کا مفتی اعظم نمبر ص ۲۰، ۱۹۹۲ء

حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی رقمطراز ہیں:

دہلی، لاہور، ملتان، اجمیر، لکھنؤ، جون پور، خیرآباد، بدایوں، ٹونک، پٹنہ وغیرہ اپنے اپنے دور کے علمی مراکز تھے۔ انھیں مراکز کی فہرست میں بریلی بھی شامل ہے۔ جو روہیل کھنڈ کا ایک مرکزی شہر ہے۔ امام اہل سنت مولانا الشاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا مولد ومسکن اور علماء اہل سنت کے مسلک عشق وعرفان کا مرکز ہونے کی وجہ سے اس شہر کو عالمی شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش اور اس سے باہر کے بھی سنی مسلمان جو علمائے بریلی سے منسلک اور ان کے عقیدت مند ہیں انھیں عرف عام میں سنی بریلوی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلک علمائے دیوبند سے وابستہ حضرات کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔ بریلی اور دیوبند کی بین الاقوامی شہرت کی بنیاد یہی مسلکی مرکزیت ہے۔ جو ان دونوں شہروں کو تقریباً ایک صدی سے حاصل ہے۔

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کی ہمہ جہت دینی وعلمی واصلاحی وتبلیغی خدمات اپنے پورے عہد پر اثر انداز ہوئیں۔ آپ کی شخصیت علماء ومشائخ اہل سنت کی نمائندہ وترجمان بن گئی۔ اور آپ کی نسبت سے شہر بریلی مراکز اہل سنت مثلاً دہلی ولکھنؤ و مارہرہ و بدایوں وخیرآباد وغیرہ کا نمائندہ وترجمان بن گیا۔ اس لئے دور حاضر میں برصغیر کے اہل سنت بریلی شریف کو اپنا مسلکی مرکز مانتے اور اسے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ غلام علی نقش بندی دہلوی،

حضرت شاہ احمد سعید مجددی رام پوری، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی، حضرت علامہ فضل رسول عثمانی قادری بدایونی، حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی، حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری، حضرت مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری، حضرت علامہ عبد القادر قادری برکاتی بدایونی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مسلک عشق وعرفان کے داعی ومبلغ کی حیثیت سے

مرکزیت ہے بریلی کو نصیب

نقطۂ پرکار ہے احمد رضا

(نقوش فکر،ص ۷۴۹،۷۵۰)

برہان ملت حضرت مولانا مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ کی تحریر سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی، قادری برکاتی قدس سرہ نے بریلی شریف کو اہل سنت کا مرکز تسلیم کیا ہے۔ برہان ملت لکھتے ہیں:

اسی موقع پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض عقیدتمند اور ذی اثر صاحب رائے حضرات کے عرض کرنے پر بریلی شریف میں دار القضا شرعی کے لئے قاضی شرع اور قاضی شرع کو شرعی احکام و اعانت کے لئے مفتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک دن صبح قریب نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لیے فرمارہے ہیں۔ پھر حضور امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آج بریلی میں دار القضاء شرعی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں اور انھیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھا کر فرمایا'' میں آپ کو ہندستان کے لیے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے۔ پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا اس کے بعد حضور نے اس خادم برہان کو بلایا اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اسی مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا میں نے تمہارے فتوے دیکھے افتاء کے لئے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا ہے، میں تمہیں مسند افتاء پر بٹھا کر دار القضاء شرعی کے لئے مفتی مقرر کرتا ہوں اس کے بعد حضرت مفتی عظم ہند علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دار القضاء شرعی کے لیے قاضی شرع مولانا امجد علی کو اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتوی دینے کی اجازت دیتا ہوں آج سے تم دونوں ہندستان کے دار القضاء شرعی مرکز بریلی میں مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو۔ (ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر ص ۲۴ ۱۹۹۳ء)

مسلک اعلیٰ حضرت اور خوشتر نورانی صاحب کا باطنی نظریہ:

جام نور، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں جب ذیشان صاحب کا مضمون ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟'' اشاعت پذیر ہوا تو اس کے مطالعے کے بعد میں نے خوشتر صاحب کو فون کیا اور مضمون کے مندرجات پر اپنی تشویش کا اظہار کیا میں نے عرض کیا کہ مضمون جوش تعصب میں لکھا گیا ہے اور اس میں بہت ساری حقیقتوں کو غبار آلود کرنے کی کوشش کی گئی ہے خوشتر صاحب نے فرمایا کہ کسی ایک حقیقت کی نشاندہی کریں۔ میں نے عرض کیا کہ مضمون نگار نے مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھا ہے کہ'' مسلک اہلسنت و جماعت کو

وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی' کیا یہ جھوٹ نہیں ہے اور اس سے مسلک اعلیٰ حضرت کا انکار نہیں ہوتا۔ خوشتر صاحب کا جواب تھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی چیز نہیں ہے۔ سرے سے یہ اصطلاح ہی غلط ہے۔ جواباً میں نے عرض کیا کہ پیغام رضا مارچ ۲۰۰۷ء میں مسلکِ اعلیٰ حضرت پر طویل بحثیں ہوئی ہیں اور اس کی تائید میں علماء ومشائخ اور مفتیان کرام کی بکثرت آراء اکٹھا کردی گئی ہیں کیا اس سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ٹھوس صداقت کا اظہار نہیں ہوتا۔ خوشتر صاحب نے فرمایا کہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں اس سے زیادہ آراء اکٹھا کرسکتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب تاحیات مسلک اعلیٰ حضرت کے داعی و پیامی رہے اور ان کی ہر تحریر و تقریر سے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی محبت کا زمزم ٹپکتا ہے۔ تو خوشتر صاحب لب کشا ہوئے کہ یہ چیز ان کے دور کے تقاضے میں داخل تھی۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔

جب خوشتر صاحب نے سارے تاریخی شواہد کا انکار کردیا تو میں نے ملک کی تین درجن سے زائد اہم شخصیات سے اس موضوع پر گفتگو کی اور ان کے خیالات معلوم کیے۔ سب نے خوشتر صاحب کے نظریے کی شدت سے تردید کی، اعلیٰ حضرت کی ذات کو جماعت کے لئے نشان امتیاز بتایا اور مسلک اعلیٰ حضرت پہ اکابرین ملت کے فیصلے کی تائید وتوثیق کی۔ علماء اور مفکرین نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ جو لوگ اعلیٰ حضرت اور ان کی تحریکات وخدمات کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ جماعتی اتحاد کے لیے خطرات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جماعت پہلے ہی سے شدید مسائل کا شکار ہے۔ مسائل میں مزید اضافہ کرنا بہت بڑی نادانی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے عشق وایمان کی زمینوں کو شادابی عطا کی ہے اور اپنے عہد میں اٹھتے ہوئے فتنوں کا سر کچل کر رکھ دیا ہے۔ ان کے احسانات سے چشم پوشی کو تعصب اور تنگ نظری کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔

حال کو ماضی کے آئینے میں دیکھا جانا چاہیے۔ ماضی سے انحراف کرکے حال کا کوئی منصوبہ پائیدار نہیں ہوسکتا۔ خوشتر صاحب اور ان کے احباب کی تحریرات میں ماضی سے انحراف کے جذبے کو محسوس پیکر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلک اعلیٰ حضرت سے انکار کی ان میں جرأت نہ ہوتی۔ اکابرین ملت کو نظر انداز کرکے ملی و جماعتی مسائل پہ کوئی بھی فیصلہ خودکشی کے مترادف ہوگا۔ لیکن حالات ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ ہر تیسرے درجے کا آدمی جماعت کے مقدر کا فیصلہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور اپنی اس روش کو اصلاحی کوششوں کا نام دیتا ہے۔ اکابرین جماعت کی خاموشی اس کی جرأت میں اضافہ کررہی ہے۔ اگر کسی سمت سے صحرا میں اذان کی طرح کوئی دفاعی آواز بلند ہوتی ہے تو اسے ناسمجھی اور قدامت پرستی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ جماعتی فکر پہ بدیسی فکر کو مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ شگوفے چھوڑے جارہے ہیں کہ ماضی میں بزرگوں نے دعوت وتبلیغ کے جو خطوط متعین کئے تھے ان پر مناظراتی رنگ غالب ہے جو عوامی تفہیم سے بالاتر ہے جس کے سبب جماعت کا دائرہ محدود ہوتا جارہا ہے اس لیے ان پر نظر ثانی کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن کی تربیت کا بیشتر حصہ مخلوط تہذیب کے خمیر سے تیار ہوا ہے۔ جنہیں اپنے علم وتدبر پر اتنا گھمنڈ ہے کہ وہ اپنے آگے سب کو بونا سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں بولتے ہیں، لکھتے ہیں لیکن بولنے اور لکھنے سے پہلے غور نہیں کرتے، خوشتر صاحب کے جہل مرکب کا ایک خوبصورت منظر ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں:

> لطف کی بات یہ ہے کہ استفتاء میں صرف دعوے ہی کیے گئے ہیں۔ ان تمام دعوؤں کی تصدیق کے لیے مستفتی جام نور، کے صفحات سے کوئی ایک جملہ بھی بطور دلیل پیش نہیں کرسکا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ذیشان صاحب کے مذکورہ جس مضمون سے اسے شدید اعتراض ہے۔ اس سے بھی کوئی قابل گرفت اقتباس پیش کرنے سے معذور ہے۔
>
> (جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء ۹)

میرے خیال سے خوشتر صاحب کا حافظہ انتہائی کمزور ہے۔ یا حافظ کے نام پر ان کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں اور اب تو ان کی بصارت پر بھی مجھے شک ہونے لگا ہے۔ اور اس مہلک مرض میں ان کی پوری ٹیم گرفتار ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کم از کم ان کے رفیق خاص مولانا اسید الحق صاحب جن کے سر اقدس پر وہ مجددیت کا تاج زریں رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ خوشتر صاحب کی رہنمائی کا فریضہ ضرور انجام دیتے۔

اس وقت مجھے ایک بہت اچھی بات یاد آگئی وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر اسلامیہ انٹر کالج کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید شاہ نجیب حیدر نوری صاحب نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کسی خاص شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجدد ایک دوسرے مجدد کی توہین و تنقیص نہیں کرتا لیکن یہ کیسے مجدد ہیں جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی، قدس سرہ کی عظمت و رفعت سے الجھنے ہی کو اپنا وظیفۂ حیات بنالیا ہے۔ لیکن راقم الحروف پورے یقین و اعتماد کے ساتھ کہتا ہے کہ جو سینہ امام احمد رضا کی عداوت سے لبریز ہوگا وہ قیامت کی صبح تک منصب تجدید پر فائز نہیں ہوسکتا۔ مولانا اسید الحق صاحب پہلے اپنے سینہ کو کسی صاحب دل کی صحبت میں رہ کر کدورت وعداوت کی آلائش سے پاک وصاف کرالیں پھر مجدد بننے کا خواب دیکھیں۔

چونکہ خوشتر صاحب نے اپنی ایک گفتگو کے دوران راقم سے فرمایا تھا کہ بہت جلد بدایوں شریف پھر اہلسنّت کا مرکز ہونے جارہا ہے۔ ان کے اس فرمان پر میں نے خوشی کا اظہار کیا تھا لیکن ذیشان صاحب کے مضمون پڑھ کر مجھے شدید مایوسی ہوئی، اس لیے کہ انہوں نے جماعت اہلسنت میں مرکزیت کی بحث ہی کو فضول وعبث قرار دیدیا غالباً مضمون کی اشاعت سے پہلے خوشتر صاحب کی نگاہ مضمون کے اس حصے پر نہ پڑی ہو ورنہ وہ مضمون کے اس مرکز والے حصے کو حذف کردیتے۔

ہم یہاں قارئین کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ استفتاء دینی جذبے سے سرشار ہوکر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں نفسانیت کا کوئی دخل نہیں اور پچاس سے زیادہ جگہوں پر رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا گیا ہے۔ استفتاء میں ۷/سوالات متعین کئے گئے ہیں۔ دوسرا سوال من وعن ذیشان صاحب کے مضمون سے لیا گیا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ ہر جگہ استفتاء کے ساتھ ذیشان صاحب کے پورے مضمون کی زیراکس کاپی بھیجی گئی ہے۔ اگر اس میں کسی کو شک ہو تو وہ ملک کے کسی بھی مرکزی دارالافتاء سے معلوم کرسکتا ہے۔ اب خوشتر صاحب کا یہ کہنا کہ ''مستفتی جام نور، سے کوئی ایک جملہ بھی بطور دلیل پیش نہیں کرسکا ہے جھوٹ اور فریب ہے کہ نہیں۔ دوسرے سوال کی عبارت ملاحظہ کریں:

''مسلک اہلسنّت و جماعت کو وہابیہ نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا اور ہمارے خطباء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوا کر اس کی تصدیق کردی۔'' ایسا کہنے والے لکھنے والے اور ایسی تحریک چلانے والے کے لئے حکم شرع کیا ہے۔

(جام نور، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۹)

خوشتر صاحب نے ایک گفتگو میں راقم سے فرمایا تھا کہ عوام میں محبت کا ایک پیمانہ ہے میں اسے توڑ دینا چاہتا ہوں۔ پیمانے کی انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی لیکن اس پیمانے سے ان کی مراد کیا ہے اہل نظر پر واضح ہو گیا ہوگا۔ گفتگو کے سیاق وسباق سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ پیمانے سے مراد عوام وخواص کے دلوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی محبت ہے۔ جام نور کا یہ ترجیحی منصوبہ ہے۔ اس منصوبے کو آگے بڑھاتے ہوئے خوشتر صاحب نے سب سے پہلے لفظ ''بریلوی'' کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور جنون میں اپنے چند رفیقان سفر کے ساتھ جام نور، کے کئی صفحات سیاہ کرڈالے۔ خوشتر صاحب کی جانب سے خاموش تالاب میں یہ پہلا پتھر تھا، اس سے انہوں نے اہل عقیدت کے ٹمپریچر کو ناپنے کی کوشش کی۔ جب مخالفت میں کسی طرف سے کوئی آواز بلند نہ ہوئی تو ان کی جرأت میں اضافہ ہوا۔ اپنے منصوبے کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب پر ڈورے ڈالے اور انھیں روبرو کے کالم میں مدعو کیا۔ چونکہ خوشتر صاحب شرر صاحب کے ذہن وفکر سے بخوبی واقف تھے۔ ان سے جو سوالات کئے گئے ہیں۔ وہ سارے

سوالات رضویات سے متعلق ہیں۔ شرر صاحب کا انٹرویو، خوشتر صاحب کے منصوبے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس انٹرویوں سے شبہات کی جو آندھی چلی ہے وہ رکنے کا نام نہیں لیتی۔ اس انٹرویو، سے جو نقصانات ہوئے ہیں اور ہوں گے خوشتر صاحب تاحیات اس کی تلافی نہیں کر سکتے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس انٹرویو سے ہر طبقے میں اضطراب پایا جارہا ہے مگر دفاعی ساز و سامان سے لیس ہو کر میدان میں کوئی اتر نہیں رہا ہے۔ لیکن طوفان کی بندش ضرور ٹوٹے گی اور انقلاب آکر رہے گا

خوشتر صاحب نے لفظ بریلوی کی عدم موافقت میں تین بزرگ شخصیات کے اقوال پیش کیے ہیں۔ یہ اقوال پیغام رضاء مارچ ۲۰۰۷ء میں شامل رئیس القلم کی کتاب ''بریلوی دور حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان'' سے منسلک میرے نوٹ کا ردعمل ہے۔ جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء کے اپنے اداریہ میں انہوں نے نوٹ کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن نوٹ میں مذکورہ شخصیات کے اسماء وہ حذف کر گئے ہیں۔ لفظ بریلوی کی عدم موافقت میں خوشتر صاحب کو نوٹ میں مذکور شخصیات ہی کے اقوال پیش کرنا چاہئے تھا۔ ہمارا ان سے یہی مطالبہ بھی تھا اور ہے۔ اس لیے کہ رئیس القلم کی کتاب جس زمانے میں اشاعت پذیر ہوئی تھی وہ شخصیتیں بقید حیات تھیں۔ خوشتر صاحب نے نوٹ کی عبارت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے اپنے قارئین کو بری طرح سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ چیز جام نور، کی پالیسی میں شامل ہے۔ خوشتر صاحب اپنے منصوبے کی تکمیل کی خاطر کسی بھی دانشور کی تحریر کے سات چھیڑ چھاڑ کر سکتے ہیں۔ انھیں صرف اور صرف اپنا خفیہ مقصد عزیز ہے۔ ہمارے علماء اور دانشور حضرات جام نور، کی ایک دو کاپی کا مطالعہ کر کے اپنی رائے دینے میں عجلت سے کام لے رہے ہیں۔ انھیں اپنی عجلت پسندی کا بعد میں احساس ہوگا۔ یہاں یہ بھی بتادیں کہ نوٹ کی عبارت کو سمجھنے میں بھی خوشتر صاحب خطاء کی زد میں آگئے ہیں۔ ''جو لوگ آج لفظ بریلوی'' کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں وہ اس وقت بھی بصحت و عافیت تھے۔ کہ جملوں سے انہوں نے اپنی ذات کو سمجھ لیا ہے جبکہ مجھے یقین ہے کہ اس وقت خوشتر صاحب کی ولادت شریف بھی نہ ہوئی ہوگی۔ پیغام رضا، ۲۰۰۷ء میں شامل نوٹ کی پوری عبارت ملاحظہ کریں:

قائد اہلسنّت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہ کی کتاب ''بریلوی دورِ حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان'' ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ اس وقت اکابر اہلسنت کی ایک بڑی جماعت باحیات تھی۔ خصوصیت کے ساتھ حضور مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت، حضور امین شریعت مفتی رفاقت حسین صاحب، حضور برہان ملت، حضور شمس العلماء، مفتی شمس الدین صاحب جونپوری، قطب مدینہ حضور ضیاء الدین مدنی صاحب، سید العلماء حضرت مفتی سید آل مصطفیٰ برکاتی، حضور احسن العلماء حضرت مفتی سید حیدر حسن برکاتی، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب، مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب، حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی علیہم الرحمہ لیکن ان اکابر ملت میں سے کسی نے اس کتاب کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی۔ جو لوگ آج اس ''لفظ بریلوی'' کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں وہ اس وقت بھی بصحت و عافیت تھے۔ رئیس القلم کی کتاب ''حق اکیڈمی'' مبارک پور سے چھپی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب نے کتاب پر مقدمہ لکھا ہے۔ ہم قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں پوری کتاب پیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ قارئین کی آراء کی روشنی میں ہی ہم اس تعلق سے دوسرا قدم اٹھائیں گے۔ (پیغام رضاء، مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۲۹۴)

خوشتر صاحب نے اپنے اداریہ میں نوٹ کی عبارت یوں نقل کی ہے:

قائد اہلسنّت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہ کی کتاب ''بریلوی دور حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان'' ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ اسوقت اکابر اہلسنت کی ایک بڑی جماعت باحیات تھی .... ان اکابر ملت میں کسی

نے اس کتاب کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی، جو لوگ آج اس ''لفظ بریلوی'' کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں، وہ اس وقت بھی بصحت و عافیت تھے .... ہم قارئین کے استفادے کے لیے ذیل میں پوری کتاب پیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا، قارئین کی آراء کی روشنی میں ہی ہم اس تعلق سے دوسرا قدم اٹھائیں گے۔ جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۱

میں یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام میں بریلوی، کوئی فرقہ ہے نہ کوئی جماعت، عرف عام میں اہلسنت و جماعت ہی کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور اس عرف کا دائرہ بھی بہت محدود ہے۔ لوگ بوقت مجبوری اس لفظ کا اظہار کرتے ہیں۔ ہماری درس گاہیں، خانقاہیں اور جامعات اہلسنت ہی سے متعارف ہیں۔ کسی درس گاہ کے ذمہ دار نے اپنی درس گاہ کو بریلوی درس گاہ سے آج تک موسوم نہیں کیا ہے۔ نہ کسی اسٹیج سے یہ نعرہ کبھی بلند ہوتا ہے کہ فخر سے کہو کہ ہم بریلوی ہیں۔ لیکن حالات اور تقاضے کے زیر اثر کوئی شخص اپنے آپ کو بریلوی کہتا ہے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

سنی وشیعہ، اہل حق و اہل اعتزال، علمائے حق و علمائے سوء وغیرہ کی طرح برصغیر ہندو پاک کے اندر بریلوی و دیوبندی کی اصطلاح کافی حد تک رائج ہوگئی ہے۔ خود اہلسنت کے درمیان اشعری و ماتریدی، حنفی و شافعی، قادری و چشتی کی اصطلاحات صدیوں سے رائج ہیں۔ اس لیے کوئی صحیح العقیدہ سنی مسلمان بوقت ضرورت حنفی یا قادری وغیرہ کی نسبت کرتا ہے تو اس کا ایسا کرنا جائز و درست ہے۔ یونہی وہابیت و دیوبندیت سے امتیاز کے لیے بوقت ضرورت اپنے آپ کو بریلوی کہنا اور لکھنا بھی صحیح ہے۔ جام نور، نومبر ۲۰۰۶ء ص ۲۵

لفظ بریلوی کی موافقت میں مزید چند مشاہیر اہل زبان وقلم کی آراء ملاحظہ کریں ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہرہ شریف لکھتے ہیں:

''دراصل انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر علماء مختلف مکاتب میں تقسیم ہونا شروع ہوگئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ صدیوں تک 'ہدایہ' ہندستانی مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھاتی رہی لیکن نجد میں تصنیف کی ہوئی کتاب وسنت کی ایک نئی تعبیر ''التوحید'' کو انیسویں صدی میں ہندستان میں درآمد کیا گیا جس کا اردو چربہ 'تقویۃ الایمان' نفاق کا باعث بنا، شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب 'تقویۃ الایمان' کی اشاعت سے پہلے ہندستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے: اہل سنت اور اہل تشیع۔ ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی، لیکن 'تقویۃ الایمان' کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ سواد اعظم اہل سنت سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح سواد اعظم کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اس انتشار کی روک تھام اور اہلسنت کی شیرازہ بندی کے لیے بریلی کے ایک فاضل عالم نے عزم مصمم کیا اور اس طرح انیسویں صدی کے اختتام کے قریب اہل سنت و جماعت کے بریلوی مکتب فکر کی بنیاد پڑی۔ (پیغام رضا۔ مارچ ۲۰۰۷ء۔ ۲۳)

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد، پاکستان لکھتے ہیں:

احمد رضا نے وہی عقائد وافکار پیش کیے جو ہر زمانے اور عہد میں پیش کیے گئے ...... یہ عقائد وافکار دورِ غلامی کی یادگار نہ تھے، بلکہ دورِ آزادی کی یادگار تھے...... وہ عرب وعجم میں مشہور ومعروف تھے...... احمد رضا کا اضطراب فطری اضطراب تھا کیونکہ ہر نیا فرقہ سوادِ اعظم اہل سنت سے ہی افرادی قوت حاصل کر رہا تھا، اس کے اپنے پاس کیا تھا؟...... احمد رضا نے وہی بات کہی اور وہی پیغام دیا جو صدیوں سے دیا جا رہا تھا...... جس کو بھولنے والے بھول گئے تھے...... جس کو بھلانے والے بھلا رہے تھے ...... احمد رضا نے بھولی باتوں کو یاد دلایا اور بتایا کہ ہمارے اسلاف کس طرح سوچتے تھے...... ہمارے اسلاف کس طرح عمل

کرتے تھے......ان کی سوچ کا انداز کیا تھا؟......ان کے عمل کا انداز کیا تھا......احمد رضا نے آفاقیت کے لیے کوشش کی......
کو ان کا آفاقی پیغام "بریلویت" کے نام سے جانا پہچانا گیا۔ یہ اس لیے کہ احمد رضا اہل سنت کا نشان بن گیا......احمد رضا اہل سنت کی علامت بن گیا...... احمد رضا "بریلی" کا رہنے والا تھا۔ اس لیے اس کے آفاقی پیغام کو بریلی سے نسبت دی جانے لگی۔ اور بریلویت سے تعبیر کیا جانے لگا......دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے سنی بستے ہیں جو بریلویت کی اصطلاح تک سے واقف نہیں مگر عقائد وہی رکھتے ہیں جن کی تبلیغ و اشاعت امام احمد رضا نے کی۔ پاک و ہند میں لاکھوں ایسے مسلمان رہتے ہیں جو خود کو بریلوی نہیں کہتے لیکن جب ان کے عقائد و افکار کا مطالعہ کریں گے تو احمد رضا کا ہمنوا پائیں گے۔ تو دراصل "بریلویت" آفاقیت کا دوسرا نام ہے۔ احمد رضا سے پہلے بھی یہی عقائد و افکار تھے......اس وقت تو "بریلویت" کی اصطلاح کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ آئی ہوگی۔ احمد رضا نے کسی نئے عقیدے اور فکر کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ سلف صالحین کے مسلک اور ان کے افکار و عقائد کو زندگی بخشی۔ اسی لئے آپ کو علماء عرب و عجم نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔
(یادگار رضا ص ۸۸/۸۹۔ ۱۹۹۶ء)

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:
اس مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے اپنے عنوان کے متعلق دو لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات محتاج بحث نہیں ہے کہ ہندو پاک میں اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے دو بڑے مکاتب فکر میں منقسم ہوگئے ہیں: "بریلوی مکتبۂ فکر" اور "دیوبندی مکتبہ فکر"۔ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبۂ فکر کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل دیوبند کے مقابلے میں جن عقائد و اعمال کی حمایت کی ہے، اگر وہی اہل سنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ "بریلوی مکتبۂ فکر" ہی مذہب اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے۔ (تجلیات رضا ۲۰۰۵ء دارالکتب، دہلی)
شہزادۂ رئیس القلم ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب حال مقیم امریکہ لکھتے ہیں:
عام طور پر کسی مخصوص شہر کے رہنے والے ہی اپنے آپ کو اس شہر سے منسوب کرتے ہیں، لیکن قربان جائیے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت پر! کہ موجودہ دور میں آپ نے جس جانفشانی، تگ و دو اور جد و جہد کے ساتھ اسلام کے منور و مجلی چہرے کو داغدار ہونے سے بچایا ہے کہ اب اسلام کی وہی شکل برحق ہوگئی ہے جو "بریلی شریف" کے دارالافتاء سے گزر کر آرہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلق تو دنیا کے مختلف خطوں سے ہے مگر "بریلوی" کہلانے میں ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔
(تجلیات رضاء، ص ۱۸۸، دار الکتب دہلی)

قارئین محترم خوشتر صاحب نے مجھ پر دیوبندیوں کی معاونت کا بھی الزام عائد کیا ہے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا کہ حقیقت میں دیوبندیوں کی معاونت کون کررہا ہے۔ کون دیوبندیوں، وہابیوں کا آلۂ کار ہے۔ اور ان کی فکر سے کون متاثر ہے۔ خوشتر صاحب لکھتے ہیں:
اکابرین اہلسنت کی اتنی واضح تشریحات کے بعد بھی صدیقی صاحب جام نور، پر اس لفظ بریلوی" کے خلاف محاذ کھولنے کا الزام عائد کرتے ہوئے دارالافتاء جا کر آخر کیوں دیوبندیوں کی معاونت فرمانے پر اصرار کررہے ہیں؟
(جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۳)

بقول خوشتر صاحب میری طرف سے دیوبندیوں کی معاونت مشروط ہے دارالافتاء پر، اگر لفظ بریلوی کی حمایت دیوبندیوں کی معاونت ہے تو میرے ساتھ اس جرم میں اہلسنت کی اکابر شخصیات بھی برابر کی شریک ہیں۔ غالباً یہ بات خوشتر صاحب

کے قلم سے بے خیالی میں نکل گئی ہے۔ اگر انہوں نے اس نازک پہلو پر تھوڑا غور کر لیا ہوتا تو ایسا لکھنے کی ان میں جرأت نہ ہوتی۔ میں نے تو اس لفظ کی صرف حمایت کی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ میں نے اپنے اسلاف کا دفاع کیا ہے، لیکن ان کے جد امجد رئیس القلم اور ان کے چچا ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی صاحب نے تو اس لفظ بریلوی کو اہلسنت کا علامتی نشان قرار دیا ہے۔ اب خوشتر صاحب پورے انصاف و دیانت کے ساتھ بتائیں کہ اپنے جد کریم اور چچا کے متعلق ان کا فیصلہ کیا ہے؟ ایسے ہی موقع کے لیے غالب صاحب نے کہا ہے:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

خوشتر صاحب لفظ بریلوی، اور لفظ مسلک اعلیٰ حضرت میں صرف معنوی فرق تسلیم کرتے ہیں اور اُن دونوں الفاظ کو ایک ہی سکے کا دورخ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی یہ کہے کہ لفظ بریلوی کے تعلق سے تو فیصلہ ہوگیا کہ یہ دیو بندیوں کا دیا ہوا نام ہے۔ اس لیے اب ہم اسے استعمال نہیں کریں گے۔ (لیکن یہ بات صدیقی صاحب اور ان کے بعض احباب نہیں کہہ سکتے کہ انھیں لفظ بریلوی کے استعمال سے توقف کرنے والوں سے بھی سخت اختلاف ہے) لیکن لفظ مسلک اعلیٰ حضرت کے استعمال میں کیا قباحت ہے؟ تو عرض ہے کہ لفظ ''بریلوی'' اور ''مسلک اعلیٰ حضرت'' میں صرف لفظی فرق ہے۔ معنوی طور پر ان دونوں لفظوں کے درمیان ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔

میں اگر آپ سے سوال کروں کہ لفظ بریلویت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ کا جواب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ ''اعلیٰ حضرت کے عقائد اور افکار ونظریات'' اسی حوالے سے دیوبندی بھی ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔ اور اسی حیثیت سے صدیقی صاحب اور ان کے بعض ہم مزاج احباب بھی کہلانا پسند کرتے ہیں۔ پھر میں آپ سے پوچھوں کہ اچھا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا کیا مطلب ہے؟ تو فوراً آپ کا یہی جواب ہوگا کہ 'اعلیٰ حضرت کے عقائد اور افکار ونظریات'' اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت دراصل مسلک اہل سنت ہے۔ جام نور، دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۳

خوشتر صاحب کی مذکورہ صراحت کے بعد لفظ بریلوی کے حوالے سے جام نور، گروپ کا موقف کیا ہے؟ ذیل میں ملاحظہ کریں:

(۱) کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے اگر فخراً یہ نہ کہا ہوتا کہ ''بے شک ہم بریلوی ہیں'' اور بہتوں کو اہلسنت کے زمرے میں شامل کر کے یہ نعرہ نہ لگایا ہوتا کہ بریلویت ہمارے لیے وجہ امتیاز ہے اور اعلیٰ حضرت ہی کی دکھائی ہوئی راہ ہمارے لیے راہ عمل ہے۔

(۲) فخر کے ساتھ کہو کہ ہم بریلوی ہیں، یہ نعرہ دیکر ہم نے اپنی مٹی پلید خود کی ہے اور دشمن کو اپنے اوپر حملے کا راستہ دے دیا ہے۔

(۳) اقطار ہند میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے، جو بدعقیدگی سے دور رہ کر بھی ''لفظ بریلوی'' کا تحقیراً استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بھی قصور ہمارا ہی ہے۔ وہ خود کو بریلوی کہنے پر راضی نہیں ہوئے تو ہم ان سے دور ہوگئے اور ان کو اپنے سے بہت دور رکھنے کی مہم شروع کردی ہے۔

(۴) ملکی اور جماعتی سطح پر اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ وہ سنی خانقاہیں اور قدیم علمی خانوادے جن کی اپنی ایک روشن تاریخ اور زریں روایات رہی ہیں اور بدعقیدگی کے خلاف ان کے اکابر ومشائخ کی علمی اور عملی خدمات ناقابل فراموش

ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بریلوی'' کہلوانے پر آمادہ نہیں ہوئے بلکہ اس لفظ کو سن کر بدکنے لگے۔

(۵) ہمیں بار بار اس وقت خون کے آنسو رونا پڑا ہے جب وہ لوگ جن کے معتقدات کے پیمانے ہمارے مطابق ہیں، مسجد کے امام کا انٹرویو لیتے وقت کسی سنی عالم کا نام یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ بریلوی ہے، مسجد کے اندر جھگڑا کرا دے گا اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہم نے ایسا کہنے کا موقع خود ہی دیا ہے۔ کہیں قیام حی علی الفلاح کو لے کر، کہیں بعد فجر صلوٰۃ وسلام کو لے کر اور کبھی کسی کو صرف اس لیے غیر سنی قرار دے کر کہ وہ اعلیٰ حضرت کو اس کی دھندلی عینک سے نہیں دیکھتا۔

(۶) ''لفظ بریلوی'' کی آڑ میں دشمن کی طرف سے ہمیں نیا فرقہ قرار دینے کی کوشش نہ بھی ہوتی تو بھی یہ لفظ جماعت کے لئے سم قاتل ہے، یہ لفظ سواد اعظم اہل سنت کی تفریق کا باعث بن رہا ہے۔ جن لوگوں کے خاندان ہمیشہ سے گمنام رہے، وہ لوگ تو اس لفظ پر ناز کرنے لگے لیکن جن سنی خانوادوں میں قیادت وسیادت صدیوں سے چلی آتی ہے۔ انہوں نے یہ تمغہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(۷) ہمیں نہیں معلوم کہ اسلاف کی روشن شاہ راہ سے ہمیں کس جذبے نے ہٹا دیا۔ اور ایک نوتعمیر پکڈنڈی پر ہم بڑی خوش دلی سے کیونکر چل پڑے جس کے نتیجے میں دیکھنے والوں نے ہم پر انگشت نمائی شروع کر دی اور ہمیں راہ مستقیم سے گریزاں اور یک نئی راہ کا طالب قرار دے دیا۔ جام نور، فروری ۲۰۰۶ء ص ۴۶

قارئین محترم مندرجہ بالا اقتباسات کو بغور پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ کسی عقیدت مند کی بولی ہے؟ اگر عقیدت یہی ہے تو عداوت کس کو کہتے ہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جماعت اہل سنت کا کوئی فرد ''لفظ بریلوی'' کا استعمال اختیاری طور پر نہیں کرتا۔ بلکہ بوقت ضرورت اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ وہ شخص فتنہ پرور، جھوٹا اور مکار ہے جو یہ کہتا ہے کہ'' ہمارے کچھ احباب نے لفظ بریلوی پر اتنا اصرار کیا کہ اس کو جینے، مرنے کا مسئلہ بنالیا۔ یہ جوش تعصب میں اتاؤلے ہو چکے ہیں۔ کوئی ان کے کان پکڑنے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی کان پکڑنے والا ہوتا تو یہ اس قسم کی باتیں نہ کرتے۔ ابھی تک ان سے یہی فیصلہ نہ ہو سکا ہے کہ جماعت اہلسنت کو یہ لقب کس نے دیا ہے۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اہلسنت کو وہابیہ، دیوبندیہ نے یہ لقب دیا ہی نہیں ہے۔ یہ ایک عام بات ہے کہ جب کوئی ملکی یا عالمی پیمانے کا قائد ابھرتا ہے تو جو لوگ اس کی قیادت وسیادت کے سائے میں جمع ہوتے ہیں۔ اس کی محبت کی قندیلوں سے اپنے گھروں کو سجاتے ہیں انھیں دنیا اسی قائد کی طرف منسوب کر دیتی ہے۔ ایسا حق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور باطل کے ساتھ بھی، مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو قادیانی کہا جاتا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والوں کو نجدی کہا جاتا ہے۔ ان کے افکار ونظریات اسلامی اصولوں سے متصادم ہیں۔ یہ چیز پوری دنیا پہ واضح ہے۔ یہ دونوں انگریزی بطن کے زائیدہ ہیں۔ دیوبندیوں کے قائدین کی اکثریت دیوبند اور اس کے قرب وجوار سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے ان قائدین کے ماننے والوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے جبکہ یہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں لیکن ان کی گمرہیت و بددینیت جگ ظاہر ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں کو حنفی اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں کو شافعی کہا جاتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو لوگ نسبت وتعلق رکھتے ہیں انھیں قادری کہا جاتا ہے۔ آپ کی صداقت کی پوری دنیا قائل ہے۔ ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ماننے والوں کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ بریلوی صداقت کی علامت ہے۔ اگر کوئی اس روشن صداقت کو تسلیم نہیں کرتا تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا پر اپنی صداقت ثابت کریں۔ بریلوی کوئی نیا فرقہ ہے نہ کوئی جماعت اہل حق وصداقت ہی کو عرف عام میں بریلوی کہا جاتا ہے۔ جن کے عقائد اہلسنت سے ملتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے ان پہ کوئی جبر نہیں۔ جن کے عقائد ومعمولات کی دیواروں میں شگاف نظر آیا پہلے ان کی اصلاح کی گئی۔ نہ ماننے کی صورت میں ان کے

خلاف تحریک چلائی گئی۔ اس چیز کو دنیا کا کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ جماعت اہلسنت کے افراد لفظ بریلوی پر اصرار کرتے ہیں۔ اگر کوئی جماعت کے ذمہ دار کے حوالے سے ثابت کردے تو اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ لفظ بریلوی کی اصطلاح بھی برصغیر ہندو پاک تک محدود ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ اصطلاح قائم رہے گی۔ چاہے آپ اس کی مخالفت کریں یا حمایت،

اب خوشتر صاحب جواب دیں کہ کل تک جو لفظ جماعت کے لیے سم قاتل تھا، جس کے حرف حرف سے جماعتی تفریق کا آتش فشاں پھوٹتا تھا اور جس لفظ کو اعلیٰ خاندانوں نے حقارت کے ساتھ رد کردیا تھا آج وہی لفظ مسلک اعلیٰ حضرت کا ہم معنی کیسے ہوگیا اور لفظ بریلوی و لفظ مسلک اعلیٰ حضرت میں معنوی مشارکت کیسے پیدا ہوگئی۔ مجھے امید ہے کہ خوشتر صاحب تاحیات اس کا جواب نہیں دے پائیں گے۔

خوشتر صاحب کا یہ اصرار ہے کہ جام نور، میں اعلیٰ حضرت پر تنقیدی مضامین یا پیراگراف نہیں ہوتے۔ ذیل میں تنقیدی پیراگراف ملاحظہ کریں:

گذشتہ نصف صدی سے ہمارے یہاں منظم یا غیر منظم طور پر جو کچھ کام ہوا تقریباً سب کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے رہا۔ کیا آپ کو ایسا نہیں لگتا کہ اس سے ہمارے بہت سے اکابر و اسلاف کی شخصیتیں پردے میں چلی گئیں یا ان سے جو ہمارا جذباتی رشتہ تھا وہ ٹوٹ گیا؟ (جام نور، جون ۲۰۰۷ء ص ۴۲)

جام نور کے ایک انٹرویو میں شرر مصباحی صاحب فرماتے ہیں:

(۱) جو لوگ کہتے ہیں کہ "کنزالایمان" اردو میں قرآن ہے وہ تو مجسم آفتاب کو بحرالکاہل میں اتار رہے ہیں۔

(۲) لیکن ہزار عقیدت کے باوجود مجھے ان اقوال سے اتفاق نہیں کہ "اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو اعلیٰ حضرت نبی ہوتے۔

(۳) اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم سے سرمو خطا سرزد ہو مولیٰ تعالیٰ نے اسے ناممکن بنادیا ہے۔

(۴) کنزالایمان اردو میں قرآن ہے۔

(۵) شہزادے تم نے اردو میں قرآن لکھا ہے۔

(۶) یہ دعویٰ کرنا کہ "اب بھی کنزالایمان" کے بعد نیا ترجمہ کرنا منہ چڑانا ہے" عقیدت کے ساتھ حقیقت پوشی ہے۔ اگر کنزالایمان، کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت سے ایسے الفاظ ملیں گے جن سے عام قاری کے کان آشنا نہیں ہیں۔

ظفرادبی کے حوالے سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب اپنے انٹرویو میں گہرفشاں ہیں۔

(۷) حسام الحرمین کی حرف، بحرف تصدیق کرنے سے انہوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا تھا کہ کتاب اللہ کے سوا کسی کتاب کی حرف بحرف تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

(۸) وہ مسلک اعلیٰ حضرت نام کو پسند نہیں کرتے تھے، یونہی وہ لفظ بریلوی، کا الحاق بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

(۹) جہاں تک اعلیٰ حضرت سے نظریاتی اختلاف کی بات ہے اس ایک فتویٰ کے علاوہ، کتابت نسواں کے بارے میں علامہ ظفرادبی کو اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے اختلاف تھا، اور اس قول سے سخت ناگواری کا اظہار کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

شرر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حافظ ملت نے انہیں بدعقیدگی کی وجہ سے اشرفیہ سے نکال باہر کیا تھا غلط ہے۔ (جام نور، اگست ۲۰۰۶ء، ص: ۳۳-۳۴)

اپنے انٹرویو میں شرر صاحب نے ظفر ادیبی کے سر سے کفر اٹھانے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ لیکن اس کوشش میں وہ اپنے استاذ کریم حضور حافظ ملت اور دوسرے ہزاروں علماء و مشائخ حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے۔ انہوں نے قطعی یہ نہ سوچا کہ ایک کو بچانے کی صورت میں کفر کے تیر کتنی پیشانیوں کو زخمی کر دیں گے۔ اور عوامی سطح پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ شرر صاحب کی اس جرأت پر پوری جماعت اب تک خاموش ہے۔

اس پوری صدی میں ظفر ادیبی کے صرف دو ہی رشتہ دار پیدا ہو سکے۔ ایک شرر صاحب دوسرے رکن الدین اصدق صاحب، وہ بھی ان کے مرنے کے بعد اگر مذکورہ حضرات ان کی زندگی میں اس طرح تال ٹھونک کر میدان میں آجاتے تو ظفر ادیبی کو تھوڑی بہت راحت ضرور ملتی۔ رکن الدین صاحب نے تو اپنے پرچہ ''جام شہور''، میں آنسوؤں سے لبریز تعزیت نامہ بھی شائع کیا۔ رکن الدین صاحب ملت کی زبوں حالی پر اکثر خون کے آنسو بہاتے رہتے ہیں لیکن اپنے استاذ کے غم میں ان کے آنسو خون میں تبدیل نہ ہو سکے۔ ممکن ہے ظفر ادیبی کی کسی برسی پر ان کی آنکھیں خون آلود ہو جائیں۔ چونکہ رکن الدین صاحب پیدائشی طور پر دیوبندی نواز ہیں۔ ان کا نکاح بھی دیوبندی عالم ہی نے پڑھایا ہے۔ وہ دیوبندی امام کی اقتدا بھی بخوشی کرتے ہیں۔ ان کی محافل و مجالس میں عام طور پر شریک ہوتے ہیں۔ ان کی رسم سجادگی میں عون احمد پھلواروی شریک ہوئے تھے اور انہوں نے ہی رکن الدین صاحب کے سر پر دستار سجادگی باندھی تھی۔

ظفر ادیبی صاحب کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی جامعہ حبیبیہ الہ آباد کی تصدیقات سے مزین فتویٰ ملاحظہ کریں:

نوٹ: ادیبی صاحب کی تکفیر پر براؤں شریف، فیض آباد، گونڈہ، نیپال اور ناگپور وغیرہ اکناف ہند و بیرون ہند کے علمائے اہلسنت کی تصدیقات اولاً ۲؍ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ کو اشتہار ''حکم شرعی برہفوات ادیبی'' میں پھر مزید اضافۂ تصدیقات کے ساتھ صفر ۱۴۱۸ھ جون ۱۹۹۷ء کو ''کشفِ نوری از کفر کف لسان ادیبی'' میں چھپ چکیں۔ ادھر نئی تصدیقات جو ہوئیں ماہ صیام ۱۴۱۹ھ کے اس اشتہار میں شامل اشاعت کی جا رہی ہیں۔

تصدیقات تازہ

☆ لسان العصر محقق دہر علامہ مفتی عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی جامعہ حبیبیہ اتر سوئیا الہ آباد

القرار صحیح، الفقیر عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی غفرلہ ۲؍ رجب ۱۴۱۹ھ

☆ زینت صدارت افتائے اشرفیہ حضرت علامہ محمد شریف الحق صاحب امجدی مدظلہ العالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مدرسہ رضویہ بدر الاسلام بہریا ضلع گونڈہ سے شائع شدہ ایک اشتہار بنام ''حکم شرعی برہفوات ادیبی'' نظر سے گزرا جس میں جناب مولینا کوثر حسن صاحب قبلہ نے مولوی ظفر ادیبی پر حکم کفر صادر کیا ہے اور براؤں شریف کے علمائے کرام و ناگپور کے علمائے کرام اور ضلع گونڈہ کے کئی مشہور علمائے کرام کے تصدیقی دستخط بھی اس پر ہیں۔ اب ہم لوگ آپ کی رائے گرامی جاننا چاہتے ہیں کیا واقعی مولوی ظفر ادیبی حسام الحرمین شریف کی تصدیق نہیں کرتے ہیں کیا واقعی وہ کافر و مرتد ہیں؟

امید کہ تحقیقی و تفصیلی جواب سے نواز کر ہم لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے گا اور صاف صاف حکم شرع سنایا جائے گا۔ فقط

سائل منیر احمد مصباحی نوری رضوی مقام سالار پور پوسٹ مکن پور ضلع بہرائچ شریف یوپی ۲۲؍ ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

الجواب: ان اجلۂ مفتیان عظام کے فتویٰ کے بعد مجھ بے حقیقت کی رائے جاننے کی کوئی حاجت نہیں تھی یہ بات بہ ثبوت شرعی ثابت ہو چکی ہے کہ ظفر ادیبی وہابیوں دیوبندیوں کی تکفیر نہیں کرتے ان کو سچا پکا صحیح مسلمان جانتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحیح سمجھتے

ہیں اور پڑھتے ہیں، اعلانیہ ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں مبارک پور کا سب سے بڑا دیوبندی مفتی جب مرا جس کے جنازہ میں کافی بھیڑ تھی دھکے کھاتے ہوئے اس میں شریک ہوئے۔ یہاں کا ایک بہت بڑا غیر مقلد مولوی مرا اس کے جنازہ میں بھی شریک ہوئے اور نماز جنازہ پڑھی ایسی صورت میں میں سوال میں مذکور علماء اہلسنت کی تصدیق کرتا ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(محمد شریف الحق امجدی۔ ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ)

بقلم (مفتی، محمود اختر رضوی، ممبئی):

جام نور، کی مختلف فائلوں میں ایسی عبارتیں، مضامین اور پیراگراف بکثرت ملتے ہیں جن سے علماء و مشائخ کی توہین، طالبان علوم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحقیر و تذلیل اور گمراہیت و صلح کلیت برہنہ سر جھانکتی نظر آتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی اور لفظ بریلوی کے حوالے سے کچھ پیراگراف اوپر گزر چکے۔ یہاں مزید پیراگراف کا ذکر تکرار سے خالی نہ ہوگا۔ اس لیے کہ دوسرے اہل زبان وقلم کے مقالات میں ان کی بقدر ضرورت صراحت ملتی ہے۔ جن حضرات کو تفصیل درکار ہو حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی، حضرت مولانا مفتی محمد امان الرب رضوی، حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری اور حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد کے تحقیقی مضامین کی طرف رجوع کریں۔

مدیر جام نور کی صلح کلیت:

ایک پیراگراف جس کا ذکر پیغام رضا، کی بزم میں شامل کسی بھی اہل قلم نے نہیں کیا ہے۔ جس سے خوشتر صاحب کی صلح کلیت آفتاب سے زیادہ روشن ہوجاتی ہے۔ ذیل میں وہ پیراگراف ملاحظہ کریں۔ خوشتر صاحب رقمطراز ہیں:

> جام نور، کے ذریعے مذکورہ تینوں مقاصد میں کامیابی کے بعد آج ہمیں آپ کو یہ بتاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ یہ ہماری منزل نہیں، منزل تک پہنچنے کا پہلا زینہ تھا۔ عالمی سطح پر بڑی بڑی مذہبی، اصلاحی، سیاسی اور سماجی تحریکوں کے قائدین نے اپنی اپنی تحریکوں کا آغاز رسائل و جرائد ہی سے کیا، بنیادی مقاصد کی تکمیل اور رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد انہوں نے منزل کی طرف پیش قدمی کی۔ جمال الدین افغانی کا جریدہ ''العروۃ الوثقیٰ'' سرسید کا ''تہذیب الاخلاق'' آزاد، کا ''البلاغ'' اور ''الہلال'' ظفر علی خاں کا ''زمیندار'' مودودی کا ''ترجمان القرآن'' اور علامہ ارشد القادری کا ''جام نور، اور اور جام کوثر، اس کی زندہ مثالیں ہیں، اور کسی تحریک کو ملکی سطح پر کامران کرنے کے لیے چراغانِ رہِ منزل
>
> (جام نور، ستمبر ۲۰۰۷ء ص:۳)

جمال الدین افغانی مذہبی آزاد خیال کا دوسرا نام ہے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ ائمہ اربعہ میں سے کس امام کی تقلید کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جس امام کا جو طریقہ اچھا لگتا ہے اسی پر عمل کر لیتا ہوں۔ جناب سرسید احمد خان صاحب اسلام میں ایک نئے فرقے نیچریت کے بانی ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا بھان متی تماشہ گرہ ہے، جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا، وہ جنت و دوزخ کے وجود خارجی کے بھی منکر تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے اشک رواں، اور تفسیر القرآن، ابوالکلام آزاد اور ظفر علی خاں کے عقائد جگ ظاہر ہیں۔ جناب مودودی صاحب جماعت اسلامی، کے بانی ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ قرآن نجات کے لیے نہیں ہدایت کے لیے کافی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوجاتا تھا اور ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ اور حفصہ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی جری ہوگئی تھیں اور حضور سے زبان درازی کرنے لگی تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تفہیمات، ترجمۃ القرآن منصب رسالت نمبر اور مودودی مذہب۔

مذکورہ عناصر خمسہ نے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا ہے۔ ان کی زبان و قلم سے ذات الٰہی قرآن و حدیث اور محبوبان بارگاہ الٰہی کوئی محفوظ نہیں رہا۔ ان حضرات نے مسلم اور امہ میں تفریق کے جو پودے لگائے ہیں آج وہ پودے تناور درخت کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ان کی تحریکات کے زندہ ہوتے ہوئے ملی اجتماعیت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ رئیس القلم علامہ ارشدالقادری تاحیات مذکورہ حضرات کے افکار ونظریات کے خلاف برسر پیکار رہے۔ مناظرے کیے، کتابیں لکھیں اور تعاقب کے ہر ممکن ذرائع کا استعمال کیا۔ زلزلہ، زیر و زبر اس کی مجسم مثالیں ہیں۔ لیکن خوشتر نورانی صاحب آج انہیں گم گشتگان راہ سے اجالوں کی بھیک مانگ رہے ہیں اور انہیں کی ناپاک ڈگر کو اپنے لیے چراغانِ رہ منزل سمجھ رہے ہیں۔ پھر بھی خوشتر صاحب کا کہنا ہے کہ جام نور، اہلسنّت کا ترجمان ہے اور ان کی تائید میں درجنوں چہرے ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے۔ مجھے یقین ہے کہ آنے والا مورخ اسے تاریخ کے عظیم المیے سے تعبیر کرے گا۔

اس وقت مجھے ایک بہت ہی پیارا واقعہ یاد آ گیا۔ وہ یہ کہ الہ آباد سے ایک رسالہ ''حجاز'' نکلتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر تھے حضرت مولانا عبدالتواب حبیبی، ایک مرتبہ حجاز، میں اردو کے حوالے سے رشید احمد صدیقی کا ذکر آ گیا، جب رسالہ رئیس القلم کے پاس پہنچا اور ان کی نگاہ رشید احمد صدیقی کے نام پر پڑی تو ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، فوراً حجاز کے مدیر کے نام ایک خط لکھا اور فرمایا کہ پرچے کی عظمت، مرتدین کے ذکر سے مجروح نہ کی جائے۔ حجاز، کا یہ شمارہ جامعہ حبیبیہ کی لائبریری میں موجود ہے۔ خوشتر صاحب نے جام نور، میں ان عناصر خمسہ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ انہیں چراغان رہ منزل بتایا ہے۔ اب فیصلہ قارئین کو کرنا ہے کہ خوشتر صاحب کا فرمانِ ذیشان کہاں تک درست ہے۔ خوشتر صاحب کے اس نظریے سے اہلسنّت کی تائید ہوتی ہے یا صلح کلیت کو حوصلہ ملتا ہے۔

گویا جس طرح ان حضرات نے ''قیادت'' کا فریضہ انجام دیا اور اپنی تحریکات کا آغاز ''رسائل وجرائد'' سے کیا، میں بھی اس دور کا قائد ہوں اور میں نے بھی ان کی طرح رسالہ ہی کے ذریعہ اپنی ''قیادت'' کا آغاز کیا ہے

(بقیہ آئندہ)

پیغام رضا کا ''قرآن حکیم'' نمبر

محمد سراج الدین شریفی

یہ سنیت اور رضویت کی تصدیق ھے یا تردید؟

ایک وہ زمانہ تھا کہ علمائے اہلسنّت وہابیوں اور بد مذہبوں کی تحریرات وتصنیفات سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تلقین وترغیب دیتے تھے۔ایک یہ دور ہے کہ جامعہ ازہراوراس جیسے دوسرے غیر ملکی ادارے جو مذہبی ومسلکی اعتبار سے غیر صحت مند ہیں ان سے تعلیم و تربیت یافتہ علمائے اہلسنّت نہ صرف ان کی تحریرات و تصنیفات کوغیر ضروری طور پر پڑھ رہے ہیں بلکہ انہیں پڑھنے کے لئے مسلمانوں کوتلقین وترغیب بھی دے رہے ہیں۔اس مقصد کے لئے وہ انکی تعریف میں مبالغہ سے بھی کام لے رہے ہیں اور ان سے اتحاد و اتفاق کی باتیں کرر ہے ہیں۔ ایسا نہیں ہیکہ مذہبی و مسلکی اعتبار سے ایسی بیمار ذہنیت رکھنے والے علماء صرف غیر ملکی مذہبی اداروں کے پروردہ ہیں بلکہ ان میں کئی ایسے بھی ہیں جو ملک کے معروف سنی رضوی ادارے کے پروردہ ہیں اور جوکہ مذہبی و سیاسی دونوں دنیا میں اپنا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ یہ لوگ برسوں سے سنیت و رضویت کے نام پر وہابیت کی تبلیغ وحمایت کرر ہے ہین۔سنیوں میں انتشاراورعقائد میں تضادات پیدا کرر ہے ہیں۔ یہ لوگ غیر سنیوں کے مہرے کے طور پر استعمال ہور ہے ہیں۔حدتو یہ ہیکہ یہ لوگ اپنے آپ کو نہ صرف سنی رضوی کہتے ہیں بلکہ سنیت ورضویت کا نمائندہ ہونے کا بھی دعوی کرتے ہیں۔مگر اتنے بڑے ملک میں ایک بھی ایسا عالم یا مفتی نہیں ہے جو ان گمراہ گروں اور بے راہ رؤں کی گرفت کر سکے جو وہابیوں کو ناجی کہتے ہیں اور انہیں اہل قبل مانتے ہیں۔

اول الذکر علماء کے پیش نظر قرآن وحدیث کے وہ احکام ہیں جن میں بد مذہبوں سے خود دور رہنے اور انہیں اپنے سے دور رکھنے کی واضح ہدایتیں ہیں تا کہ مسلمان گمراہی و بد مذہبی سے محفوظ رہ سکیں جبکہ ذکر دوم علماء کے پیش نظر وہ تعلیمات ہیں جوانہوں نے اپنے گمراہ اور بد مذہب غیر ملکی اساتذہ سے حاصل کیے ہیں۔ وہابیوں اور بد مذہبوں سے تعلقات رکھنے، ان کے قریب ہونے یا انکا لٹریچر پڑھنے کا نتیجہ کتنا بھیانک اور ایمان شکن ہوتا ہے اسے جاننے کے لئے ذیل کے ایک واقع کو دیکھیں۔''ایک شہر میں ایک سنی عالم دین تھے جو اپنے وقت کے چوٹی کے مقرر اور مذہبی صحافی تھے۔ان کے ایک دوست اور پڑوسی مسلمان نے جو کالج میں پڑھ رہا تھا۔ مذکورہ عالم سے کہا کہ'' میرے کالج میں غیر مسلم لڑکے اسلام پر سوالات اٹھاتے رہتے ہیں اسلئے آپ میری راہنمائی کریں یا اس تعلق سے کسی دوسرے عالم،فاضل کی تصنیفات کی

نشانہ ہی کردیں تب سنی عالم نے مذکورہ کالجیسٹ کو جماعت اسلامی کے معروف مصنف اور صحافی امام الدین رام نگری کی نشاندہی کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر وہ کالجسٹ جماعت اسلامی کا مبلغ بنا اور اسی حالت میں مرگیا۔

قرآن وحدیث کے واضح احکامات اور روشن ہدایات نیز تجربات ومشاہدات کے باوجود آج اپنی جماعت میں ایسے بکثرت علماء ہیں جو اپنے آپ کو سنیت و رضویت کا نمائندہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن وحدیث کے احکامات اور اہلسنت وجماعت کے معمولات کے برخلاف تمام غیر سنیوں کو ناجی مانتے ہیں۔ ان سے اتحاد و اتفاق کی باتیں کرتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں سنیوں، رضویوں کو ان کے لٹریچر پڑھنے کی تلقین وترغیب دیتے ہیں۔ ان کے مذہبی پیشواؤں کی علمی وفکری عظمت سنیوں کے دل و دماغ میں بٹھانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ یہ گمراہ علماء جماعت کے عوام وخواص کے علاوہ علماء کو بھی گمراہ کررہے ہیں۔ انہوں نے سنی علماء کی ایک بڑی تعداد کو اپنا ہم خیال اور ہمنوا بنالیا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہیکہ گمراہ گر علماء معمولی حیثیت کے نہیں ہیں بلکہ وہ اعلیٰ مذہبی خاندانوں اور خانقاہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہیکہ جب یہ بڑے اور بااثر ہیں تب ان کی تحریرات وتحقیقات کے بڑے نقصانات بھی ہوں گے۔ یہ کئی سالوں سے گمراہ گری میں مصروف ہیں اور حق و باطل کے معنی ومفہوم کو بدل رہے ہیں۔ ابتک انکا پلیٹ فارم ماہ نامہ ''جام نور'' رہا ہے مگر اب بہت جلد یہ لوگ دہلی میں میڈیا سنٹر قائم کرنیوالے ہیں جہاں سے اسلام و سنیت کی غلط ترجمانی ہوگی اور جماعتی ومسلکی انتشار کو مزید ہوا دی جائیگی۔ علماء ومفتیان اہلسنت ابتک خاموش ہیں۔ ان کی خاموشی سے ایک بڑا فتنہ بہت تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہا ہے۔ اس تعلق سے وہ شدید غفلت کے شکار رہے ہیں۔ ان کی غفلت کے نتیجے میں مذکورہ گمراہ گر علماء کو ''بہترین ایڈیٹر'' اور ''بہترین محقق'' کے ایوارڈ ز اور سپاس نامے مل رہے ہیں۔ ذیل میں انکی غیر اسلامی و غیر جماعتی تحریرات کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں جن پر فوری شرعی احکام جاری کرنیکی اشد ضرورت ہے تاکہ انکی گمراہ گری کسی حد تک کم ہوسکے۔

مولانا اسید الحق عاصم قادری بدایونی اور مولانا خوشتر نورانی نے ابھی چند دنوں بیشتر جنوبی ہند کا ایک لمبا سفر کیا ہے۔ اس سفر میں خوشتر کو ''بہترین ایڈیٹر'' اور اسید کو ''بہترین محقق'' کے ایوارڈز اور سپاس نامے دیئے گئے ہیں۔ اپنے سفرنامے میں اسید صاحب لکھتے ہیں ''خوشتر نے چلتے وقت دو تین کتابیں اپنے بیگ میں رکھ لی تھیں۔ دوران سفر ان کو پڑھنے کی ذمہ داری بھی مجھے ہی نباہ نا پڑی۔ ان کتابوں میں مولانا وحید الدین خاں کی کتاب ''مذہب اور جدید چیلنج'' بھی تھی۔ اس کتاب کا عربی ایڈیشن ''الاســـــلام یتــحــدی'' کے نام سے مصر سے شائع ہوا ہے۔ وہاں یہ کتاب میرے مطالعے میں رہ چکی ہے۔ ازہر شریف میں ہمارے فلسفۂ اسلامی کے استاذ ڈاکٹر عبدالمعطی، صدر شعبۂ عقیدہ وفلسفہ نے ایک بار لکچر کے دوران فرمایا تھا کہ ''گذشتہ ایک صدی میں اسلام کی جدید تفہیم کے لئے جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اگر ان میں مجھے کسی ایک کتاب کا انتخاب کرنا ہوتو میں ''الاسلام یتحدی'' کا انتخاب کرونگا'' مولانا وحید الدین خان سے عقائد و افکار کے تمام تر انحرافات اپنی جگہ، میں ان عقائد وافکار کا حامی نہیں ہوں مگر انصاف کی بات یہ ہیکہ اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد کتاب ہے۔ بالخصوص ہمارے مدارس کے طلباء کو اسکا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔''

جام نور، ستمبر ۲۰۰۷ء صفحہ ۴۴

کیا یہاں مولانا نے ایمان والوں کو گمراہی کا راستہ دکھانیکا شرعی جرم نہیں کیا ہے؟

اس سے پہلے مولانا اسید الحق صاحب لکھ چکے ہیں کہ ''حدیث کے الفاظ میں'' کلھافی النار'' سے ''خلود فی النار'' نہیں بلکہ صرف ''دخول فی النار'' مراد ہے'' اہل قبلہ کی تکفیر بہت نازک مسئلہ ہے اسمیں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ حتی الامکان تاویل کرکے تکفیر سے زبان کو روکا جائیگا۔ فرقۂ ناجیہ کے علاوہ باقی فرقے گمراہ اور گمراہ گر ہیں'' از جام نور، اگست ۲۰۰۵ء ص ۱۳؍ سوال یہ ہیکہ کیا اس غیر اسلامی موقف پر علماء ومفتیان اہلسنت کی طرف سے شرعی حکم جاری نہیں ہونا چاہیے؟

مولانا خوشتر صاحب لکھتے ہیں کہ ''جام نور کے ذریعے مذکورہ تینوں مقاصد میں کامیابی کے بعد آج ہمیں آپ کو یہ بتاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہیکہ یہ ہماری منزل نہیں، منزل کی طرف پہنچنے کا پہلا زینہ تھا۔ عالمی سطح پر بڑی بڑی مذہبی، اصلاحی، سیاسی و سماجی تحریکوں کے قائدین نے اپنی اپنی تحریکوں کا آغاز رسائل و جرائد ہی سے کیا تھا۔ بنیادی مقاصد کی تکمیل اور رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد انہوں نے منزل کی طرف پیش قدمی کی۔ جمال الدین افغانی کا جریدہ ''العروۃ الوثقی''، سرسید کا ''تہذیب الاخلاق'' آزاد کا ''الہلال ور ''البلاغ'' ظفر علی خاں کا ''زمیندار''، مورددی کا ''ترجمان القرآن'' اور علامہ ارشد القادری کا ''جام نور'' اور ''جام کوثر'' اس کی زندہ مثالیں ہیں اور کسی بھی تحریک کو ملکی سطح پر کامران کرنے کے لئے'' چراغانِ رہ منزل'' اداریہ جام نور ستمبر ۲۰۰۷ء کیا یہاں خوشتر صاحب دینی وفکری اعتبار سے بد مذہبوں کے غلام نہیں نظر آتے ہیں؟

اس سے پہلے خوشتر صاحب لکھ چکے ہیں کہ ''حالانکہ علمی سطح پر اہلسنت نے ان کے (وہابیہ کے) محدود (یہاں اصولی اختلافات کو محدود اختلافات لکھ کر مولانا خوشتر صاحب نے شرعی جرم کیا ہے کہ نہیں) اختلاف تھے۔ از، اداریہ جام نور، مارچ ۲۰۰۷ء۔ جناب خوشتر صاحب اپنے اس موقف کو کئی بار بیان کر چکے ہیں۔ اس سے پہلے مولانا خوشتر صاحب اپنا ایک اور غیر اسلامی موقف اسطرح پیش کر چکے ہیں کہ'' ایمان و عقیدہ اور وہابیت وسنیت سے قطع نظر کون سا سالم الحواس ہوگا جو مادر نبی حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی قبر کو بلڈوزر سے کھود ڈالنے یا مولانا اشرف علی تھانوی کی قبر کو اکھیڑنے کو شدید بدتمیزی اور گستاخی نہیں سمجھے گا۔ از : اداراتی نوٹ : جام نور فروری ۲۰۰۷ء ص ۲۵ / واضح رہے کہ جب ایک صاحب نے اس تحریر پر گرفت کی تو مدیر محترم نے جواب دیا کہ ''جہاں تک اداراتی نوٹ پر شبہہ کی بات ہے تو سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس میں ہندستانی تناظر میں سماجی گفتگو کی گئی ہے'' از اداراتی نوٹ : جام نور، مئی ۲۰۰۷ء ص/۲۵ اس جواب پر مجھے گمان ہوتا ہیکہ ایک دن وہ بھی آئیگا جب مدیر محترم لکھیں گے کہ ''ہندستان کے سارے مذاسب سچے ہیں'' اور جب اس پر سوال ہوگا تو کہیں گے کہ میں نے یہ گفتگو ہندستانی تناظر میں کی ہے'' سوال یہ ہیکہ ایک عالم دین کو سیاستدانوں کا کردار ادا کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا علماء کو نیتاؤں کا طور طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

نوٹ : علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ'' وہ وحید الدین خاں کا رد لکھ رہے ہیں۔ دیکھئے افکار رضا اپریل جون ۲۰۰۶ء اس حصے کو خوشتر نے'' رئیس القلم'' نمبر سے نکال دیا ہے۔

پڑوسی ملک میں بعض علماء نے'' متحدہ مجلس عمل'' قائم کر کے جو مسلکی غلطیاں کی ہیں انھیں غلطیوں کو اپنے ملک میں ماہ نامہ جام نور، اور اس کا گروپ دہرا رہا ہے۔

❖❖❖

مکتوبات

ڈاکٹر لائق علی رضوی.............................. گونڈہ (یوپی)

محب محترم مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی ....سلام مسنون دعائیں

آپ کی دینی وملی خدمات کا وقفے وقفے سے علم ہوتا رہتا ہے۔ ادھر دو تین مہینے سے آپ کا کافی چرچہ ہورہا ہے، جام نور، دہلی کے ذریعہ آپ کے جذبات واحساسات جان کر بڑی مسرت ہوئی۔ کہنے کی باتیں تو بہت ہیں لیکن فی الوقت صرف ایک المیہ حوالۂ قرطاس کررہا ہوں وہ یہ ہے کہ

وقت آگیا ہے کہ مولوی رکن الدین کو ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ، بہار سے کھدیڑ کر نکال دیئے جانے کی وجہ عام کردی جائے۔ تاکہ ان کی شترمرغ ایسی چال سے لوگ محفوظ رہیں۔ ان کے زمانے کے لوگ آج بھی ادارۂ شرعیہ میں موجود ہیں۔ آپ چاہیں تو براہ راست معلوم کرسکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی رکن الدین ادارہ شرعیہ کی نظامت پر مامور ہوتے ہوئے تاجدار اہلسنّت سیدنا حضور مفتی اعظم ہند کی توہین آمیز لب ولہجہ میں بغاوت کی تھی۔ جس کی پاداش میں راتوں رات علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ان کو نکال باہر کیا۔ اس وقت سے یہ ہمیشہ سہمے سہمے رہنے لگے۔ ایک عرصے تک گم سم والی حالت ان پر طاری رہی۔ اب جب بیشتر علمائے اہلسنّت کے لئے، خود پسندی، خودستائی، قیادت کی بھوک درآئی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ان کی چاندی ہوگئی۔ ان کا جمود ٹوٹا۔ پھر اعلیٰ حضرت مجدد اعظم اور مفتی اعظم ہند کے عرش نشاں مقام ومنزلت سے حسد وعناد کو شہد دکھائے زہر پلائے کی شکل میں ظاہر کرنے لگے۔ چنانچہ بے شک بریلوی کوئی فرقہ نہیں، حسین سرخی کے پردے میں اعلیٰ حضرت پر کیے گئے فقرے کو دیکھئے تو ہر کوئی میری تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بار بار حضور حافظ ملت کی شاگردی اور اشرفیہ کے تعلیمی دور کی باتیں کرکے اپنے کو خالص ومخلص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا انداز فکر صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے عناد ودشمنی کو فروغ دینے کے لئے آلۂ کار کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم سے چھٹ کر جاؤ گے ایسے کہاں کے ہو دشمن کے ہتھکنڈے ہیں میری نگاہ میں

مولوی رکن الدین اصدق دراصل پھلواروی ذہن وفکر کے داعی ہیں۔ اس کام کو یہ چور دروازے اور مصاحبت کے خول میں رہ کر

انجام دینا چاہتے ہیں۔سنی علماء ان کے فریب کو نہ سمجھ سکے تو مستقبل میں سنی قوم نا قابل تلافی نقصان سے دوچار ہوگی۔مولانا رحمت اللہ صاحب آپ کے ہاتھوں میں پیغام رضا، کا علم دیکھ کر مولوی سیف الدین اصدق کانپ رہے ہیں اور بدحواسی کے عالم میں آپ کے جذبۂ نصرت وحمایت کو کاسہ لیسی، شکم پروری اور ذریعہ معاش سے تعبیر کر رہے ہیں۔ایسے الفاظ سے آپ کشیدہ خاطر نہ ہوں۔اور نہ اس کی پرواہ کریں۔ان الفاظ کے معانی و مصداق کے خود ہی یہ لوگ ہول سیل بیوپاری ہیں۔کوئی ان نام نہاد پیروں سے ذریعہ معاش کے طریقے سیکھے۔

صرف آپ کو ان لفظوں کا مصداق ''ٹھہرانا مضحکہ خیز ہے۔دودھ کا دھلا تلاشے سے نہیں ملتا۔حال یہ ہے کہ جس کی دم اٹھاؤ مادہ کے علاوہ کیا نظر آتا ہے۔

علمائے اہلسنت واحباب اہل سنت سے گزارش ہے۔ان دونوں باپ بیٹے کے جال میں آنے سے بچیں۔یہ اپنی صلح کلیت کو ایک دوسرے کو صلح کلی کہنے کی جنگ میں بھلانا چاہتے ہیں۔لاؤ حلف میں اٹھالوں۔یہ دونوں باپ بیٹے یقیناً، حتماً جزماً صلح کلی ہیں

بڑے سیدھے سادھے بڑے بھولے بھالے ‎ ‎ کچھ جناب کو ہمیں جانتے ہیں

حضرت مولانا مجاہد حسین رضوی مصباحی ....دارالعلوم غریب نواز الہ باد، یوپی

محب گرامی حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب! زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بہ خیر ہوگا۔جنوری ۲۰۰۸ء کا جام نور، مجھے ۲۵ر دسمبر ۲۰۰۷ء کو موصول ہوا۔اسی دن میں ایک دوروزہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے کشن گنج چلا گیا اور ۲۹ دسمبر ۲۰۰۷ء کی رات میں واپسی ہوئی کسی بوجہ سے وہاں کا BSNL نیٹ ورک پورے طور پر کام نہیں کر رہا تھا۔رنگ ہوتی تھی مگر بات نہیں ہو پاتی تھی، اسی دوران آپ کا کئی بار فون آیا جسے وصول کرنیکا کوئی حاصل نہیں تھا۔

میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق ناچیز کا جو نظریہ ہے تحریری شکل میں اسے ماہنامہ جام نور دہلی کو بھیج چکا ہوں۔قلت صفحات اور بعض مجبوریوں کی بنیاد پر جس کا مختصر حصہ ہی جنوری ۲۰۰۸ء کے جام نور میں چھپ سکا ہے۔پوری تحریر میں آپ کو بھیج رہا ہوں اسے پڑھ کر آپ میری رائے سے پورے طور پر آگاہ ہو جائیں گے۔

مولانا ذیشان مصباحی نے ''الی الاسلام من جدید'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا۔جو جام نور ستمبر ۲۰۰۷ء کے شمارہ میں چھپا ہے۔جس میں تین باتیں انہوں نے ایسی کی ہیں جو انتہائی غلط اور علماء شریعت کی پوری جماعت کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہیں۔(۱) انہوں نے کہا ہے کہ ''متفقہ فی الدین'' والی آیت میں فہم مسائل دین کے لئے سفر کی بات نہیں کی گئی ہے۔(۲) علماء شریعت کو علماء وارثین اور علماء ربانین سمجھنے پر اظہار افسوس کیا ہے۔(۳) علماء شریعت کی تعبیر ''علماء حیض و نفاس'' سے کی ہے۔میں نے اس کے خلاف ایک مراسلہ لکھا تھا۔جو نومبر ۲۰۰۷ء کے جام نور، میں چھپا ہے لیکن مضمون نگار نے اس پر ادارتی نوٹ لگا کر گومگو کی صورت حال پیدا کردی ہے، میں نے اس پر ایک دوسری تحریر جام نور، کو بھیجی تھی جو غالباً آپ کے استفتاء کی بنیاد پر پیدا شدہ ہنگامی حالات کی نذر ہو گئی۔وہ تحریر بھی میں آپ کو بھیج رہا ہوں آپ سمجھ سکیں گے کہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے بے جا تاویل اور لیپاپوتی کی کیسی روش چل پڑی ہے۔جو حالات ابھی پیدا ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں میری آپ سے گزارش ہے کہ منفی رویہ سے حتی الامکان اجتناب کرتے ہوئے مثبت طور پر مسلک اعلیٰ حضرت، کے فروغ کے کام میں لگے رہیں۔دور حاضر میں سواد اعظم کے مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت کے فروغ میں ہمارے جن بزرگوں نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں ان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ صرف عمومی طور پر شامل نہیں ہیں بلکہ

ان میں ایک امتیازی شان ہے، ان کی اور ان کا نام اس دور میں جماعت اہل حق کا امتیازی نشان ہے۔ جو ہزار مخالفتوں اور حاسدین کی بے جا کوششوں کے باوجود انشاء اللہ اپنے امتیاز کے ساتھ برقرار رہے گا۔

مولانا محمد اشرف چشتی........................ دار العلوم جامعہ جمہوریہ دربھنگہ بہار

ادیب شہیر صدیقی صاحب

ہدیۂ سلام مسنون! طالب خیر! بخیر ہے!

پیغام رضا، کے خصوصی شمارہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' نمبر کے مطالعہ سے جوں جوں گزرتا گیا گلشن مسلک اعلیٰ حضرت کی بھینی بھینی خوشبو سے مست ہوتا چلا گیا۔ مسلک اعلیٰ حضرت پر اکابرین ملت اور مشائخ اہلسنت کے افکار کا جو گلزار آپ نے سجا دیا ہے۔ مختلف اوراق میں بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو آپ نے ایک لڑی میں جس طرح پرو دیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اب متعدد کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ہے ایک پیغام رضا، سے تمام تجلیات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اپنے اکابر کی مسلک اعلیٰ حضرت سے محبت، مسلک اعلیٰحضرت پر اعتماد اور فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی تڑپ کا جو پیغام، پیغام رضا سے نشر ہو رہا ہے انشاء اللہ وہ ایک تحریک کی شکل میں ڈھل جائے گی۔ جو ہر ناموافق تحریک کا قلع قمع کرتی رہے گی۔ اپنے اکابر پر جسے اعتماد نہ ہو، اپنے باپ، دادا کے نظریات کا شیشہ توڑنے کے جو درپے ہو۔ ان لوگوں کو خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے ورنہ دین تو رخصت ہوا ہی چاہتا ہے۔ دنیاوی مسرت کا طوطا بھی ہاتھ سے اڑ جائے گا۔ اس وقت سوائے ہاتھ ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس وقت تھوڑی سی پذیرائی کسی کو کیا ملتی ہے کہ وہ پھولے نہیں سماتا اور آپے سے اتنا باہر ہو جاتا ہے کہ انجام سے بھی غافل ہو جاتا ہے، کچھ یہی حال جام نور اور ارباب جام نور، کا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایسی بلندی پر سمجھنے لگے ہیں کہ سارا قد انھیں بونا نظر آنے لگا ہے۔ یہی چیز اسے انجام تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ غرور کا سر نیچا رہا ہے، نیچا رہے گا۔

آپ اپنی کوشش جاری رکھیں انشاء اللہ آپ اور آپ کے احباب ہی سرخ رو ہوں گے۔

حضرت مولانا ملک الظفر صاحب سہسرامی........................ دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام

باسمہ تعالیٰ

الاعز القدر۔۔۔۔سلام مسنون

خیریت طرفین نیک مطلوب

کل کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ پیکیٹ موصول ہوا۔ دونوں کتابیں دامن کش دیدہ و دل ہیں۔ آپ کی ترتیب و تہذیب نے اس میں چار چاند لگا دیئے ہیں مسلک اعلیٰ حضرت، کے تعلق سے ادھر ادھر سے جو آوازیں اٹھ رہی تھیں اس تناظر میں پیغام رضا کا، یہ خاص شمارہ آپ کی بالغ نظری کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے اس میں جو سرمایۂ فکر جمع کیا ہے اس پر کوئی تفصیلی رائے بعد مطالعہ حاضر کروں گا۔ آپ موبائل نمبر تبدیل نہ کریں۔ رابطہ دقت طلب ہو جاتا ہے۔ بہت دنوں کے بعد آج کسی کو خط لکھا ہے ممکن ہے آداب مکتوب نگاری کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو تو معاف کریں گے۔

محمد علی اشرف،........................ میسور یونیورسٹی میسور

فخر صحافت صدیقی صاحب ہدیۂ سلام مسنون

خدا کرے آپ سب اچھے ہوں۔ سب سے پہلے اتنی مبارکبادی کے پھول پیش ہیں کہ آپ کا دامن صحافت تنگ ہو جائے۔ وہ کام جو کسی مرکزی خانقاہ، مرکزی درسگاہ، مرکزی ادارہ، اور مرکزی شخصیت کا تھا آپ نے انجام دے کر اپنا نام زندہ کر لیا ہے، جس ہمت،

جرأت، اور بے باکی کا آپ نے مظاہرہ کیا ہے خدا کرے کہ آپ کے مشن کو استقامت کی دولت نصیب ہو جائے۔ اس راہ میں آپ اپنے آپ کو اکیلا کبھی نہ سمجھیں دیوان گان رضا کی بھیڑ آپ کے ساتھ ہے، آپ نے بول کر مہرِ بلب زبان کو گویائی دے دی ہے۔ آپ کی آواز میں آواز ملانے والے منتظر ہیں، آپ آواز دینگے اور ہجوم منڈلاتا نظر آئے گا۔ رضا کے نیزے کی مار ایسی ہے کہ مر کر بھی آدمی چین سے نہیں رہتا۔ نور کی کھلی آنکھوں سے رضا کے تصرفات کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ جو لوگ بھی جرات اظہار کا شکار ہیں انہیں نکمیل ڈالنا وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔ آج یہ مسلک اعلیٰ حضرت پر اعتراض کر رہے ہیں۔ کل مذہب اہلسنّت پر اعتراض کرینگے اور یہ سلسلہ دراز ہوتا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ منحوس دن آئے اپنی اپنی صلاحیتیں تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے جو ہوسکتا ہے کرے۔ اور اپنے پرکھوں کی امانت کو بچالے ورنہ ان کی روحیں ہم سے پوچھے گی کہ ہماری امانت کی تم نے کتنی حفاظت کی۔

مسلک اعلیٰ حضرت بزرگوں کی امانت ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت۔ حقانیت کی آواز ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت آخرت کے نجات کی ضمانت ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت عشق مصطفےٰ کی سوغات ہے۔ آیئے مل جل کر اس سوغات کو بچالیں۔ ورنہ راستے تاریک سے تاریک تر ہوتے چلے جائیں گے۔

محمد خالد رضا رحمانی .... گلبرگہ شریف

محترم مولانا رحمت اللہ صاحب ہدیۂ سلام مسنون!

مزاج شریف۔

جام نور دسمبر کے اداریئے سے آپ کی تحریک حق وانصاف کا علم ہوا، آپ نے جو ساز چھیڑا ہے اس کی نغمگی دور تک محسوس ہو رہی ہے، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے پورا رسالہ اپنے تمام مندرجات کے ساتھ آپ کے حق میں ہے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے جس منطقی انداز میں بیزاری کا اظہار کیا گیا تھا۔ اگر بروقت اس کے سامنے آپ سہ سکندری نہ بن گئے ہوتے تو پانی سر سے اونچا ہو جاتا اور پھر بند بہت مشکل ہوتی، مگر خدا اپنے دین کی حفاظت خود فرماتا اور، فرماتا رہے گا۔ آپ نے اپنی بھر پور توانائیوں سے کچھ دن کے لئے تو اس کا منہ موڑ ہی دیا ہے۔ آئندہ بھی جب کوئی رضا بیزار طوفان اٹھے گا تو کوئی نہ کوئی بندہ ضرور سپر بنے گا اور مذہب اہلسنّت بشکل مسلک اعلیٰحضرت مسکرا اٹھے گا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ خوشتر نورانی صاحب کا اصل چہرہ لوگوں کو دکھا دیا جائے۔ دین کے تئیں اسکی جو ترجیحات ہیں وہ برملا بیان کردی جائیں۔ تاکہ رہبر کے بھیس میں رہزن سے لوگ واقف ہوسکیں۔ ہم سب کی ہر خواہش آپ کے ساتھ ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف ذکر کریں۔ یہ کام ہم سب کو مل کر کرنے کا ہے۔

محمد نعیم الدین فردوسی .... حسین گنج، گیا، بہار

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب.......... سلام مسنون دعائیں

طالب خیر بعافیت ہے۔

پیغام رضا ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء پیش نگاہ ہے۔ دونوں شماروں سے آپ کی عقیدت اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ ۲۰۰۷ء کے شمارے کا اداریہ بھی معلوماتی اور اس کے بعض حصے بڑے حیرت انگیز ہیں۔ دونوں شماروں کے مطالعے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کے افکار کی ترویج کو اپنی حیات کا سرنامہ بنالیا ہے۔ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت مقبول خلائق ہے۔ اور جو ان سے وابستہ ہوتا ہے اور بے لوث عقیدت پیدا کرتا ہے اسے بھی دارین میں سرخ روئی حاصل ہوتی ہے۔ آج بھی ہم میں ایسی اکابر شخصیات موجود ہیں جن کا فرمان ہے کہ اعلیٰ حضرت کا چرچہ کرو اور بلند ہوتے چلے جاؤ۔ آپ کی اس رفعت و بلندی کو دیکھ کر کچھ احباب

حسد کے مرض میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ انھیں اعلیٰ حضرت کے ذکر سے شدید اذیت ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگ مولانا خوشتر نورانی صاحب کو آپ کی رضا دوستی سے کچھ زیادہ ہی اذیت پہنچی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ماہنامہ جام نور، کے دو شمارے آپ کی کردار کشی کے لیے مختص کر دیئے ہیں۔ ان کا یہ فعل ان کی بے حد گھبراہٹ کی چغلی کھاتا ہے۔ ان کا یہ وار ان کے منصوبے کے خلاف اور آپ کے نظریے کی تائید میں ہے۔ اس لیے آپ کو کسی طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے ان کے خوابوں کے شیش محل کو چکنا چور کر دیا ہے۔ آپ نے جماعتی روایات کے خلاف اٹھتے ہوئے طوفان کو روک دیا ہے۔ اب جماعتی وقار سے کوئی شخص الجھنے کی غلطی نہ کریگا۔ مولانا خوشتر نورانی صاحب نے جو خطوط آپ کے خلاف لکھوائے ہیں ان خطوط کا انداز بتاتا ہے کہ یہ سارے خطوط ایک بند کمرے میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل سے ہم پھر کبھی آپ کو آگاہ کریں گے۔

مولانا خوشتر نورانی صاحب کے ایک نمک خوار مولانا سیف الدین صاحب نے تو حد ہی کر دی انہوں نے آپ پر تن پروری، کاسہ لیسی، حصول ناموری، امراء کی ناز برداری اور جدید طرز کی گداگری جیسے الزامات کی بھرمار کر دی۔ یہ سب لکھتے وقت انہوں نے اپنے گریبان میں نہیں جھانکا ہوگا۔ کاش وہ یہ سب لکھنے سے پہلے اپنے والد اور اپنے بھائی کے کارناموں پر نگاہ ڈل لیا ہوتا۔ موصوف کا پورا گھر انہ برسوں سے زکوۃ و خیرات اور صدقات و عطیات پہ پل رہا ہے۔ آپ تو بمشکل سال میں چند روز ہی گداگری کرتے ہوں گے۔ لیکن ان کے والد، بھائی اور خود مولانا سیف الدین صاحب، پورے سال جھولا، جھنڈی اور رسید لیے نگر نگر، ڈگر ڈگر کی خاک چھانتے رہتے ہیں۔ فرضی اداروں کے نام پر قوم کے مخیّر حضرات کی تیجوریوں پر شب خون مارتے رہتے ہیں۔ ان کے گھر کی کہانیاں عبرت ناک بھی ہیں اور عبرت آموز بھی۔ ان کے علاقے کے لوگ ان کے حیرت ناک کارناموں سے خوب واقف ہیں۔ بہار شریف سے اورنگ آباد تک پھیلے ہوئے مظلوم کے خون کے دھبے عوام و خاص کی نگاہ میں ہیں۔ ان خون کے دھبوں کو دھوتے دھوتے ان کی عمریں گزر جائیں گی۔ پیری مریدی ان کا پیشہ ہے۔ حیرت سرنوچتی ہے کہ جو خود گم کردہ واہ ہے وہ دوسروں کو کیا راہ دکھا سکتا ہے۔ اگر اس طرح کے شرم ناک کارناموں کو ترتیب دیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ میں ان کے علاقے کا رہنے والا ہوں۔ درون خانہ و بیرون خانہ جو کچھ ہوتا ہے سب کسی نہ کسی طرح سامنے آجاتا ہے۔ ان کی دست درازیوں کے شکار مظلوم افراد کی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کا پیغام رضا، عوام کے تعاون ہی سے شائع ہوتا ہے۔ پیغام رضا کی اشاعت کے لئے عوام سے تعاون لینا عیب کی بات نہیں ہے۔ لیکن جرائم کے طشت از بام ہو جانے کے بعد مسجد کی انتظامیہ سے معافی مانگ کر مسجد میں رہنا یقیناً شرم کی بات ہے۔ اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بدعقیدوں کا نکاح اور جنازہ پڑھانا یقیناً شرم کی بات ہے۔ اور اپنے ایمان وعقیدے کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ سیدے سادے لوگوں کو اپنے باپ کی بزرگی بیان کر کے مرید کرانا یقیناً شرم کی بات ہے۔ اگر آپ ان کے حالات کا عرفان چاہتے ہیں تو ہمارے گھر تشریف لائیں ساری فائلیں آپ کے سپرد کر دی جائیں گی۔ ان کی رضا دشمنی کے مناظر دیکھنا چاہتے ہیں تو بہار شریف اور اس کے قرب و جوار کا ایک سفر کر لیجئے ساری حقیقتیں سامنے آجائیں گی۔ جب مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ ان کے کانوں سے ٹکراتا ہے تو ان کے چہرے کا جغرافیہ بدل جاتا ہے یہ خود ساختہ نعرہ نہیں ہے۔ یہ نعرہ ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملا ہے۔ جو اس نعرے کو خود ساختہ سمجھتا ہے وہ حیا باختہ و حیا سوز ہے۔ اسے اپنے اسلاف کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ وہ ایسا جوش تعصب میں بول رہا ہے۔ اس کی عقل ماری گئی ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے حصار میں رہ کر غیروں سے رسم وراہ اور نذر و نیاز کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا خوشتر نورانی کے حاشیے پر زیادہ تر ایسے ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ خود خوشتر صاحب کیسے ہیں مجھے زیادہ علم نہیں لیکن ان کی تحریر سے ان کی آزاد خیالی خوب ظاہر ہوتی ہے۔ جام نور، یقیناً مذہبی آزاد خیالی کی نوجوانوں کو دعوت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی دردرکھنے والے جام نور، سے روز بروز بیزار ہوتے جا رہے ہیں۔ برائیوں کے خلاف آواز بلند کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن دعوت و تبلیغ کے لیے قرآن حکیم نے حکمت اور موعظمت کے الفاظ استعمال

کیے ہیں۔ مبلغین کا انداز تخاطب قرآن حکیم سے ہٹ کر نہیں ہونا چاہئے لیکن جام نور، کی اصلاحی کوششوں سے قرآن حکیم کے انداز دعوت کی نفی ہوتی ہے۔ مولانا خوشتر نورانی نے اگر اپنے انداز کو بدلنے کی کوشش نہیں کی تو تاریخ انھیں ایک ضدی، ہٹ دھرم اور اسلاف بیزار کے طور پر یاد کرے گی۔

مولانا خوشتر نورانی صاحب اپنے ہی بزرگوں کو چراغ راہ بنائیں۔ غیروں کو چراغ راہ بنا کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ باتیں اور بھی ہیں۔ موقع اور محل کے مطابق ان کا اظہار ہوگا مولانا سیف الدین صاحب ہوش میں رہیں اگر ان کے والد اور بھائی کے کارناموں کو کتابی شکل دیدی گئی تو انھیں سر چھپانے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ ملے گی۔ ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سیدوں کے لئے زکوۃ و خیرات کب سے جائز ہوگئی۔ جو لوگ زکوۃ و خیرات کھا کر بھی اپنے آپ کو سید کہتے ہیں وہ سیدوں کے نام پر بدنما داغ ہیں انھیں اپنے نسب پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی کوشش جاری رکھیں ممکن ہے آپ کی کوشش مولانا خوشتر نورانی اور ان کے احباب کے لیے سامان ہدایت بن جائے۔ احباب و متعلقین سے سلام مسنون پیش کریں۔ ہماری خدمات کی آپ کو جب بھی ضرورت پڑے ہمیں یاد کرلیں۔ ہماری زندگی کی ہر سانس اعلیٰ حضرت اور ان کی تحریک کے لیے وقف ہے۔

محمد امین اختر امین..............ٹاٹا، جمشید پور

علامہ رحمت اللہ صدیقی صاحب..........سلام ورحمت

یہاں سب خیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب ہے۔ حق کی ترویج واشاعت کو ہر زمانے میں محمود سمجھا گیا ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کی ذات ہمارے لیے شناخت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہم مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بلند کر کے دنیا پر اپنا امتیاز ظاہر کرتے ہیں۔ ادھر کچھ سالوں سے یہ نعرہ بعض جدت پسندوں کی آنکھوں میں خار بن کر چبھنے لگا ہے۔ آپ کی دفاعی آواز سے جدت پسندوں کے ایوان میں زلزلہ برپا ہوگیا ہے اور ان کی روایت شکن پالیسی زیر وزبر ہوکر رہ گئی ہے۔ آپ کی طرف سے مفتیان کرام کو بھیجا گیا استفتا موثر ثابت ہوا۔ مفتیان کرام کا فیصلہ شرعی حکم کے طور پر آنے سے پہلے ہی آپ کی تحریک کامیاب ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ کو فتوی آنے کا انتظار نہ ہوگا۔ جام نور، دہلی نے مسلک اعلی حضرت، کے خلاف جو پتھر پھینکا تھا خود جام نور، اس پتھر کی زد میں آگیا ہے، اس پتھر کی چوٹ میں اتنی شدت تھی کہ جام نور، کے دو شمارے مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید کے امین بن گئے۔ علماء اور دانشوروں کے تائیدی کلمات آپ کے نظریے کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ استفتا دیکھ کر جام نور، کی بے چینی اس کی نیتوں کا پتہ دیتی ہے۔ اراکین جام نور، یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے میدان مار لیا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ان کی شکست فاش ہے۔

ہمیں معتبر ذرائع سے خبر موصول ہوئی ہے کہ آپ پیغام رضا، کے مسلک اعلیٰ حضرت نمبر کی تیاریوں میں جٹے ہوئے ہیں ہمیں امید ہے کہ یہ نمبر حاسدین کے لئے چشم کشا ثابت ہوگا۔ ویسے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو سمجھنے کے لئے مارچ ۲۰۰۷ء کا شمارہ بہت کافی ہے۔ لیکن جام نور نے دوبارہ آپ کو اس عنوان پہ کام کرنے کے لئے مجبور کردیا۔ اراکین جام نور، کو چاہئے تھا کہ وہ رئیس القلم کے تابندہ نقوش کو تحفظ فراہم کرتے اور عزت وناموری کے زینے طے کرتے چلے جاتے۔ رئیس القلم غیروں میں بھی مقبول تھے۔ ان کی مقبولیت کا سبب جماعت اور مسلک کے حوالے سے ان کا ٹھوس پن تھا۔ انہوں نے جماعت اور مسلک کا کبھی سودا نہیں کیا۔ ان کے زمانے میں بھی بکنے والے لوگ موجود تھے۔ لیکن ایسے افراد سے وہ ہمیشہ بیزاری کا اظہار کرتے رہے۔ جام نور، نے ان کی ذات پہ جو داغ دھبے لگائے ہیں انھیں دھونا آسان نہیں ہے۔ اس کام کے لئے ایک طویل عرصہ درکار ہوگا۔ جن لوگوں کے خلاف وہ تا حیات زہر اگلتے رہے جام نور نے انھیں کو اپنے لیے چراغان رہ منزل بنالیا۔ جام نور، کی اس روش سے اہلسنّت کا ایک بڑا طبقہ حیرت کا شکار ہے۔ لیکن جام نور، یہ سمجھتا ہے کہ "سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے" آپ نے انھیں آئینہ دکھایا ہے اور اس آئینے میں اسے اپنا حقیقی چہرہ بھی نظر آگیا

ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آئندہ وہ بہت محتاط انداز میں قدم اٹھائے گا۔ اور رئیس القلم کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی میں چلنے کی کوشش کرے گا۔ آپ سے ادب کے ساتھ اتنی گزارش ہے کہ پیغام رضا، جب منظر عام پر آجائے تو اس کی چند کاپی میرے پتہ پر ارسال ضرور کردیں نوازش ہوگی۔ میرے احباب کی ایک جماعت پیغام رضا، کی مشتاق ہے۔ خوشتر صاحب کا بچپن بھی میرے سامنے ہے اور جوانی بھی وہ ابتدا ہی سے آزاد خیال رہے ہیں۔ ان کے حالات زندگی سے مجھے اچھی واقفیت ہے۔ آج وہ رئیس القلم کے نام کو خوب اچھی طرح کیش کررہے ہیں۔ کاش وہ ان کے نقوش قدم کو بھی اپنے لئے رہنما بناتے۔ تو ان کی عزت وشہرت میں چار چاند لگ جاتے۔

مولانا فیضان رضا سبحانی............................جامعہ از ہر مصر

محترم صدیقی صاحب............................سلام ورحمت

مبارک ہو! سنا ہے ''پیغام رضا'' سال نامہ کے ساتھ سہ ماہی بھی جاری ہونے جارہا ہے۔ آپ کی ہمت وجرأت کو سلام۔ بڑا حوصلہ بھرا اور بروقت اقدام ہے یہ۔ خدا کرے کہ سال نامہ کی طرح اس کا ہر شمارہ دستاویزی ہو اور اس سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تعلیم اور ان کا مشن عام ہوتا رہے۔

اعلیٰ حضرت کے مشن کو عام کرنے والے رسائل میں معارف رضا کراچی، جہان رضا لاہور، پیغام رضا، افکار رضا، یادگار رضا ممبئی، تجلیات رضا بریلی، بڑے موثر انداز میں کام انجام دے رہے ہیں۔ اب پٹنہ سے ''رضا بک ریویو'' اور ''پیغام رضا'' کے سہ ماہی ہونے کی خبر سے دل باغ باغ ہوگیا۔

پیغام رضا، کے مسلک اعلیٰ حضرت سے منسوب خصوصی شمارے نے علمی، ملی، مذہبی اور روحانی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑادی...... آج ایک خاص منفی ذہنیت پنپ رہی ہے کہ چودھویں صدی میں صرف امام احمد رضا کی ہی ذات مرکز علم اور مرجع علماء نہیں تھی۔ اس لیے صرف ان کی شخصیت ہی کو معیار سنیت سمجھنا اور ہر جگہ ان کا ہی نام پیش کرنا تقاضائے انصاف نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نو زائدہ منفی نظریہ کی بنیاد حقیقت پر نہیں ذاتی مفاد ومنفعت پر ہے، اس لیے وہی طبقہ گا ہے بہ گا ہے اس طرح کے نزاعی مسئلے کھڑا کرتا ہے اور اہلسنّت وجماعت کے پرسکون ماحول میں انتشار کے زہر گھولتا ہے، جسے اپنی منفعت خطرے میں نظر آرہی ہے۔

پیغام رضا، کا یہ خصوصی شمارہ انتہائی معلوماتی اور حقائق سے بھرپور ہے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری، بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں جیسے اکابرین ملت نے لفظ بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں جس طرح اپنے خیالات ونظریات کا اظہار فرمایا ہے، اسے پڑھ کر فرط محبت میں آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ اللہ اللہ کتنا عشق تھا انھیں اعلیٰ حضرت سے اور کتنی حقیقت بیں تھیں ان کی نگاہیں۔ آج عالم یہ ہے کہ بعض حضرات اہلسنّت وجماعت کے لیے لفظ بریلوی کو انتشار کا سبب سمجھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے ان کی فکر اکابرین ملت کی فکر سے ہم آہنگ نہیں..... حق یہ ہے کہ آج اگر ہمیں کوئی فکر متحد رکھ سکتی ہے تو وہ فکر اعلیٰ حضرت ہے، اس مرکز اتحاد کو پس پشت ڈال کر اتحاد کا خواب کبھی پورا نہیں ہوسکتا...... ایسے ماحول میں خالص مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح تعبیر وتوضیح اور ابلاغ وترسیل کے لیے سہ ماہی پیغام رضا، کا اجرا فالِ نیک ہے۔ قدم آگے بڑھایئے اور فیضان رضا کے جلوؤں سے ذہن وفکر کو آباد کیجیے اور دوسروں کو اس فیضان سے مستفیض ہونے کے مواقع مہیا کیجیے۔

سید شاہ خورشید انور شمسی............................خانقاہ شمسیہ ارول جہان آباد، بہار

مدیر محترم............................سلام مسنون

پیغام رضا، کا مسلک اعلیٰ حضرت پر خصوصی شمارہ نظر نواز ہوا۔ دیکھتے ہی دل باغ باغ، طبیعت شاد اور روح معطر ہوگئی۔ آپ نے اس دور پرفتن میں جس طرح حوصلوں اور جذبوں سے کام لیتے ہوئے پیغام رضا، کو پورے آب وتاب کے ساتھ زندہ وتابندہ رکھا ہے

اس پر آپ خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

حسب سابق پیغام رضا کا یہ شمارہ بھی معلومات سے بھرپور ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت پر شامل مقالات ومضامین سے جہاں دل کے دریچے وا ہوتے ہیں، وہیں تشکیک زدہ اذہان کو تجدید وفا کی توفیق ملتی ہے۔ بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور شیخ الاسلام حضرت سید مدنی میاں کی دلکش تحریریں اور پھر آپ کا جاندار، شاندار، پر بہار اداریہ اپنے موضوع پر وافی وشافی ہے۔ آج جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت، کے تعلق سے اپنی خاموش بے زاری کا اظہار کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان اکابرین کی تحریریں، ان کے اذہان کو تسکین فراہم کریں گی۔ ہمارے جن اکابر نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بلند کیا وہ علم، عمل، تقویٰ، عشق، اخلاص سارے معاملوں میں آج کے مصلحت زدہ طبقہ سے یقیناً افضل واعلیٰ اور بہتر وبرتر تھے۔ جب انھوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کو حرز جاں بنایا اور عوام اہلسنت کو اسی پر کاربند رہنے کی تاکید کی، تو ہم اور ہماری جماعت کا عوام وخواص دونوں طبقہ اسی پر کاربند رہنے کو اپنی سعادت اور ذریعۂ نجات سمجھے گا۔

آپ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے اس ماحول میں مسلک اعلیٰ حضرت پر مختلف اطراف سے اٹھنے والی آواز پر توجہ مرکوز کی۔ خدائے تعالیٰ آپ کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور عوام وخواص نیز اہلسنت کے اکابرین کی دعائیں اور ان کا تعاون ہمیشہ آپ کو حاصل رہے، تاکہ آپ اسی طرح مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو واضح کرتے رہیں۔

محمد تاجدار انور ایم، اے .... ممبئی یونیورسٹی، ممبئی

مکرم ومحترم حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت ہے خیریت چاہتا ہوں۔

ضروری تحریر یہ ہے کہ ’جام نور‘ جواب اپنے مسلک بیزار کارنامے کی وجہ سے جام ظلمت بن رہا ہے کا دسمبر کا شمارہ میرے مطالعہ کی میز پر ہے۔ میں حیرت وحسرت کی ملی جلی کیفیات کے درمیان ہوں۔ حیرت اس بات پر کہ کیا یہی وہ جام نور، ہے جسے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کا آرگن بنا کر پیش کیا تھا جس کا ورق ورق امام احمد رضا کی محبت کا لالہ زار ہوتا تھا، آج وہی حضرت علامہ کے اہداف پر رضا بیزاری کا گولہ پھینک رہا ہے اور حسرت اس بات پر کہ کاش جام نور، نے اپنی سابقہ روایات کو باقی رکھا ہوتا، حضرت امام اہلسنّت کے افکار ونظریات کا بیباک ترجمان ہوتا تو رسائل کی بھیڑ میں اسکی ایک الگ پہچان اور نمائندگی ہوتی مگر اس نے اپنے راہ عمل میں خود ہی کانٹے کی فصل اگالی، خطرہ ہے کہ اگر قطب الارشاد، نائب غوث اعظم امام احمد رضا کی نظر عتاب پڑ گئی تو اس کی جان تو خطرے میں پڑے گی ہی نہ معلوم کون کون اس کے شکار ہوں گے۔ آپ نے جو دفاعی کوشش کی ہے خدا کرے اس کی آنچ دن بدن تیز ہوتی رہے، تاکہ ہر مخالف کوشش خس وخاشاک کی طرح جل کر بھسم ہو جائے۔ آپ کی ہمت کو سلام کہ تن تنہا آپ نے جماعت کا کفارہ ادا کیا اور کر رہے ہیں۔ احباب ادارہ کو سلام پیش کریں۔

اراکین ادارہ سے سلام عرض ہے۔

مشتاق احمد رضوی .... مدینہ شریف

مکرمی مولانا رحمت اللہ صاحب صدیقی

تسلیمات

میں اچھا ہوں خدا آپ کو اچھا رکھے۔ جام نور، موصول ہوا۔ مطالعہ میں ہے۔ اس نے اپنے پانچ سالہ اشاعتی دور میں ہندستان کی

علمی، ادبی اور مذہبی شخصیات کی پگڑی اچھالنے میں جو اہم کردار نبھایا ہے وہ قابل افسوس ہے۔ اگر اکابر شخصیات کی عظمتوں کو مجروح کرنا یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی، فروغ اہلسنّت، مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت گزاری یا مذہبی صحافت کو نئی سمت عطا کرنا ہے تو ہم ایسے فروغ اور ترجمانی کے قطعی قائل نہیں ہیں۔ اگر جام نور، کی کج فکری پر نوٹس لینا یہ ذہنی بیماری اور محدود سوچ کا نتیجہ ہے تو پھر ''جام شہود'' میں ظفرادیبی کی مدح سرائی یہ کس فکری بیماری کا لازمہ ہے۔

صدیقی صاحب! خدا آپ کے حوصلے کو سلامت رکھے کہ آپ نے جام نور، کے سمندر میں ایک کنکر پھینک کر سونامی کی لہر پیدا کردی ہے۔ اگر، جام نور، نے اپنی سوچ مں تبدیلی پیدا نہیں کی تو عوام اہلسنّت اسے قطعی قبول نہیں کریں گے۔ پیغام رضا، اس کے لیے ایک چراغ کی حیثیت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اس روشنی میں اپنا سمت سفر متعین کرے۔

محمد نصیر الحق رضوی.................................دریا پور، سیتا مڑھی بہار

برادر دینی مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جام نور، ماہ اکتوبر اور نومبر کا شمارہ نظر سے گزرا۔ ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں'' پڑھا۔ مضمون نگار نے مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی کے لفظ پر اپنے فکر وقلم کی ساری توانائی صرف کردی ہے مگر مجھے حیرت ہے کہ رئیس القلم بانی مدارس کثیرہ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے جس لفظ کو بڑے شد ومد کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ جناب خوشتر نورانی اور ان کے رفقائے فکر کو اس سے انحراف کیوں۔ بات دادا کی مانی جائے یا پوتا کی؟ اس ذہنی اضطراب کو علمائے کرام ہی دور فرمائیں گے۔ لیکن علماء کرام اگر کوئی فیصلہ کر بھی لیتے ہیں تو بھی خوشتر صاحب اپنی انانیت سے باز آنے والے نہیں اس لئے کہ انہوں نے یہ طے کرلیا کہ ہم اہلسنّت کا آپریشن جاری رکھیں گے۔ اور ہمارے بعض دانشور بھی ان کے نقش قدم پر چلنے میں دارین کی سعادت سمجھ رہے ہیں۔ خدا ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد جلال الدین رضوی.................................ناظم دار العلوم امام اعظم راجھرا درگ

صحافی عصر محترم جناب رحمت اللہ صدیقی صاحب

سلام ورحمت!

خیریت سے رہ کر طالب خیر ہوں۔ جنوری کا جام نور، مطالعہ کی میز پر ہے۔ زبان خلق۔۔۔۔ کے عنوان سے اہم شخصیات کے تاثرات کو شائع کیا ہے اگر صحافت صداقت کا ترجمان ہوتی ہے تو جام نور، کے مدیر سے ضرور پوچھئے کہ جنہوں نے آپ کی نغمہ سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں آخر انھیں کو جام نور، میں کیوں جگہ ملی اور جنہوں نے آپ کی خامہ تلاشی لی اسے ردی کی ٹوکری میں کیوں ڈالدیا گیا۔ یہ دورخی پالیسی بلا شبہ صحافت کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ آپ نے بروقت جام نور، کی روش کے خلاف آواز بلند کرکے یہ احساس دلا دیا کہ ہر کوئی ضمیر فروش نہیں۔ خدا آپ کی اس ہمت کو قوت عطا فرمائے۔

• علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی
کیلی فورنیا، امریکہ

نعت شریف

ہیں وہ نورِ خدا، کیوں نہیں مانتے
ہے یہ رب کا کہا، کیوں نہیں مانتے

نہ وہ رب سے جدا، رب نہ ان سے جدا
ہے یہ حق با خدا، کیوں نہیں مانتے

اعلیٰ تر مرتبہ، ان کا بعد از خدا
کہہ گئے انبیاء، کیوں نہیں مانتے

خاتم الانبیاء خلق کی ابتدا
وصف میں انتہا، کیوں نہیں مانتے

ان کی ہر اک ادا، بحرِ خلق و وفا
ان پہ عالم فدا، کیوں نہیں مانتے

بخت ہے پر ضیاء، لب پہ ان کی ثنا
خلد مسکن میرا، کیوں نہیں مانتے

سرورِ دوسرا، ماہِ عرش علیٰ
ان سے ارض وسما، کیوں نہیں مانتے

ان کی نوری ردا، کل بروزِ جزا
سب کی ہے آسرا، کیوں نہیں مانتے

ان سے صادر ہوا، بے بدل معجزہ
چاند بھی چر گیا، کیوں نہیں مانتے

قدرتِ کاملہ، رب نے کی یوں عطا
شمس واپس ہوا، کیوں نہیں مانتے

نامِ شاہِ دنا، نسخۂ کیمیا
دافع ہر بلا، کیوں نہیں مانتے

قدسیِ بے نوا، ناعتِ مصطفےٰ
مہرِ چرخِ جزا، کیوں نہیں مانتے

افتخار امام صدیقی

○

خدا یقین کا پہلے اثر مہکتا ہے
تو اک جہان پہ میرا ہنر مہکتا ہے
وہ حرف حرف ہیں، روشن جو میری سوچوں میں
انہیں کے نام کی خوشبو سے گھر مہکتا ہے
تھکن سے سانس کا رشتہ اور انتظارِ طویل
خیالِ قرب سے لیکن سفر مہکتا ہے
درود پڑھتا ہوں رستے سنورتے جاتے ہیں
میری امید کا اک اک شجر مہکتا ہے
عبادتوں کی وہ دنیا اجال دی اس نے
خدا خیال کی لذت سے ڈر مہکتا ہے

○

ہیں حبیبِ کبریا روحِ بہارِ کائنات
یعنی کہ نبضِ جہاں ہیں اعتبارِ کائنات
دو جہاں کہ جزو کل میں ہے توازن آپ سے
مہر وماہ قدموں کی جنبش، اختیارِ کائنات
دیکھئے کب قرب کی لذت سجے ہر آنکھ میں
دیکھئے کب ٹوٹتا ہے انتظارِ کائنات
آپ سا کوئی نہیں تھا، ہے نہیں، ہوگا کہاں
آپ کو رب نے کیا ہے افتخارِ کائنات
سلسلہ توحید کا، حق کا، وراثت کا امام
اک ذرا سا فرق اور پھر انتشارِ کائنات

شہید راہ صلوٰۃ

محمد امجد خان رضوی مرحوم ابن الحاج محمد یونس خان برکاتی

ولادت: ۱۹۷۷ء شہادت ۱۶/دسمبر ۲۰۰۶ء

آدمی مر کے بھی تا حشر جہاں زندہ ہے	امجد رضوری بھی اسی شہر کا باشندہ ہے
آج بھی تیری وفاؤں کا یہاں چرچا ہے	کل بھی زندہ تھا اور آج بھی تو زندہ ہے

اللہ پاک ہر دور میں کوئی نہ کوئی اپنا نیک بندہ پیدا کرتا رہتا ہے جس میں کچھ کی عمر دراز کرتا ہے اور کچھ کو عمر بہت کم دیتا ہے۔ لیکن ان کے اندر تھوڑی سی عمر میں ہی ایک مومن کی جو خوبیاں ہوتی ہیں پروردگار عالم وہ ساری خوبیاں اس میں ڈال دیتا ہے شہید راہ صلوٰۃ محمد امجد خان رضوی مرحوم انھیں نیک بندوں میں سے ایک تھے۔ اس ممبئی کے چمک دمک ماحول میں جس طرح سے شہید راہ صلوٰۃ محمد امجد خان رضوی مرحوم نے زندگی گزاری ہے اس کی مثال آج کے دور میں بہت کم ملے گی۔ اسی لئے خداوند قدوس نے ان کے درجات کو اتنا بلند کیا کہ یہ درجات آج کے دور میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوگا۔

عملیاتی زندگی: شہید راہ صلوٰۃ کا یہ معمول تھا کہ جب گھر سے باہر نکلتے تھے تو اپنے والدین کو سلام کر کے باہر نکلتے اور جب وہ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے گھر میں والدین کو سلام کرتے اگر دن میں دو تین بار آتے اور جاتے تو ہر بار سلام کرتے یہاں تک کہ جب وہ گھر سے جاتے تو کبھی کبھی اپنی ماں کے پیر کو چوم کر جاتے اور کہتے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور ان کی والدہ ڈھیر ساری دعائیں دیتی ہوئی دروازے تک پہونچاتیں۔ اور جب وہ چلے جاتے تب انکی والدہ دروازے سے واپس آتیں۔ انکی والدہ کو بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی نعمتوں سے نوازا ہے کہ اس دور کی بہت ہی کم عورتوں کو وہ درجہ حاصل ہوگا ایسی ماں جس بیٹے کے لئے دعا کریگی وہ بیٹا کیوں نہیں کامیاب ہوتا شہید راہ صلوٰۃ محمد امجد خان رضوی مرحوم اپنے نبی کے عشق میں اس طرح دیوانے تھے کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے انکی زبان پر نعت نبی، درود شریف ہوتا۔ صرف اتنی ہی دیر تک وہ اس عبادت سے غافل رہتے جتنی دیر تک وہ کسی سے بات کرتے رہتے۔ انکی زبان میں اتنی تاثیر تھی کہ جو ایک بار ان سے بات کر لیتا وہ ان سے بہت متاثر ہو جاتا ہر بات میں انشاء اللہ زبان پر رہتا اپنے دوستوں میں انھیں امیر کی حیثیت حاصل تھی سب ان کو جی جان سے مانتے تھے۔ ان کی اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ہر جمعرات کو ماہم حضرت مخدوم ماہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت بابا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری ہوتی۔ شہادت سے ایک سال قبل اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھٹی شریف میں ہر مہینے اجمیر شریف حاضری دیتے عبادت میں بھی قضائے عمری کے ساتھ ساتھ تہجد کی نماز و نوافل بھی ادا کرتے اور روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ ۱۶/دسمبر ۲۰۰۶ء بروز سنیچر اپنے گھر سے ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد غریب نواز موتی لال نہرو نگر محمدی اسٹیٹ، کرلا باندرہ، کمپلیکس پر نکلے۔ اس سے کے پہلے جمعرات و جمعہ کو آپ روزے سے تھے اور گھر سے نکلے تو یہ بھی کہہ کر نکلے کہ شام کو "دعوت اسلامی" کے اجتماع سے ہوکر رات میں گھر آؤں گا۔ اِدھر نماز پڑھنے جا رہے ہیں اُدھر اجتماع کی بھی نیت کر کے نکلے ا ر بجکر ۲۰ منٹ پر محمدی اسٹیٹ میں غریب نواز مسجد کے قریب پہونچ چکے تھے بی۔ ایس ٹی بس والے نے ٹھوکر مار کر انھیں شہید کر دیا انا لِلّٰہ و اِنا الیہ راجعون۔

جب ان کا حادثہ ہوا اس وقت بمبئی میں نہ ان کے باپ موجود تھے، نہ بھائی، سبھی لوگ ملک گئے ہوئے تھے۔ ان کے دادا کا انتقال ۱۳؍ ردسمبر کو ہوگیا تھا۔ ان کی شہادت کے وقت پورے کرلا میں ہلچل مچ گئی جو جہاں سنتا تھا وہیں سے بھاگتا تھا۔ پورا ارپن ہوسپٹل دیکھنے والوں سے بھرا رہا۔ ایک بجے رات میں ان کا جنازہ اٹھایا گیا ان کے جنازے میں ایک بجے رات میں اتنی کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے کہ دیکھنے والے یہی کہتے کہ اتنی رات اتنے آدمی کسی دوسرے کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے، جنازے کے اوپر جیسے معلوم پڑتا تھا کہ نور کی بارش ہورہی ہے۔ اپنی شہادت کے بعد خوابوں میں انھوں نے ایسی ایسی خوابیں دکھائی ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار عالم ان کو بہت ساری نعمتوں اور درجات سے نوازا ہے ان میں سے کچھ خوابیں اس طرح ہیں۔

(۱) ادھر ان کو قبرستان میں لٹا کر سب لوگ آتے ہیں اور گھر پر انکی والدہ کی حالت روتے روتے خراب ہوجاتی ہے یکا یک انکی آنکھیں لگ جاتی ہیں اور وہ دیکھتی ہیں کہ امجد مسکراتے ہوئے کرتا پائجامہ پہنے ہوئے دونو ہاتھ کرتے میں ڈالے ہوئے، دروازے پر کھڑے ہیں والدہ دیکھ کر خوش ہوجاتی ہیں اور کہتی ہیں آؤ امجد اندر آؤ اتنے میں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور پھر رونا شروع کردیتی ہیں۔

(۲) اپنے وطن میں ان کے لئے جو گھر بنایا تھا کہ شادی کے بعد اسی روم میں رہیں گے ان کی ماں کہتی ہیں کہ جب میں گھر میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ پورا جسم کفن میں لپٹے ہوئے امجد سوئے ہوئے ہیں جب میں گئی تب مجھے دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئے میں نے کہا امجد تو زندہ ہوگیا ہے ہاں امی میں زندہ ہوگیا، ارے امجد تو ہی بول رہا ہے، ہاں امی میں ہی بول رہا ہوں اٹھتے وقت ان کے پیر میں جو پہلے چوٹ لگی تھی اسی پیر پر ہاتھ رکھ کر منھ بگاڑتے ہوئے اٹھتے ہیں میں نے کہا بیٹا پیر میں درد ہے کہا ہاں امی درد ہے اب میں مارے خوشی کے پورے گھر میں شور مچاتی ہوں ارے دیکھو میرا امجد زندہ ہوگیا ہے، بیٹا امجد زندہ ہوگیا ہے، ارے سب جگہ فون لگاؤ۔

(۳) اپنی شہادت کے ڈیڑھ ماہ بعد حضرت مولانا مشاہد رضا صاحب۔ گھوسی والے نے انھیں خواب میں دیکھا تو انہوں نے پوچھا کہ ارے بیٹا امجد میں نے سنا ہے کہ تم اس دنیا سے جاچکے ہو تو امجد نے کہا کہ ہاں حضرت موت چند لمحوں کے لئے آئی تھی۔ پھر میں زندہ ہوگیا اور دیکھیں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

(۴) مولانا مشاہد رضا نے قریب دس مہینے بعد رمضان ۲۰۰۷ء میں خواب میں دیکھا کہ محمدی اسٹریٹ محمدی مسجد میں امجد سے میری ملاقات ہوئی، بہت سی باتیں ہوئیں اسی دوران امجد نے کہا حضرت جب اس مشرک ڈرائیور نے مجھے ٹھوکر ماری اور میں زمین پر گرا، احساس ہوا کہ اب میرا، آخری وقت ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آج اس وقت نہ میرے باپ ہیں نہ میری ماں ہے اور نہ کوئی میرا اعزیز وا قارب ہے، حضرت اتنا مجھے سوچنا تھا کہ دردمندوں کے مسیحا دور ونزدیک دیکھنے والے میرے مدنی آقا تشریف فرما ہوگئے اور ان کے قدموں میں میری روح نکل گئی۔ مولانا بیان کررہے تھے اور زاروقطار رو رہے تھے۔

(۵) میرے امجد کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ گرمی میں ان کی شادی کرنے کا ارادہ تھا مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا دنیا میں ان کی شادی نہ ہوسکی مولانا غلام حسین نائب امام غریب نواز مسجد ممبئی صبح کے وقت خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ محلے کے سارے لوگ ان سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ بہت زیادہ بھیڑ ہے اور انھیں کے قریب امجد کھڑے ہیں اور ان کے سر پر شادی کا سہرا باندھا جارہا ہے۔ اس طرح سے بہت سے ان کے خواب بتاتے ہیں کہ میں زندہ ہوں۔ میری دعا ہے کہ رب کائنات میرے نور نظر محمد امجد خان رضوی مرحوم کو اپنے محبوبوں کے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور ہم اہل خانہ کو صبر عظیم کی توفیق بخشے۔ آمین

منقبت

حبیب ملت حضرت مولانا محمد عبدالتواب صاحب قادری حبیبی

اے خدا ہے دعا، صدقۂ مصطفےٰ
مذہبِ اہلسنّت سلامت رہے

دینِ حق کی حفاظت کی خاطرِ سدا
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے

اے بریلی تری عظمتوں کو سلام
اے بریلی تری رفعتوں کو سلام

تجھ میں ہیں جلوہ گر سنیوں کے امام
یہ تری مرکزیت سلامت رہے

وہ مجددِ اعظم فقیہہِ زماں
جن کی عظمت کے چرچے جہاں در جہاں

نائبِ غوثِ اعظم ہیں وہ بے گماں
ان کی شان امامت سلامت رہے

لاکھ حیلے کریں دشمنانِ رضا
خوب جلتے رہیں حاسدانِ رضا

چاروں جانب گڑے ہیں نشانِ رضا
ان کی ہر شان و شوکت سلامت رہے

لاماں شاہ احمد رضا اور خطا
کہنے والا ہی خود کررہا ہے خطا

غوث و خواجہ کے سائے میں میرا رضا
غوث و خواجہ کی نصرت سلامت رہے

نائبِ غوثِ اعظم کا ہے وہ قلم
جس نے بد مذہبوں کے کئے سر قلم

چاروں جانب گڑے ہیں رضا کے علم
ان کی شاہانہ سطوت سلامت رہے

پیارے سنی تری تو بڑی شان ہے
سن ترے پاس تو ''کنزالایمان'' ہے

اعلیٰ حضرت کا تجھ پر یہ احسان ہے
یہ کرم یہ عنایت سلامت رہے

شکر ہے روزِ محشر حضور خدا
مل گئے پیش کرنے کو احمد رضا

ہے یہ فرمان آلِ رسولِ خدا
رحمتوں سے بھرا تیرا دامان ہے
میرے صدر الافاضل کا احسان ہے
میرے صدرِ شریعت کا فیضان ہے
لب پہ ہر گل کے نورانی مسکان ہے
اشرفی تو کہ ہم شکل غوث الوریٰ
ہے یہ فرمان مولیٰنا احمد رضا
شہ ضیاء الرضا مرحبا مرحبا
فضل رحمٰن ساہم کو رہبر دیا
وہ مجاہد ملت امام حرم
جن کی عظمت کے چرچے عرب و تاعجم
و ہ مجاہد ملت خدا کے ولی
جن کے آگے جھکے اہل باطل سبھی
وہ مجاہد ملت خدا کے ولی
چشتی و قادری، رضوی واشرفی،
چشتی و قادری رضوی و اشرفی
گلشنِ سنیت کے حسیں پھول ہیں
قادری ہی جیوں، قادری ہی مروں
نزع میں قبر میں حشر میں ہر جگہ
اے حبیبی تری تو بڑی شان ہے
یہ مجاہد ملت کا فیضان ہے

یہ مقدس امانت سلامت رہے
پاس تیرے خزائنِ عرفان ہے
یہ عطا یہ سعادت سلامت رہے
خوب نکھرا یہ سنی گلستان ہے
یہ بہارِ شریعت سلامت رہے
رخ ترا حسنِ خوباں کا ہے آئینہ
تیری شانِ سیادت سلامت رہے
شرق سے غرب تک جن کی پھیلی ضیا
یا خدا یہ امانت سلامت رہے
غوث و خواجہ کا جن پر ہے بے حد کرم
ان کا تاجِ فضیلت سلامت رہے
جو ہیں عباسی و ہاشمی قادری
ان کی شانِ جلالت سلامت رہے
عاشق غوث و خواجہ فدائے نبی
ان کی شان ولایت سلامت رہے
نقشبندی سہر وردی جو ہیں سبھی
ان کی تہذیب و نکہت سلامت رہے
روز محشر بھی میں قادر ی ہی اٹھوں
نسبتِ قادریت سلامت رہے
غوث و خواجہ کے توزیرِ دامان ہے
یہ شرف یہ سعادت سلامت رہے

منقبت

شہزادۂ سراج ملت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب (ممبئی)

مہرِ عرفاں کی ضیاء ہے مسلکِ احمد رضا — مرکزِ اہلِ وفا ہے مسلکِ احمد رضا

یہ علامت، سچے سنی، خوش عقیدہ کیلئے — اہلِ سنت کو ملا ہے مسلکِ احمد رضا

اتباعِ سیّدِ کونین کا ہے آئینہ — دینِ حق کا رہنما ہے مسلکِ احمد رضا

کانپتی ہے نجدیت جس نام سے آٹھوں پہر — سیفِ حق وہ برملا ہے مسلکِ احمد رضا

سیرتِ خیر الوریٰ کا ہے یہ سچا ترجمان — اور طریقِ اولیاء ہے مسلکِ احمد رضا

ہے سوادِ اعظمِ دینِ حبیبِ کبریا — ”شمعِ دینِ مصطفےٰ ہے مسلکِ احمد رضا“

حاسدینِ اعلیٰ حضرت مٹ گئے مٹ جائینگے — زندہ ہے زندہ رہا ہے مسلکِ احمد رضا

یہ اثر جام سراجی، ساغرِ نظمی ہے کہ — لب پہ نعرہ لگرہا ہے مسلکِ احمد رضا

یا الٰہی طول فرما عمرِ نظمی و سراجِ — جن کا روشن مدّعا ہے مسلکِ احمد رضا

قطرۂ خونِ حسین ابن علی کی ہے صدا — مدحِ خوانِ کربلا ہے مسلکِ احمد رضا

تمکو بازاری عقیدہ ہو مبارک حاسد و
ہاشمی کو مل گیا ہے مسلکِ احمد رضا

تنقیدات

پیغام رضا کا خصوصی شمارہ۔
ایک تحقیقی پیش کش

تعارف وتبصرہ : وصیل خان
نام کتاب : پیغام رضا (مسلک اعلیٰ حضرت پر خصوصی شمارہ)
مدیر اعلیٰ : مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی
صفحات : ۳۹۰۔ قیمت۔ ۱۲۰ روپے
ناشر : رضا دار المطالعہ پوکھریرا سیتا مڑھی (بہار)
رابطہ : محمد رحمت اللہ صدیقی نیو مہاڈا بلڈنگ، ۹۰ روم نمبر ۵۰۷، پی ایم جی کالونی مانخورد ممبئی۔ ۴۳
فون نمبر : 022-20354077

آج ملک میں اردو زبان کے ساتھ مسلسل ہونے والی نا انصافیوں کے پیہم سلسلے اور بدترین سلوک کون نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اس جانب فکرمندی اور بے چینی کے ساتھ اس کے تدارک کے لئے کتنے لوگ آگے بڑھتے ہیں اور بڑھ رہے ہیں۔ یہ سبھی دیکھ رہے ہیں۔ اب تو حال یہ ہے کہ اندرون ملک اس زبان کو مٹانے کے لیے جو ریشہ دوانیاں اور سازشیں جاری تھیں ان کا سلسلہ دراز ہوتا ہوا دوسرے ملکوں تک بھی جا پہونچا ہے۔ نام نہاد محبان اردو اس کا رسم الخط تبدیل کرنے پر متفق ہو رہے ہیں۔ اور وطن عزیز سے دور دیار غیر میں کانفرنسیں کر کے سازشوں کے جال بن رہے ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جو ایسے نا گفتہ بہ حالات میں بھی شمع اردو روشن کئے ہوئے ہیں اور پورے خلوص اور دل جمعی سے چراغ سے چراغ جلائے جا رہے ہیں۔ ان پروانوں میں ایک نام مولانا رحمت اللہ صدیقی کا بھی ہے جو مسلسل اور بڑی پابندی کے ساتھ اردو مجلّہ پیغام رضا کی آبیاری کرتے ہوئے ساتھ ہی خدمت دین کا بھی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ ان کی کوششوں کا ہی ثمرہ ہے کہ اکثر و بیشتر یہ مجلّہ خصوصی شمارہ کی شکل میں قابل قدر ضخامت کے ساتھ منظر عام پر آتا رہتا ہے جو واقعتاً بڑا دقت طلب کام ہے۔ حال ہی میں انہوں نے اس شمارہ کا خصوصی نمبر مسلک اعلیٰ حضرت پر مبنی جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے بڑے سلیقے کے ساتھ موقر اہل قلم کے تعاون سے ایک یادگار شمارہ بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذات گرامی مختلف علوم وفنون پر ان کی بے پناہ قدرت کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں رہ گئی ہے۔ وہ نہ

مبصر کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

صرف شارح قرآن و حدیث تھے بلکہ فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور علم الکلام پر بھی پوری دسترس رکھتے تھے۔ مختلف علوم وفنون پر انہوں نے تقریباً ایک ہزار کتابوں کی تصنیف کی ہے جو ایسا اہم ترین کارنامہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کمال کی بات یہ بھی ہے کہ اتنی مصروفیات کے باوجود انہوں نے اپنی شاعرانہ عظمتوں کا بھی لوہا منوالیا ہے۔ اگر ان کے تمام علمی کارناموں پر معروضی نگاہ ڈالی جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے ایک نابغۂ روزگار انسان تھے جن کی علمی رفعتوں تک پہونچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ عشق رسول ﷺ میں وہ اپنی انتہا کو پہونچے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اس موضوع پر کسی طرح کا سمجھوتہ کرنے پر کبھی تیار نہیں ہوئے۔ زیر تبصرہ شمارے میں ان کی ذات اقدس کے مختلف النوع پہلوؤں پر جن ممتاز اہل قلم کے ذریعے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں مولانا رحمت اللہ صدیقی، مولانا ساجد علی مصباحی، جسٹس میاں محبوب احمد، ڈاکٹر محمد ہارون، سید وجاہت رسول قادری، مولانا وارث، جمال قادری، مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مفتی محمد امان الرب رضوی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، علامہ ارشد القادری، علامہ سید محمد مدنی میاں، کوثر امام قادری، مولانا جہانگیر حسن مصباحی اور افتخار امام صدیقی وغیرہم کے نام شامل ہیں۔ مجموعی طور پر یہ مجلّہ بہرصورت ایک یادگار ہے جسے ایک دستاویزی شکل دینے کا سہرا مولانا رحمت اللہ صدیقی کے سر جاتا ہے۔ لیکن ایک چھوٹی سی عرضداشت مدیر محترم کے پیش نظر یہ ضرور کرنا چاہتے ہیں کہ پوری کتاب کے بیشتر مضامین ایسے ہیں جس کے اندر وہابیت، دیوبندیت اور بد مذہبیت کی طرف خصوصاً توجہ مبذول کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ ناگفتہ بہ حالات جو اس وقت مسلمانوں پر بڑے شدید ہوتے جارہے ہیں ایسی ہولناک فضا میں ہمارے اندر اتحاد و اتفاق کی پہلے سے زیادہ ضرورت بڑھ چکی ہے۔ اگر اب بھی ہم نہیں جاگے تو مستقبل کے حالات کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے اور اللہ بھی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا ہی حکم دیتا ہے اور مدد بھی انہیں کی کرتا ہے جو اس آیت کے مصداق عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مشاہدات و تجربات کی روشنی میں اگر غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جاتا ہے تو نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ دیوبندیت اور بریلویت کے تصادم میں عام مسلمانوں کا کیا فائدہ ہوا جبکہ یہ دونوں گروہ پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں کیا ہی اچھا ہوا گر اس جانب افہام وتفہیم کا پہلو اس طرح نکل آئے کہ کسی کو کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہ رہ جائے۔ اور اغیار کو ہنسی اڑانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر ہمیں اس جانب توجہ مبذول کرنے کی کیا اشد ضرورت محسوس نہیں ہورہی ہے۔ دیوبندی علماء کی بھی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی کتابوں سے قابل گرفت عبارات کو نکالنے کی طرف پیش قدمی کریں تاکہ اتحاد کی صورت پیدا ہوسکے۔ کتاب کے شروع اور آخر میں اعلیٰ حضرت کا تحریر کردہ قصیدہ معراجیہ، اور سلامیہ مصطفیٰ جان رحمت، جو شاعرانہ عظمت کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے اپنی مثال آپ ہے جسے پڑھنے کے بعد دل ایک ایسی لذت بے پایاں سے ہمکنار ہوتا ہے جسے لفظوں میں شاید بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی کی اس شاندار اور قابل قدر پیش کش پر ہم انہیں تہہ دل سے ایک بار پھر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ نفیس طباعت عمدہ کاغذ، روشن کمپوزنگ اور چہار رنگی مجلد سرورق کے ساتھ کتاب کافی جاذب نظر ہوگئی ہے، ہوشربا گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے قیمت بھی مناسب ہی ہے۔

بشکریہ (اردو ٹائمز ۱۵ر جولائی ۲۰۰۷ء)

نام کتاب : پیغام رضا (خصوصی شمارہ)

تبصرہ نگار : فرمان چودھری

مسلک اہل سنت و جماعت کا ترجمان رسالہ پیغام رضا، کا خصوصی شمارہ زیر تبصرہ ہے جس میں مسلک اعلیٰ حضرت کی حقیقت اور امام احمد رضا قادری بریلوی کی حیات و خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اپنی اس کوشش میں رسالہ اور رسالہ کے مدیران و منتظمین

بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ رسالہ کی ابتدا امام احمد رضا بریلوی کے قصیدہ معراجیہ سے کی گئی ہے جبکہ اختتام قصیدۂ سلامیہ سے کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ امام احمد رضا عشق رسول ﷺ سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ رسالہ میں افتخار امام صدیقی اپنے مضمون ''نعتیہ مجموعۂ کلام حدائق بخشش'' میں رقم طراز ہیں ''امام صاحب کا ذہن اپنے دور کا کمپیوٹر تھا۔ محض ۶۵ سال کی عمر میں اتنا اور ایسا علمی و تحقیقی ذخیرہ تیار کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ گویا عمر کا کوئی لمحہ خالی نہیں تھا۔ ایسے باکمال فن کار کو اپنے عشق پر فخر تھا اور اسی جذبے نے انہیں شاعر بنا دیا تھا اور پھر اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک ایسا سورج طلوع ہوا کہ حضرت کے انتقال کے بعد بھی یہ ابھی غروب نہیں ہوا ہے بلکہ صدیوں تک طلوع ہی رہے گا۔ احمد رضا نام اور رضا تخلص شاعری میں فاضل بریلوی کے نام سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں عقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔''

مولانا عبدالمبین نعمانی قادری اپنے مضمون ''امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات'' کے عنوان سے امام کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ چودھویں صدی کے مجدد اور امام تھے۔ ۱۰ رشوال ۱۲۷۲ھ ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ء ہجری، ۱۹۲۱ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ ۶۸ رسالہ مختصر عمر میں آپ نے احیاء و تجدید دین کے جو کارہائے نمایاں انجام دیے۔ دنیائے علم و ادب انگشت بدنداں ہے۔ کون سا علم ہے جس پر امام احمد رضا قادری نے قلم نہیں اٹھایا، تفسیر، حدیث اور فقہ کے تو امام تھے ہی، علم ریاضی، ہیئت اور فلسفہ قدیمہ و جدیدہ (سائنس) پر بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں ایک ہزار کے قریب آپ کی مطبوعہ تصانیف آپ کی جلالت علمی پر شاہد عدل ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی بارہ ضخیم جلدیں مطبوعہ ہیں جو جدید ترتیب و ترجمہ کے ساتھ تیس جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہیں۔''

اس شمارہ میں سعادتِ لوح و قلم، امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، امام احمد رضا کی قائدانہ حیثیت، گوہر شب تاب، امام احمد رضا ایک جہان حیرت، تصنیف و تالیف کے میدان میں علمائے اہل سنت کا حصہ، امام احمد رضا اور انٹرنیشنل جامعات، مسلک امام احمد رضا، جماعت اہل سنت کا حقیقی تعارف کیا ہے؟ جیسے عناوین کے مضامین شامل ہیں۔ جن سے اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بارے میں قاری کی تشنگی دور ہو جاتی ہے۔

خصوصی شمارہ میں اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر لکھے گئے تحقیقی مقالوں کی بھی فہرست دی گئی ہے یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زیرنظر شمارہ دستاویزی حیثیت کا حامل ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ 'عالمی سہارا'، دہلی)

قلبی تاثرات

حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب
سربراہ: سنی تبلیغی جماعت، باسنی، ناگور شریف

انسانی تاریخ اچھے برے انسانوں سے بھری پڑی ہے، اچھے لوگ اپنی خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں سے چمکتے رہے اور بلندی کی منزلیں طے کرتے رہے اور برے انسان خواہشات کی غلامی میں اتنے بدنام ہوئے کہ تحت الثریٰ ان کا مسکن بن گیا، باقی ماندہ افراد زندگی بھر بے نام و نشان رہے انہوں نے زندگی کی قدر نہ کی اور کچھ جد و جہد کر کے کچھ نہ کر سکے کھانا پینا اور سونا جاگنا انہوں نے زندگی کو سمجھا تو وہ دنیا سے چلے گئے اور ان کا نام لینے والا کوئی بھی نہیں رہا۔

مگر اسی سرزمین پر اور آسمان کے نیچے کچھ دیدہ ور نامور ہستیاں ہوئیں جن سے کوئی علم حدیث کا امام ہوا تو کوئی فقہ میں مقتدیٰ ہوا کوئی تفسیر میں پیشوا ہوا اور کوئی نحو میں باکمال ہوا۔ کوئی علم صرف میں وحید عصر کہلایا تو کوئی شعر و ادب میں بے مثال ہوا۔ ان کے کثرت علوم و فنون نے آج ان کے نقوش حیات کو اتنا منور کر دیا کہ گردش ایام اور انقلاب زمانہ کے گرد و غبار ان کی حسین صورت و سیرت پر کوئی

ڈال سکی۔ وہ یونہی چمکے، چمکاتے رہے جیسے خورشید و ماہ چمکتے ہیں۔ کسی جہاں دیدہ کو اس حقیقت سے انکار کا امکان نہیں ہے اس دھونہ عظیم ہند میں علم و فضل والوں نے جو مخلصانہ خدمات اور قربانیاں پیش کیں وہ تاریخ کا روشن باب ہیں ان سے تاریخ کے اوراق جگمگاتے رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علامہ شاہ فضل حق خیرآبادی اور شاہ سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی وغیرہ وہ ہستیاں ہیں جو اسلام کی آن و شان ہیں اور دین و ملت کے چراغ ہیں۔ اور اس ملک کی شان و وقار ہیں ان پر زمانہ اور مسلک ناز و فخر کرے گا۔

مگر چودھویں صدی ہجری کی نابغۂ روزگار ہستی امام احمد رضا محدث بریلوی اس طرح چمکے کہ دنیا بھر میں ان کا نام اور خدمات سے اہل دنیا متعارف و متاثر ہو رہے ہیں وہ خدا کی عطا، معجزہ مصطفیٰ اور کرامت اولیا تھے۔ اپنی ۱۴ ر سال کی عمر سے ۶۸ ر سال کی عمر تک انہوں نے جو علوم و فنون کے دریا بہائے اور احقاق حق اور ابطال کے لئے کاوشیں کیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ کنزالایمان اور فتاویٰ رضویہ ان کا بے مثال کارنامہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ ''جو العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' کے تاریخی نام سے لکھا گیا۔ واقعی نبوی عنایتوں کا سمندر ہے۔ ہندستان کے دو مجموعۂ فتاویٰ (۱) فتاویٰ ہندیہ جو ہندستان کے سیکڑوں علماء کی کاوش و جانفشانی کا نتیجہ ہے اور لائق تحسین کارنامہ ہے اور (۲) فتاویٰ رضویہ یہ دونوں کتابیں ہمارا فخر ہیں۔ فتاویٰ رضویہ بلاشبہ فرد واحد کی کاوشوں کا ثمرہ ہے جس کی ہر جلد علم و فن کی موتیوں سے پُر ہے جسے پڑھنے والے حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہیں قدرت جس سے کام لینا چاہے اس کے لئے علم و حکمت کے دروازے اور کامیابی کے راستے آسان کر دیتی ہے۔ امام احمد رضا پر لکھنے والے اور پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے مگر وہ تو جہان حیرت ہیں، بحر علم ہیں ان کے کارناموں کو کما حقہ کون بیان کر سکے گا۔ بلاشبہ وہ باکمال انسان تھے اور دنیا ان کے کمالات و کارناموں کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتی رہے گی۔

ہمارے محب گرامی علامہ رحمت اللہ صدیقی لائق صد مبارکباد ہیں کہ آپ نے اہل محبت کے لئے پیغام رضا کے چند شمارے پیش کر کے افکار و نظریات امام احمد رضا سے واقف ہونے کا موقع فراہم کیا۔ بلاشبہ پیغام رضا آئینہ کنزالایمان و فتاویٰ رضویہ ہے، آئینۂ تحقیقات رضا اور مشن رضا کی جلوہ باری کا نام ہے۔ خوابیدہ قوم کو بیدار کرنے والا مجلہ ہے۔ تازہ شمارہ مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے بہت خوب ہے جس میں فاضل مرتب نے متعدد محققین کی تحقیقات کو جمع کیا ہے۔ بالخصوص حضور یادگار اسلاف بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ النورانی کا مضمون علمی و فکری ہے مسلکی و مشربی جواہر پاروں سے آراستہ ہے نیز ایک سنجیدہ مخلصانہ کاوشوں کا خلاصہ ہے جو حضرات خواہ مخواہ داؤں پیچ کھا کر ٹھوکریں کھاتے ہیں اور بلاوجہ شکوہ کرتے ہیں اور مفروضات قائم کرتے ہیں ان کے لئے عبرت کا نمونہ ہے حقیقت میں وہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔

نیز ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم کا مقالہ بھی بہت خوب اور جامع ہے اور امام کی انفرادی حیثیت و شخصیت پر انوکھی تحریر ہے۔ فکری کاوش ہے۔ عالمی طور پر امام احمد رضا کی اہمیت و ضرورت پر منفرد تحقیق ہے جسے پڑھ کر روح جھوم اٹھتی ہے اور حقیقت کے باب روشن ہو کر راحت قلب و جاں بنتے ہیں۔ اسی طرح محترم سید محمد وجاہت رسول صاحب قادری کراچی کا بڑا قیمتی مقالہ بھی رسالہ کے حسن و جمال میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ سید صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت کا نرالے انداز میں تعارف کرایا ہے۔ اعلیحضرت کو سادات سے زیادہ کون جانتا اور مانتا ہے اور سادات کو اعلیٰ حضرت سے زیادہ کون مانتا ہے۔ سید صاحب نے ایک تحقیقی گفتگو کی ہے اور دنیا کو سنجیدہ غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

ایسے قیمتی گوہر پارے ''پیغام رضا'' کی شان کو بڑھاتے ہیں اس کا پایہ بلند کرنے والے ہیں اور رضویات میں ایک خوشنما باغ کا نام

''پیغام رضا'' ہے مکمل پیغام رضا وقت کی پکار ہے ہم اپنے محب گرامی کے لئے صحت و عافیت اور علم و عمل میں برکت کی دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ کریم ان سے مزید کام صحت و سلامتی سے لیتا رہے۔ اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم۔

کتاب : نشیدِ روح

شاعر : علامہ بدرالقادری

صفحات : ۱۱۵

مطبع : اسلامک اکیڈمی ہند

قیمت : (درج نہیں)

مبصر : مولانا ادریس رضوی، ایم۔اے

ساقی بے نظیر، میکدہ حسین، مینا خوبصورت اور مے رنگین ہوتو پینے میں مزہ بھی ملتا ہے، سرور بھی، وجدانی کیفیت کا لطف بھی حاصل ہوتا ہے، فنائیت کی سبیل بھی، نام کا اثر ذات سے جھلکتا ہوتو نورٌ علی نور۔ زبان و دل اور روح کی آلاپ کی گہرائی و گیرائی، اثر و تاثیر اور مضبوطی و استواری کو پرکھا جاسکتا ہے۔ زبان پُر تاثیر، بات کہتی ہے تو دل یقین کر لیتا ہے، روح اس کو کشید کر کے سرشار ہوجاتی ہے تو نیا ہیولا لے کر اٹھتی، دل تک پہنچاتی، دل زبان کو منتقل کرتا، زبان کائنات وقلم کے حوالے کر دیتی ہے تو کائنات تڑپتی، مچلتی، روتی، بلکتی، ہنستی گاتی، سرشار و بے خود ہوجاتی ہے۔ قلم مچل کر کاغذ کے سینہ کو سیاہ کر کے دائمی زندگی بخش دیتا ہے، پھر یہ سیاہ حروف نہ جانے کتنی تاریک زندگیوں کو تابناک، منور و درخشاں بنا دیتے، گہنگاروں کو پارسا، پارسا رکو فنافی الشیخ، فنافی الشیخ کو، فنافی الرسول، فنافی الرسول کو، فنافی اللہ کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔

زبان کے ترانے، دل کے نغمے، روح کے نشید کی تاثیریں الگ الگ ہوا کرتی ہیں، زبان سے زبان کو، دل سے دل کو بدلا جاسکتا ہے تو روح سے روح کو بدلنے پر بھی یقین رکھنا چاہیے۔ زبان، دل اور روح میں تال میل ہوجانے کے بعد محبت وعشق کی کرن پھوٹتی ہے تو محبت مطلوب کو دیوانہ بنا دیتی، عشق بے تاب کر دیتا ہے۔ عشق ومحبت کی بنیاد پر انسان کی بناء رکھی گئی ہے۔ اس کے خمیر کو عشق ومحبت سے سنوارا گیا ہے۔ اس کی روح کے نشید کی بدولت ملک فتح کئے جاتے ہیں، جسم بھی، جان بھی، اس کے ذریعہ سے خدا کو راضی کیا جاسکتا ہے، رسولوں کو اور خاص و عام کو بھی، اس میں لوگوں کے دل موہ لینے کی طاقت بھی ہے، ہمنوا بنا لینے کی قوت بھی، یہ بے زبانوں کو زبان بخش دیتا ہے، بزدلوں کو ہمت بھی، نامردوں کو مرد بنا دیتا ہے، مردوں کو شیر بھی، نشید روح کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ دور نہ جاکر کونین کے دولہا ﷺ کے گرد چمکنے والے چاند ستاروں کے نشید روح پر نظر ڈالئے جو تاریخ کے اوراق پر انمول ہیرے بن کر چمک رہے ہیں۔ ان درخشندہ ستاروں میں حضرت حسان سرفہرست ہیں۔ محفلوں کا انعقاد ہوتا، دو عالم کے دولہا ﷺ حضرت حسان کے لئے منبر بچھواتے اور حسان منبر پر کھڑے ہوکر نشید روح سناتے، لوگ جھومتے، اور خوش ہوکر آقا ﷺ حضرت حسان کو انعام سے نوازتے۔ حضرت حسان کی تقلید ہر دور میں ہوئی، ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ مقلدین کی صف میں حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب ابن مالک، حضرت لبید ابن ربیعہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت زہیر بن صرو جشمی، حضرت سواد بن قارب، حضرت عبداللہ ابن الزبعری، رومی و بسطامی، سعدی وعرفی، قدسی و جامی، شیرازی و بغدادی، رضا و نوری جیسی ہزاروں مشہور و معروف عبقری شخصیتیں شامل ہیں۔ ان ناموں کی فہرست میں ایک اور نام شامل ہے جو خود کو بدرالقادری اور دنیا اسے علامہ مولانا بدرالقادری کہتی ہے۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کا مجموعۂ کلام۔ ''نشیدِ روح'' قلب وجگر کی منزلیں طے کر کے نغز گوئی کی سرحدوں کو عبور فرما کر قلم کا سہارا پکڑ کر، پختہ رنگ میں پختہ ہوکر،

ذاتِ واحد کی ''میں'' تھی، اب میں نہیں ''ہم'' ہے جب تک فردِ واحد کی ذات سے منسلک تھی ''میں'' تھی۔ ذات سے نکل کر افراد تک پہنچ کر ''ہم'' بن گئی ہے کہ پڑھنے والے نہ جانے کتنے قارئین یہ کہتے ہوں گے کہ یہ میرا ''نشید'' ہے۔ یعنی ایک ذات نے افراد کی روح کی آواز کشید کر کے ''میں'' بنا کر افراد تک پہنچا کر پھر اسے ''ہم'' بنا دیا ہے۔ اسی کا نام فنکاری، ادب برائے تمنا، ادب برائے آرزو، ادب برائے دعا و التجا و مناجات و حمد و نعت، ادب برائے مقصود ہے:

کام آئے مرا جسم مری جان الٰہی
سب کچھ ہو ترے نام پہ قربان الٰہی
نشید روح ص ۳

جان و دل نے واہ واہ کے نعرے بلند کئے، قلب کو سرور حاصل ہوا، روح مست ہو کر پکار اٹھی:

میرے دل کا غنچہ کھلا میرے مولا
تو نام اس میں اپنا بسا میرے مولا
میں بن جاؤں درویش راہ ھدیٰ کا
مرے سر میں سودا وہ لا میرے مولا
میں کھو جاؤں انوارِ رحمت میں تیرے
وہ وحدت کی بادہ پلا میرے مولا
ہیں ذراتِ طور آج بھی مست جن سے
مجھے بھی وہ جلوہ دکھا میرے مولا
نشیدِ روح ص ۵

یہ مومن کی دعا ہے تو عاشق کی منزل، فنکار کا فن ہے تو فنائیت کی منزلوں میں پہنچنے والوں کا مطلوب، قلم کی طاقت ہے تو زبان کی پکار، دل کی آواز ہے تو روح کا نشید۔ دنیا کی طاقت و دولت نہ ہو اور نشید روح ہو تو نشید روح، کی بدولت طاقت و دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ بندۂ درویش، مرد قلندر نے ایسا ہی کیا، بتایا اور دکھایا ہے۔ روح کے نشید کا مقام بہت اونچا اور منزل بہت بلند ہے۔ اتنا بلند کہ ایک عام آدمی اس کی بلندی کو نہیں جان سکتا۔ نشید روح کا تعلق توحید سے بھی ہے رسالت سے بھی، دین سے بھی ہے، آخرت سے بھی، مولا سے بھی ہے مربی سے بھی، عالم بالا سے بھی ہے، قدرت کے شہ کار سے بھی، ایمان و عقیدہ سے بھی ہے، الفت و پیار سے بھی، حیات نو سے بھی ہے حیات جاوداں سے بھی، قرب سے بھی ہے وصل سے بھی، ہجر سے بھی ہے فراق سے بھی، خیالوں سے بھی ہے خوابوں سے بھی، تنویر سے بھی ہے توصیف سے بھی، حسن سے بھی ہے حسین سے بھی، محی الدین سے بھی ہے، معین الدین سے بھی، مخدوم سے بھی ہے ملت سے بھی، ارکان سے بھی ہے اکابر سے بھی۔ جمیل الشیم، شفیع الامم، صاحب جود و کرم کے اوصاف کو دیکھتا ہے تو شاعر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کرتا ہے۔

نبیِ مکرم کے نعلین سے کر
مری روح کا رابطہ میرے مولا
نشید روح ۵

اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ دریا کی روانی کی طرح آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ دعا کی شکل میں نشید روح سنئے:

شکر و احسان رب علی کا
جس نے بندہ کیا مصطفےٰ کا
ان کی امت میں ہم کو بنایا
کھولا دروازہ جودوسخا کا
ہو درود و سلام اس نبی پر
جو شہنشاہ ہے انبیاء کا

''نشید روح حمد ومناجات، دعا ونعت ومنقبت سلام وتہنیت استقبال وغزل اور سہرا کا مجموعہ ہے۔ سب کی لڑی مربوط ومضبوط ہے۔ سب میں عشق ومحبت کی جلوہ گری ہے۔ علم مضبوط، فن کامل، زبان سلیس، آمد ہی آمد کا احساس ہوتا ہے۔ مقصد کا محل، ادب کے بیل بوٹوں سے مزین ہوکر حسین وخوشنما نظر آتا ہے۔ ہر پھول جاذب نظر ہے، کس کو دیکھا جائے کس کو چھوڑا جائے۔ سب کی نکہت بھلی لگتی ہے۔ سب کی شکل حسین اور پرکشش ہے، جہاں خدا کی حمد، نبی کی نعت ہو، حسین کی یاد، غریب نواز کے تذکرے، احمد رضا کی بات ہو، اس محفل کا کیا کہنا:

قدسیانِ عرش میں کہرام ہے
رحم مولا رن میں جاتے ہیں حسین

اور یہ شعر:

رونقیں بڑھ جاتی ہیں فردوس کی
خلد میں جب مسکراتے ہیں حسین

نشید روح، کا تعارف کرانے سے بہتر ہے کہ قارئین خود معائنہ کریں، دیکھیں، پڑھیں تو بہتر ہے کہ نشید روح، میں کچھ ان کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟

(نشید روح، حاصل کرنے کے لیے اسلامک پبلشر مٹیا محل جامع مسجد، دہلی سے رابطہ کریں)

❖❖❖

رضا اکیڈمی ممبئی کے پلیٹ فارم سے

حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد کی ادارت میں

عظیم آباد پٹنہ بہار کی سرزمین سے نکلنے والا سہ ماہی مجلّہ ''رضا بک ریویو'' کا تاریخی اور تعمیری اقدام ''کنزالایمان نمبر''، جو ۱۰۰۰ ہزار صفحات پر مشتمل ہوگا۔ مشینی انداز میں تیاریاں جاری ہیں۔ اہل زبان وقلم سے اس حوالے سے تازہ نگارشات بھیجنے کی گزارش ہے۔ اس تاریخی اور دستاویزی نمبر کا اجراء ''رضا اکیڈمی''، ممبئی کے زیر اہتمام ''کنزالایمان'' کے جشنِ صد سالہ ۲۰۰۹ء میں ہوگا۔ عناوین مندرجہ ذیل ہیں۔

باب اول ——— تراجم قرآن: تاریخ اور فن

مولف کنزالایمان امام احمد رضا خان — حیات و خدمات کا اجمالی جائزہ

معارف قرآن پر اعلیٰحضرت کی غائرانہ نظر

تراجم قرآن: فنی اسلوب واقسام

فارسی تراجم قرآن: ایک مطالعہ

اردو تراجم، بیسویں صدی سے پہلے: ایک تحقیقی جائزہ

اردو تراجم، بیسویں صدی میں: ایک تحقیقی جائزہ

باب دوم ——— کنزالایمان: طباعت واشاعت

کنزالایمان: کی طباعت واشاعت

کنزالایمان: کا اشاعتی سفر

کنزالایمان: کے ناشرین

کنزالایمان: پابندیوں کی داستان

باب سوم ——— کنزالایمان: علمی وفنی مباحث

کنزالایمان: ترجمہ کے علمی پہلو

کنزالایمان: ترجمہ کے نثری، فنی محاسن

کنزالایمان: علمی بحث کی تاریخ کا جائزہ

کنزالایمان: تحریف کی مذموم مساعی کا جائزہ

کنزالایمان: ترجمہ کے خاص سائنسی پہلو

کنزالایمان: اپنے مفسرین کی نظر میں

کنزالایمان: قلمی نسخہ اور اس کے محرک: صدر الشریعہ

کنزالایمان: معاصر تراجم سے تقابل

کنزالایمان: پیش رو تراجم سے موازنہ

کنزالایمان: ہم عصر تراجم میں امتیازات

باب چہارم ——— کنزالایمان کے تعاقبات کا علمی وفنی جائزہ

کنزالایمان، کے خلاف شائع ہونے والی کتابیں: ایک علمی جائزہ

اوراق صحافت میں کنزالایمان پر تعاقباتی مقالے: ایک مطالعہ

باب پنجم ———— کنزالایمان: لسانیاتی وصوتیاتی مطالعے

لغات القرآن: ماخوذ از کنزالایمان

کنزالایمان: اشاریہ سازی پر ایک نظر

کنزالایمان: متروکات کا جائزہ

کنزالایمان: لسانیاتی جائزہ

کنزالایمان: لسانیاتی تجزیہ کا علمی مطالعہ

کنزالایمان پر بندیلی اردو کے اثرات

کنزالایمان: صوتیاتی محاسن

باب ششم ———— کنزالایمان: ادبی مباحث

کنزالایمان: ترجمہ کے ادبی پہلو

کنزالایمان: اور اردو کے اسالیب نثر پر اس کے اثرات

کنزالایمان: ادبی و جمالیاتی پہلو

باب ھفتم ———— متفرق کتب ورسائل میں کنزالایمان کا تذکرہ

متفرق علمی کتابوں میں کنزالایمان کے تذکرے اور حوالے

کنزالایمان پر مقالے اور ان کے مقالہ نگار

کنزالایمان اور دنیائے عرب

کنزالایمان پر لکھے گئے تحقیقی جامعاتی مقالے: ایک جائزہ

کنزالایمان: کلام شعراء میں

باب ھشتم ———— کنزالایمان کے مختلف زبانوں میں تراجم

کنزالایمان: انگریزی ایڈیشن، ایک جائزہ

کنزالایمان: ہندی ایڈیشن، ایک جائزہ

کنزالایمان: سندھی ایڈیشن، ایک جائزہ

کنزالایمان: بنگالی ایڈیشن، ایک جائزہ

کنزالایمان: ڈچ ایڈیشن، ایک جائزہ

کنزالایمان: کیرل ایڈیشن، ایک جائزہ

باب نھم ———— تفسیر کنزالایمان کا علمی مطالعہ

کنزالایمان کے مفسر اول: حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی

کنزالایمان کے مفسر دوم: حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی

تفسیر کنزالایمان: اور ارض القرآن کی تحقیق

تفسیر کنزالایمان: اور تاریخ انبیاء

تفسیر کنزالایمان: اور فقہی مباحث

تفسیر کنزالایمان: اسلوبیاتی جائزہ

تفسیر کنزالایمان: اور حدیثیات کے حوالے

باب دھم ———— کنزالایمان کے اثرات

کنزالایمان: خلفاء وتلامذۂ اعلیٰ حضرت کی نظر میں

کنزالایمان: اور تاثرات مشاہیر

کنزالایمان: بعد میں آنے والے تراجم پر اثرات

کنزالایمان: نام کی اہمیت ومقبولیت

کنزالایمان: علماء مکہ کے مثبت رویے

اردو کے اسالیب نثر پر کنزالایمان کے اثرات

کنزالایمان: غیروں کی نظر میں

کنزالایمان: اسٹیج کی سرگرمیوں پر اثرات

باب یازدھم ———— نقوش نوادرات

کنزالایمان: قلمی نسخے کے سرورق

کنزالایمان: مختلف اردو نسخوں کے سرورق

کنزالایمان: مختلف تراجم کے سرورق

رابطہ:

سہ ماہی مجلّہ ''رضا بک ریویو''، اپوزیٹ الہ آباد بینک، پتھر کی مسجد، سلطان گنج پٹنہ بہار

موبائل: 09835423434

الزہراء ہائی اسکول

پوکھریرا، رائے پور، سیتامڑھی (بہار)

سرپرست

حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب

سجادہ نشین خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف



مجوزہ عمارت

دینی ماحول میں عصری تعلیم و تربیت کی پیش رفت

مالک و نگراں

محمد رحمت اللہ صدیقی
022-20354077

محمد مصباح الحق صدیقی

برکاتِ رضا ایجوکیشنل سوسائٹی مقام و پوسٹ پوکھریرا، وایا رائے پور، ضلع سیتامڑھی (بہار)

مذہب اہلسنت کا ترجمان یعنی مسلک اعلیٰحضرت کا نقیب و پاسبان

کتابی سلسلہ

پیغامِ رضا

ممبئی

- بریلی شریف اہل سنت کا مرکز کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔
  حضرت سید شاہ محمود اشرف کچھوچھہ شریف
- بریلی کی مرکزیت کسی بلند پایہ درسگاہ سے معنون نہیں ہے بلکہ اس کی مرکزیت امام احمد رضا سے منسوب ہے۔
  پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ
- ساری دنیا بدعقیدہ ہو جائے، صرف ایک آدمی مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم ہو تو اسی کو جماعت اور اسی کو سواد اعظم کہا جائے گا۔
  جانشین مفتی اعظم حضرت ازہری میاں صاحب
- مسلک اعلیٰ حضرت کی تشہیر اور اس کی بڑے پیانے پر اشاعت، یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔
  محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب
- مسلک اعلیٰ حضرت ہمارا نشان امتیاز ہے جو اس کو مٹانے کی کوشش کرے گا وہ خود مٹ جائے گا۔
  حضرت مولانا ادریس رضا خاں صاحب بیلی بھیت شریف
- مسلک اعلیٰ حضرت حق کا بے غبار آئینہ ہے، اس میں چہرے کا صحیح عکس دیکھا جا سکتا ہے۔
  مفتی شمشاد احمد مصباحی
- جام نور خلق کی نگاہ سے گر چکا ہے، جو لوگ اس کی حمایت پہ اصرار کر رہے ہیں، وہ عوام میں مشکوک ہوتے جا رہے ہیں۔
  سید اولاد رسول قدسی مصباحی امریکہ
- جام نور نے جدید ذہنوں میں جو جراثیم بھرے ہیں مستقبل میں اس کے اثرات بڑے بھیانک ہوں گے۔
  مولانا غلام مصطفیٰ رضوی مصباحی
- جام نور کی خفیہ پلاننگ انتہائی خطرناک ہے اس پہ سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔
  مولانا قمر الزماں مصباحی

مدیر اعلیٰ

محمد رحمت اللہ صدیقی

جب بھی کوئی پوچھتا ہے اہلِ سنت کی سند
پیش کر دیتے ہیں ہم تو اعلیٰ حضرت کی سند

سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہرہ شریف

آج رئیس القلم کی دینی، ملی اور مسلکی خدمات کا چہرہ ان کے بعض آزاد خیال، مسلک بیزار اور ناعاقبت اندیش جانشینوں سے مسخ ہو رہا ہے۔

مولانا انصار رضا نوری